# خواجہ احرار

عارف نوشاہی



20

محمد اقبال مجددی صاحب کی خدمت میں

سلسلۂ مجددیہ پر علمی تحقیق کی روایت قائم کرنے اور رُبع صدی
سے بیشتر میری ان سے نیاز مندی کی سپاس گزاری کے لیے!

عارف نوشاہی

# خواجہ احرار

(۸۰۶-۸۹۵ھ/۱۴۰۴-۱۴۹۰ء)

سلسلۂ نقشبندیہ کے جلیل القدر شیخ خواجہ عبید اللہ احرار
کے حالات و تصنیفات کا تحقیقی جائزہ

تحقیق، تصنیف و ترجمہ

**عارف نوشاہی**

معاون مترجم

**شعیب احمد**

**پُورب اکادمی، اسلام آباد**

©: 2010ء پُورب اکادمی

طبع اوّل: جنوری 2010ء

ناشر: پُورب اکادمی، اسلام آباد

فون نمبر: 051 - 5819410, 0301 - 559 58 61

ای میل: poorab_academy@yahoo.com

ویب سائٹ: www.poorab.com.pk

**Khwaja Ahrar**

by: Arif Naushahi

Published by: Poorab Academy, Islamabad, Pakistan

ISBN: 978-969-8917-82-1

---

۲۹۷،۴

ن وش نوشاہی، عارف

خواجہ احرار: سلسلۂ نقشبندیہ کے جلیل القدر شیخ خواجہ عبید اللہ احرار کے حالات و تصنیفات کا تحقیقی تذکرہ

اسلام باد: پُورب اکادمی، ۲۰۰۹ء

۳۳۶ ص

۱. احرار، عبید اللہ (۱۴۰۴-۱۴۹۰ء) ۲. نقشبندیہ

۳. عارف نوشاہی (۱۹۵۵ء-) ۴. شعیب احمد

---

# فہرست


مقدمہ از عارف نوشاہی ۱۳

**تعارفی وتنقیدی مقالات**

مکتوب از ڈاکٹر جو-این گروس ۲۷

دیباچہ از ڈاکٹر جو-این گروس ۲۹

انتقادی مقالہ از ڈاکٹر نجدت طوسون ۳۷

**خواجہ احرار پر مآخذ: خواجہ احرار کے سوانح نگار اور خواجہ احرار پر چند قدیم مآخذ کا جائزہ (تاریخی ترتیب سے)**

عبدالرحمان جامی: نفحات الانس من حضرات القدس ۴۵

علی شیر نوائی: نسایم المحبۃ من شمایم الفتوّۃ ۴۶

میر عبدالاوّل نیشاپوری: ملفوظات خواجہ احرار ۴۶

محمد قاضی سمرقندی: سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدّیقین ۴۷

فخرالدین علی صفی سبزواری کاشفی: رشحات عین الحیات ۵۶

مولانا شیخ: خوارق عادات احرار ۵۸

عبدالحی حسینی: نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرت خواجگان ۶۱

محمد ہاشم کشمی: نسمات القدس من حدایق الانس ۶۳

خواجہ احرار پر معاصرین کی تحقیقات ۶۶

**احوالِ خواجہ احرار**

خواجہ احرار کے آباواجداد اور خاندان ۸۱

ولادت اور جاے پیدائش ۸۱

والد کی طرف سے سلسلۂ نسب ۸۲

| | |
|---|---|
| والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب | ۸۲ |
| تاشقند: خواجہ احرار کا مقامِ پیدائش | ۸۳ |
| سمرقند: خواجہ احرار کا مسکن ومدفن | ۸۳ |
| خواجہ احرار کے خدوخال/شکل وشباہت | ۸۴ |
| ابتدائی تعلیم | ۸۵ |
| سوادِ تحریر | ۸۵ |
| بزرگ صوفیہ سے ملاقاتیں | ۸۶ |
| سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستگی | ۸۹ |
| خواجہ احرار کا شجرۂ طریقتِ نقشبندیہ | ۹۰ |
| عبادات اور باطنی احوال | ۹۱ |
| اخلاقی اوصاف | ۹۲ |
| مسلمانوں کی غم خواری | ۹۲ |
| مریدوں پر شفقت | ۹۳ |
| سادگی | ۹۴ |
| بذلہ سنجی | ۹۴ |
| کتاب دوستی اور شعر خوانی | ۹۵ |
| خواجہ احرار کے مناقب دوسرے بزرگوں کی زبانی | ۹۶ |
| خواجہ احرار اور زراعت | ۹۷ |
| خواجہ احرار کی جائدادیں | ۹۸ |
| خواجہ احرار کے اسفار | ۱۰۰ |
| بلاواسطہ مریدان | ۱۰۲ |
| دیگر عقیدت مند | ۱۰۵ |
| متفرق احراری | ۱۰۹ |

**خواجہ احرار کا سیاسی کردار؛ بادشاہوں اور اُمرا کی ان سے ارادت مندی**

شاہرخ (حک: ۸۰۷-۸۵۰ھ/ ۱۴۰۵-۱۴۴۷ء) ۱۱۱
ابوسعید (حک: ۸۵۵-۸۷۳ھ/ ۱۴۵۱-۱۴۶۹ء) ۱۱۱
بخارا کے خراج کی معافی ۱۱۲
ماوراءالنہر کے خراج کی معافی ۱۱۳
مالیات وغیرہ کی معافی ۱۱۳
احمد میرزا بن ابوسعید (حک: ۸۷۲-۸۹۹ھ) ۱۱۳
حسین بایقرا (حک: ۸۷۲-۹۱۲ھ/ ۱۴۶۸-۱۵۰۶ء) ۱۱۴
امیر علی شیر نوائی (۸۴۱ یا ۸۴۴-۹۰۶ھ/ ۱۴۳۸ یا ۱۴۴۰-۱۵۰۰ء) ۱۱۴
ظہیر الدین محمد بابر (۸۸۸-۹۳۷ھ/ ۱۴۸۳-۱۵۳۱ء) ۱۱۵
سلطان محمد دوّم فاتح (حک: ۸۵۵-۸۶۶ھ/ ۱۴۵۱-۱۴۶۲ء) ۱۱۵
امرا کی خواجہ احرار سے عقیدت مندی ۱۱۵
**خواجہ احرار کے مخالفین اور معترضین**
ایک قلندر کا اعتراض ۱۱۶
ایک واعظ کا اعتراض ۱۱۷
بہاء الدین عمر کے صاحبزادے کی تنقید ۱۱۷
شیخ زادہ الیاس کا اعتراض ۱۱۷
خواجہ مولانا سمرقندی (م ۸۷۶ھ/ ۱۴۷۶ء) کی دشمنی ۱۱۷
بارتھولڈ کا تجزیہ ۱۱۸
اعتراضات کے جوابات ۱۱۸
خواجہ احرار کو لاحق امراض ۱۱۹
خواجہ احرار کے آخری ایام ۱۱۹
وصیت نامہ ۱۲۰
وفات ۱۲۰
مدفن ۱۲۱

مرثیے اور قطعاتِ تواریخِ وفات ۱۲۱
سمرقند میں خواجہ احرار سے منسوب عمارات ۱۲۱
خواجہ احرار کی اولاد اور پس ماندگان ۱۲۲
اولادِ خواجہ احرار کا شجرہ ۱۲۴
فرزندانِ خواجکا ۱۲۴
خواجہ یحییٰ کی اولاد ۱۲۶
خواجہ احرار کی صاحبزادیاں ۱۲۷
احراری برّصغیر پاک و ہند میں ۱۲۷
**تصنیفات و تألیفاتِ خواجہ احرار**
**الف: وہ تألیفات جو یقیناً خواجہ احرار کی ہیں۔**
۱۔فقرات ۱۶۱
۲۔والدیہ ۱۶۵
۳۔حورائیہ ۱۶۹
**ب: خواجہ احرار سے منسوب رسائل، جن کا انتساب ہنوز تحقیق طلب ہے۔**
۱۔انیس السالکین ۱۷۴
۲۔تحفۃ الاحرار ۱۷۴
**ج: خواجہ احرار سے منسوب تصنیفات جو تحقیق سے معلوم ہوئیں کہ ان کی تصنیف نہیں ہیں۔**
۱۔انفاس نفیسہ ۱۷۴
۲۔تذکرۂ خواجہ عبیداللہ احرار ۱۷۵
۳۔ذوقیات یا ذوقیہ ۱۷۵
۴۔شرح اشعار مشکل فصوص الحکم ۱۷۵
۵۔مثنوی صدائے دل ۱۷۵
۶۔نور وحدت ۱۷۶

## ملفوظات ومکتوباتِ خواجہ احرار


پہلا مجموعہ ملفوظات (مرتبہ میر عبدالاوّل نیشاپوری) ۱۸۵
دوسرا مجموعہ ملفوظات (مرتبہ ملّا محمد امین کرکی) ۱۸۹
خواجہ احرار کے مکتوبات اور رقعات کے متفرق مجموعے ۱۹۱


## ملفوظاتِ خواجہ احرار (انتخاب)


درویشی ۱۹۹
فقیر کی تعریف ۱۹۹
ذکر کلمہ "لا الٰہ الا اللّٰہ" ۱۹۹
ذکر اور عبادات کا مقصد ۲۰۰
نسبت کی اہمیّت ۲۰۰
صوفیہ کا قیمتی لباس پہننے کا جواز ۲۰۱
خدمت کا درجہ ۲۰۲
ذکر اور توجہ ۲۰۲
جذبہ کی اہمیّت ۲۰۳
ارشاد اور تکمیل کی شرطیں ۲۰۳
مرید اور غیر مرید کی تہذیب وتکمیل کا طریقہ ۲۰۳
برادرانِ طریقت کا لحاظ ۲۰۳
کسبِ رزق کی فضیلت ۲۰۴
خدمت خلق اور کسب حلال ۲۰۴
ظاہری علوم اور باطنی معارف کا فرق ۲۰۴
مراقبہ ۲۰۴
مرجع وقت کی ترجیحات ۲۰۵
بزرگوں کے دیدار کی فضیلت ۲۰۵
صحبت کی قضا ممکن نہیں ہے ۲۰۵

| | |
|---|---|
| دوستی اور صحبت کی اہمیت | ۲۰۶ |
| ظلم اور جبر کیوں غالب آتا ہے؟ | ۲۰۶ |
| زراعت اور کام کرنے کی ترغیب | ۲۰۶ |
| مجاہدوں کی آفت | ۲۰۷ |
| فصوص الحکم | ۲۰۷ |
| اولاد کو ادب کی نصیحت | ۲۰۸ |
| اچھی بات کا احترام | ۲۰۸ |
| اربابِ حکومت کو نصیحت | ۲۰۹ |
| ''شکور'' کی تعریف | ۲۰۹ |
| مصائب پر صبر اور شکر | ۲۰۹ |
| مصائب پر شکایت اور عدم شکایت کا نظریہ | ۲۱۰ |
| قناعت | ۲۱۰ |
| شُکر | ۲۱۱ |
| تکبّر | ۲۱۱ |
| علما اور اطبّا کی بے دردی | ۲۱۲ |
| امارت پسند علما | ۲۱۲ |
| پیشوائی کی شرط | ۲۱۲ |
| سفر کی شرائط | ۲۱۳ |
| تین اسفار کی ممانعت | ۲۱۳ |
| مرید صادق | ۲۱۴ |
| مریدوں کو تنبیہ و تادیب | ۲۱۴ |
| دست کا علاج | ۲۱۵ |
| اولاد کو دنیاداری سے ممانعت | ۲۱۶ |
| تأہل اور شادی | ۲۱۶ |

عیسوی نسبت ۲۱۷
نسبت طریقہ پر مواظبت ۲۱۷
نسبت کی حفاظت ۲۱۸
سیّد محمد نور بخش قاینی کی مہدویت ۲۱۸
ملامتیہ ۲۱۹
کثرت میں شہود وحدت ۲۱۹
جمالِ حق کے مشاہدے کی کاذب صورت ۲۲۰
مکرالٰہی ۲۲۰
پست ہمتی اور بلند ہمتی کی نشانی ۲۲۰
لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ کی تفسیر ۲۲۱
جمادات کی حیوانات سے اثر پذیری ۲۲۱
سماع مزامیر ۲۲۱
دعا میں تقدیم کلمات کی اہمیت ۲۲۲
آداب طعام ۲۲۲
شقاوتِ حال اور سعادتِ حال ۲۲۳
معاملات دُنیوی میں مشغولیت اور یاد حق ۲۲۳
اولیا اللہ کا لوگوں کے ساتھ معاملہ ۲۲۳
گم شدہ نسبت کی بازیابی کا تجربہ ۲۲۴
**مکتوباتِ خواجہ احرار (انتخاب)**
سلطان ابوسعید کے نام خطوط ۲۳۱
بنام سلطان حسین بایقرا ۲۳۲
بنام میر علی شیر نوائی ۲۳۳
بنام خواجہ محی الدین عبدالحق (خواجہ احرار کے پوتے) ۲۳۴
بنام مولانا جامی ۲۳۵

**فہرست مآخذ** ۲۳۷

**ضمیمہ: مزید مطالعہ کے لیے** ۲۵۰

**اشاریہ**

اشخاص ۲۵۹

مقامات ۲۷۰

کتب ۲۷۵

معاشرتی وتہذیبی اعلام (اقوام، سلاسل، طبقات، پیشے، مناصب، زبانیں) ۲۷۹

**تصاویر**

شخصیات ۲۸۹

مزارات، عمارات ۲۹۵

مخطوطات ۳۱۹

مطبوعات ۳۳۴

نقشے ۳۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## مقدّمہ

زد بجهان نوبت شهنشاهی
کوکبۂ فقر عبیداللّهی
آنکه ز حرّیت فقر آگهست
خواجۂ احرار عبیداللّهست
(تحفہ الاحرار، جامی)

## (I)

سلسلۂ نقشبندیہ کی تاریخ میں خواجہ عبیداللہ احرار (۸۰۶-۸۹۵ھ/۱۴۰۴-۱۴۹۰ء)، طبقہ مشائخ سے ایک نادر مثال ہیں۔ ان کی زندگی کا ابتدائی دور مطلق غربت میں گذرا، لیکن عمر کے دوسرے حصّے میں اس قدر مال و دولت اور دنیاوی جائداد کی ریل پیل تھی کہ شمار کرنا مشکل ہے۔ ان کی مدرسہ و مکتب کی تعلیم بہت معمولی تھی، لیکن ان سے جو کچھ نقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصوّف کی اُمہات کتب پر آپ کی گہری نظر تھی۔ وہ "پیری" نہیں کرتے تھے، لیکن مرید کثرت سے تھے۔ وہ صاحبِ اقتدار و حکومت بھی نہیں تھے، لیکن ان کے حضور، شاہان وقت کا ہیبت اور خوف سے پسینہ چھوٹتا تھا اور وہ سب ان کے مطیع فرمان تھے۔

اگر ہم خواجہ احرار کا کارنامہ حیات چار چیزوں میں خلاصہ کرنا چاہیں تو وہ اس طرح ہے:

۱۔ وسطی ایشیا اور قرب و جوار کے علاقوں میں سلسلۂ نقشبندیہ کی ترویج؛
۲۔ وسطی ایشیا میں اسلامی شریعت کی بالادستی کو یقینی بنانا اور حکمرانوں کو اسلامی اقدار اور احکام کا پابند بنانا اور اس سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کرنا؛
۳۔ علاقے کے مظلوم اور ستم رسیدہ عوام کی دادرسی کرنا اور انھیں اخلاقی اور مادّی مدد دینا؛
۴۔ معارفِ تصوّف بیان کرنا (تصانیف، ملفوظات اور مکتوبات کی صورت میں)؛

(II)

وسطی ایشیا کی سیاسی، معاشرتی اور روحانی بساط پر خواجہ احرار کا جو مقام ہے، اس کے پیش نظر، خواجہ احرار کے ہم عصر کئی تذکرہ نویسوں اور تاریخ نگاروں کی توجہ ان کے حالات، ملفوظات اور مقامات لکھنے کی طرف متوجہ رہی۔ ابھی ان کی وفات کو دو عشرے بھی نہیں گذرے تھے کہ چند مستقل کتابیں ان کے بارے میں لکھی جا چکی تھیں۔ رجال کے عمومی تذکرے اور تاریخ کی کتب اس کے علاوہ ہیں جن میں خواجہ احرار کے حالات مذکور ہیں۔

خواجہ احرار کی وفات سے کوئی گیارہ سال بعد، ۹۰۶ھ/ ۱۵۰۰ء میں اُزبکوں نے خواجہ احرار کے وطن سمرقند پر قبضہ کر لیا۔ خواجہ احرار کا خاندان اُزبکوں کے ظلم وستم کا شکار ہوا اور سمرقند سے بے دخل ہو گیا۔ اس بے دخلی اور بے وطنی کی وجہ سے خواجہ احرار پر مزید تحقیقات میں وقفہ آ گیا۔ کوئی ایک صدی بعد، بکھرے ہوئے احراری، اپنے پیشوائے اعظم کے بارے میں از سر نو تحقیقات کی طرف متوجہ ہوئے اور اس ایک صدی کے خلا کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح گیارہویں صدی ہجری کے پہلے نصف تک خواجہ احرار اور ان کے مریدوں اور پس ماندگان کے حالات، مناقب، کرامات، ملفوظات اور تعلیمات پر سات مستقل کتب، فارسی زبان میں تصنیف ہو چکی تھیں۔ ان سات کتب میں سے صرف فخر الدین علی کاشفی سبزواری کی رشحات عین الحیات ہند و سمرقند و ایران سے شایع ہوئی تھی جب کہ بقیہ کتب پر صدیوں سے فراموشی کی دھول پڑی ہوئی تھی۔

(III)

۱۹۸۵ء میں کتب خانۂ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں ایک فارسی مخطوطہ ملفوظات خواجہ احرار (نمبر ۵۸۶۶) میری نظر سے گذرا۔ جوں جوں اس کے اوراق پلٹتا تھا، اس کے مضامین دامنِ دل کھینچتے تھے۔ جب مخطوطہ بند کیا تو اس ارادے کے ساتھ کہ اس پر کام کروں گا اور اسے چھپواؤں گا۔ میں نے ذوق وشوق کے ساتھ اس کی نقل پچاس روز میں تیار کر لی اور ساتھ ہی دو اور نسخوں کا سراغ بھی لگا لیا۔ ابھی دیگر نسخوں سے تقابل کا مرحلہ نہیں آیا تھا کہ میں ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹریٹ کرنے تہران یونیورسٹی چلا گیا اور وہاں تحصیلِ علم کے لیے ملفوظات

کے اسی مجموعہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔

آیندہ صفحات میں خواجہ احرار پر جو مواد قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، یہ دراصل خلاصہ اور اردو ترجمہ ہے اس فارسی تحقیق نامہ کا جو میں نے پہلے پہل ۱۹۹۳ء میں ''تصحیح ملفوظات خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی بہ تحریر و تدوین میر عبدالاوّل نیشاپوری'' کے نام سے دانشکدۂ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تہران کو پیش کیا تھا اور اس پر مجھے فارسی زبان وادب میں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی گئی۔ یہ تحقیق نامہ تہران یونی ورسٹی کے ممتاز اساتذہ ڈاکٹر مہدی محقق، ڈاکٹر مظاہر مصفا اور ڈاکٹر اسمعیل حاکمی کی نگرانی میں لکھا گیا۔ یہ خواجہ احرار کے اُن ملفوظات کی تصحیح و تدوین تھی جو اُن کے خلیفہ اور داماد میر عبدالاوّل نیشاپوری (وفات ۹۰۵ھ/ ۱۵۰۰ء) نے جمع کیے تھے۔ بعد میں جب اس تحقیق نامہ کی اشاعت کا موقع آیا تو میں نے موضوع کی مناسبت سے اس پر خواجہ احرار کے بارے میں مزید تین بنیادی متون کا اضافہ کر دیا۔ اس طرح یہ کتاب احوال و سخنان خواجہ عبیداللہ احرار کے نام سے ایران سے شایع ہوئی (مرکز نشر دانشگاہی، تہران، ۱۳۸۰ش/ مارچ ۲۰۰۲ء، ۸۴۶ صفحات) اس کتاب کے مندرجات حسب ذیل ہیں:

۱۔ مرتّب (عارف نوشاہی) کا ایک مبسوط مقدّمہ، تین حصوں میں:

i. خواجہ احرار پر قدیم سوانحی کتب کا تاریخی ترتیب سے جائزہ؛

ii. خواجہ احرار کے حالات و تصانیف؛

iii. میر عبدالاوّل نیشاپوری کے جمع کردہ ملفوظات خواجہ احرار کا جائزہ اور جامع ملفوظات کے حالات؛

۲۔ ملفوظات خواجہ احرار جمع کردۂ میر عبدالاوّل نیشاپوری کا فارسی متن جو پانچ قلمی نسخوں سے تقابل کر کے تدوین اور تصحیح کیا گیا، مع اختلافات نُسخ، مذکورہ نسخوں کا ایک تطبیقی جدول کہ کون سا ملفوظ کس نسخے میں ہے، تعلیقات، فہرست مآخذ، آخر میں خواجہ احرار سے متعلق عربی، فارسی و ترکی کتب کی فہرست جو ثانوی مآخذ شمار ہوتے ہیں اور میں نے اپنی تحقیق میں استعمال نہیں کیے یا کچھ ایسے مصادر جو مجھے دستیاب نہ ہو سکے۔

۳۔ ملفوظات احرار جمع کردۂ ملا محمد امین کرکی کا فارسی متن، مع مقدّمہ عارف نوشاہی؛ اس مجموعہ ملفوظات کا واحد معلوم نسخہ نیشنل لائبریری آف پاکستان، اسلام آباد میں ہے۔

۴۔ رقعات احرار، مرتبہ و تصحیح کردۂ عارف نوشاہی، یہ مختلف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مآخذ سے دستیاب ہونے والے خواجہ احرار کے ۴۲ فارسی رقعات ہیں۔

۵۔ خوارق عادات احرار، جمع و تدوین مولانا شیخ (یکے از مریدان احرار) کا فارسی متن، بہ تصحیح و مقدمہ عارف نوشاہی۔ یہ خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ (نمبر H.L.2480) اور بایزید لائبریری، استنبول (نمبر 3624) کے قلمی نسخوں پر مبنی ہے۔

میں نے کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار کے تیس مختلف اشاریے بھی تیار کیے تاکہ ایک طرف اس کے مندرجات اور مضامین کا تجزیہ ہو جائے اور دوسری طرف قارئین کے لیے کتاب سے استفادہ سہل ہو سکے۔

عہدِ حاضر میں خواجہ احرار پر ایک طرح سے یہ اوّلین جامع تحقیق تھی، جسے علمی حلقوں میں تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ چنانچہ:

-۲۰۰۲ء میں، کتاب خانہ، موزہ و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی [ ایرانی پارلیمنٹ لائبریری ] کی ایک سالانہ تقریب ''آئین بزرگ داشت حامیان نسخ خطّی'' میں اسے ایران میں شایع شدہ تصوّف کے متون کی تدوین کا بہترین نمونہ قرار دے کر انعام کا حق دار ٹھہرایا گیا اور مرتّب کو ایک توصیفی سند دی گئی۔

- مرمرا یونی ورسٹی، استنبول کی الٰہیات فیکلٹی کے ڈاکٹر نجدت طوسون، جو اس وقت نقشبندیات پر صاحبِ نظر محقق ہیں، انھوں نے اس کتاب پر ایک تنقیدی مقالہ لکھا جس کا اردو ترجمہ ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، کے ترجمان، سہ ماہی فکر و نظر، ج ۳۹، ش ۳، اپریل - جون ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۵-۱۱۹ میں شایع ہوا (جو زیر نظر کتاب میں شامل ہے)۔ بعد میں یہ اصل ترکی زبان میں انقرہ کے پرچہ تصوّف میں بھی شایع ہوا۔ ترکی اشاعت کے کوائف حسب ذیل ہیں:

"Doktor Ârif Nevsâhî, Ahvâl ve Sühanân-i Hâce Ubeydullâh-i Ahrâr, Merkez-i Nesr-i Dânisgâhî, Tahran 1380/2002, 846 pages" hazirlayan (reviewer): Necdet Tosun, *Tasavvuf*, Ankara, 2002, sayi (issue): 9, pp. 449-451.

- مہرداد چترائی کا ایک تبصرہ ''آنکہ زحریت فقرآگہ است'' کے عنوان سے فارسی زبان میں، رسالہ جہان کتاب، تہران، سال ہفتم، شمارہ ۱۹، ۲۰ (بہمن ۱۳۸۱ش/۲۰۰۲ء) صفحات ۱۸-۱۹ میں شایع ہوا۔

- مرکز پژوہش کتاب خانہ، موزہ و مرکز اسناد مجلس شورائے اسلامی، تہران سے وابستہ ایک فاضل، محمد باہر نے ''نگاہی بہ احوال و سخنان خواجہ عبیداللہ احرار'' کے عنوان سے ایک تبصرہ فارسی میں لکھا جو مرکز نشر میراث مکتوب کے ترجمان سہ ماہی آینہ میراث، تہران، دورۂ جدید، سال دوم، شمارۂ اوّل، (مسلسل ۲۴)، بہار، ۱۳۸۳ش/۲۰۰۴ء، ص ۱۰۶-۱۱۲ میں شایع ہوا۔

ڈاکٹر نجدت طوسون میرے کرم فرما ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کی تیاری میں بھی مدد کی تھی۔ ان کے معاملے میں یہ گمان ہوسکتا ہے کہ انھوں نے تبصرہ کرتے وقت دوستی کا لحاظ کیا ہوگا، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ ان کے مقالے کا تنقیدی حصّہ بے حد جاندار ہے؛ محمد باہر کے تبصرے کی اشاعت تک، ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے بے غرضی اور غیر جانب داری سے کتاب کی خوبیوں اور خامیوں پر اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ ان کے تبصرے کا بیشتر حصّہ کتاب میں عربی عبارات یا الفاظ کے نادرست املاء کی نشان دہی پر مبنی ہے۔ جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔

میری کتاب کی اشاعت کے بعد خواجہ احرار کے سلسلے میں کچھ اہم کتب مشرق و مغرب میں شایع ہوئی ہیں، ان کا ذکر بے محل نہ ہوگا:

**۲۰۰۲ء** میں خواجہ احرار اور ان کے کچھ متعلقین اور مریدوں کے خطوط کا ایک مجموعہ مشرقیات پر کتب شایع کرنے والے ہالینڈ کے معتبر اور معروف اشاعتی ادارے بریل اور ابوریحان بیرونی انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند سے باہتمام ڈاکٹر عصام الدین اورن بایف اور پروفیسر جو۔این گروس شایع ہوا (اس کی تفصیل آگے کتاب میں آئے گی)۔ مجھے مذکورہ مجموعہ خطوط کے دونوں مرتّبین سے نیاز مندی حاصل ہے۔ جب میں ۹۳-۱۹۸۹ء میں خواجہ احرار پر اپنا تحقیق نامہ لکھ رہا تھا تو ڈاکٹر اورن بایف سے اس موضوع سے متعلق خط و کتابت ہوتی رہی اور انھوں نے از راہ کرم، تاشقند سے میرے مطلوبہ کئی قلمی نسخوں کے عکس مہیّا کیے تھے۔ فروری ۱۹۹۵ء میں ان سے تہران میں ایک ملاقات بھی ہوئی۔ ڈاکٹر اورن بایف وسطی ایشیا کی تاریخ بعہد آل تیمور پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس مجموعہ خطوط کی شریک مرتّب پروفیسر ڈاکٹر جو-این گروس، دی

کالج آف نیوجرسی، نیوجرسی (امریکہ) کے شعبۂ تاریخ سے وابستہ ہیں اور پچھلے کئی سالوں سے وسطی ایشیا میں سلسلۂ نقشبندیہ اور اس کے خانقاہی نظام پر تحقیقات کر رہی ہیں۔ میں غائبانہ طور پر ان کی تحقیقات کا خوشہ چین تھا ہی اور خواجہ احرار پر اپنی فارسی کتاب میں ان کی تحقیقات کے حوالے دیے ہیں، ۲۰۰۳ء میں ہمارا راست تعارف بھی ہو گیا، جب میں نے ان کا تدوین کردہ مجموعہ خطوط احرار اور انھوں نے خواجہ احرار پر میری کتاب دیکھی اور ہمارے درمیان خط و کتابت اور معلومات کا تبادلہ شروع ہوا۔ جب میں نے خواجہ احرار پر اپنی فارسی کتاب کے ایک حصّے کے اردو ترجمے کا ڈول ڈالا تو پروفیسر جو-این گروس نے اپنے ایک تحسین آمیز خط کے ساتھ اس ترجمے کے لیے ایک تعارفی تحریر انگریزی زبان میں مرحمت فرمائی جو اردو ترجمے کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ مزید خوش وقتی یہ ہوئی کہ فروری ۲۰۰۹ء میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے پروفیسر گروس لاہور تشریف لائیں تو اُن سے ملاقات ہوئی اور اس ترجمے کا قبل از طباعت نسخہ انھوں نے ملاحظہ کیا اور اپنی تقریظ میں ایک دو معمولی اصلاحیں کیں۔

۲۰۰۴ء میں ایک جاپانی محقق ماسوتو موکاواموتو نے مقامات خواجہ احرار کا فارسی متن اور جاپانی ترجمہ، ٹوکیو سے دو جلدوں میں شایع کیا۔ یہی رسالہ میں پہلے خوارق عادات خواجہ عبیداللہ احرار کے نام سے شایع کر چکا تھا (اس کا ذکر کتاب کے پہلے باب میں ہوگا)۔

۲۰۰۷ء میں تاشقند سے اُزبک مصنفہ Kadyrova Mukhlisabony Turgunova کی روسی زبان میں خواجہ احرار پر ایک اہم کتاب شایع ہوئی۔ کتاب کے روسی سرورق کی انگریزی نقل حرفی اور اس کا اردو متبادل کچھ اس طرح ہے:

***Zhitiia Khodja Akhrara: Opytsistemhogo analiza po rekonstuktsii biografii Khodja Akhrara iistorii roda Akhraridov***

''حیات خواجہ احرار: خواجہ احرار کی حیات اور ان کے خاندان کی تاریخ کی تشکیل نو کا ایک نظامیاتی جائزہ''
(اس کا ذکر کتاب کے پہلے باب میں ہوگا)۔

اس طرح اب خواجہ احرار پر ابتدائی اور بنیادی مآخذ میں سے صرف سلسلۃ العارفین و

تذکرۃ الصدیقین ہی ایک ایسی کتاب باقی بچی ہے جو تاحال شایع نہیں ہوئی۔

اردو زبان میں مشایخ نقشبندیہ کے حالات پر جو عمومی تذکرے لکھے گئے ہیں، ان سبھی میں خواجہ احرار کے حالات موجود ہیں۔ یہ عام طور پر مولانا جامی کی نفحات الانس من حضرات القدس اور مولانا کاشفی کی رشحات عین الحیات سے مأخوذ ہیں اور کسی نئی تحقیق کے حامل نہیں ہیں۔

مولانا محمد ہاشم کشمی نے نسمات القدس من حدایق الانس (سال تصنیف ۱۰۳۹ھ/۳۰-۱۶۲۹ء) کے ایک باب میں خواجہ احرار کے ان بلاواسطہ اور بالواسطہ مریدوں کا ذکر کیا ہے جو صاحبِ رشحات سے چھوٹ گئے تھے یا ان کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا تھا۔ نسمات القدس کا فارسی متن تاحال شایع نہیں ہوا، تاہم اس کا اردو ترجمہ سیّد محبوب حسن واسطی نے کیا ہے، جو مکتبہ نعمانیہ، سیال کوٹ سے صفر ۱۴۱۰ھ، ۲۹۶ صفحات میں شایع ہو چکا ہے۔

خواجہ احرار پر پہلی مستقل اردو کتاب، حافظ مولوی محمد تقی انور علوی کاکوروی کی تصنیف کردہ ہے جو حضرت سلطان الاولیاء خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی کے نام سے کتب خانۂ انوریہ تکیہ شریف کاظمیہ، کاکوری، ضلع لکھنو سے ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، میں شایع ہوئی۔

ایک اور اردو رسالہ جس کا سرورق تذکرۂ خواجہ عبید اللہ احرار یعنی مختصر حالات جناب قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ہادی اولیاے زمان، پیشواے علماے دوران، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی مجدّدی [کذا] رحمۃ اللہ علیہ ہے، ملک فضل دین، ملک چنن دین و ملک تاج دین ککے زئی، ناشران لاہور نے مطبع مشہور عالم سے چھپوا کر بلا تاریخ، ۱۲ صفحات میں شایع کیا تھا۔ یہ رسالہ خواجہ احرار کا تذکرہ ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ ایک فارسی رسالہ پاس انفاس جسے مولانا جامی سے منسوب کیا جاتا ہے، کا اردو ترجمہ ہے۔ ناشرین قارئین کو کس طرح دھوکہ دیتے ہیں، اس رسالہ کا سرورق اس کی بیّن مثال ہے!

## زیرِنظر تذکرہ اور ترجمہ

احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار جب ۲۰۰۲ء میں تہران سے شایع ہو کر پاکستان پہنچی تو یہاں کے علمی حلقوں، بالخصوص حضراتِ نقشبندیہ مجدّدیہ نے اسے بے حد پسند کیا اور عام طالبانِ

طریقت کے استفادہ کے لیے اسے اردو میں منتقل کرنے کی ضرورت پر زور دیتے رہے۔ میں پہلے ہی اپنی زندگی کے دس سال بڑی جان فشانی سے اس کتاب کی فارسی روایت کی تیاری، تحقیق اور اشاعت میں صرف کر چکا تھا، اب اسے اردو میں ڈھالنا میرے لیے ایک تھکا دینے والی دماغی مشق تھی۔ اس موضوع پر دس سال شب و روز کام کر چکنے کے بعد میرے لیے کوئی طراوت نہیں تھی اور نہ ہی میں اپنی زندگی کے مزید چند سال اپنی ہی ایک تحقیق کو ترجمہ کرنے میں صرف کرنے کے حق میں تھا۔ یہ کام کوئی دوسرا شخص آسانی سے کر سکتا تھا جو تصوّف کے پس منظر کے ساتھ فارسی زبان خوب جانتا ہو اور اردو زبان و بیان پر پوری قدرت رکھتا ہو۔ سب سے پہلے پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول للّٰہی (مصنف تاریخ مشائخ نقشبندیہ) نے اس کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے انھیں تہران سے کتاب کا نسخہ منگوا دیا، لیکن انھوں نے اس بھاری پتھر کو چوم کر رکھ دیا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ جنوری ۲۰۰۴ء کی ایک سرد آگین شام کو جب میں لاہور میں اپنے دوستِ مکرّم ڈاکٹر معین نظامی صاحب کے ''درویش خانہ'' پر حاضر ہوا تو وہاں ڈاکٹر شعیب احمد بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ نظامی صاحب نے بے تکلفی سے اُن سے کہا کہ آپ کے آبا واجداد سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں، لہٰذا آپ کا بھی فرض بنتا ہے کہ اپنے آبائی سلسلہ کی کوئی علمی خدمت کریں! شعیب احمد صاحب نے تُرت جواب دیا: ''آپ ہی کوئی خدمت تفویض کریں۔'' میں نے ان کے منہ سے بات چھینی اور کہا: ''اگر یہ بات ہے تو آپ خواجہ احرار پر میری فارسی کتاب کا اردو ترجمہ کر دیں!'' دونوں نے خوش دلی کے ساتھ اس تجویز کو سراہا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ اتنی ضخیم کتاب کا اگر ترجمہ کر بھی دیا جاتا تو پاکستان میں کوئی ناشر اس پر سرمایہ لگانے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ لہٰذا طے یہ پایا کہ اس کتاب کا مقدّمہ، جو خواجہ احرار کے حالات پر مبنی ہے، اسے اردو میں منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس مقدّمہ کے ایک اہم اور مفصّل حصّے کا ترجمہ ڈاکٹر شعیب احمد نے خوش اسلوبی سے انجام دیا اور باقی ماندہ حصّوں کا ترجمہ میں نے خود کیا۔[1] اشاعت سے قبل اس

---

۱- ڈاکٹر شعیب احمد صاحب نے فارسی روایت (طبع تہران)، صفحات ۲۹ تا ۸۲، سطر ۴ کا حواشی سمیت ترجمہ کیا۔ میں نے ص ۷ تا ۲۵ اور ص ۸۲، س ۵ تا ۹۴ کے علاوہ صفحات ۹۸ تا ۱۱۵ بعض مضامین سے اخذ و ترجمہ کیا اور ملفوظات اور مکتوبات کا ایک انتخاب تیار کر کے اسے اردو میں منتقل کیا۔ ان جزئیات کا اظہار محض مترجمین کی علمی ذمہ داری کے تعین کے علاوہ، اسلوب ترجمہ میں دوگانگی کی وجہ ظاہر کرنا بھی ہے۔

ترجمہ میں وہ تمام ترمیمات اور اصلاحات داخل کردی گئیں جو میری فارسی کتاب کی اشاعت کے بعد احباب کے تبصروں یا خود اپنے ہی مطالعے کی روشنی میں سامنے آئیں تھیں۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کتاب کا یہ حصّہ میری ۱۹۹۳ء کی تحقیق کا نظر ثانی شدہ اردو ایڈیشن ہے۔ خواجہ احرار کے ملفوظات اور مکتوبات سے ایک انتخاب خود میں نے تیار کیا اور اسے اردو میں منتقل کیا اور موضوع کے تقاضے کے پیش نظر خواجہ احرار کے حالات میں جہاں جہاں ان سے استناد ہوسکتا تھا، کیا اور باقی کو جداگانہ شاملِ اشاعت رکھا۔ ان تمام ترمیمات، اضافات اور مضامین کے آگے پیچھے ہو جانے کے باعث کئی ایک مقامات پر اردو ترجمے کی ترتیب فارسی روایت (طبع تہران) کے مطابق نہیں رہی۔ محتاط الفاظ میں خواجہ احرار کے اس تذکرہ کو محض ترجمہ نہیں، بلکہ تصنیف و ترجمہ کہا جاسکتا ہے۔ باایں ہمہ، اس بات کی تاکید ضروری سمجھتا ہوں کہ ترجمہ کبھی نص کا بدل نہیں ہوسکتا، لہذا اس کتاب کی فارسی روایت (طبع تہران) کو اب بھی نص کا درجہ حاصل ہے، اسی لیے میں نے زیرنظر تذکرہ میں کوئی فارسی نص یا اقتباس شامل نہیں کیا ہے، یہ نصوص طبع تہران میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ محققین سے میری خاص طور پر درخواست ہے کہ انھیں خواجہ احرار کے سلسلے میں اگر میری تحقیق سے استناد کرنا ہو تو وہ فارسی روایت سے کریں۔

جب میں نے فارسی کتاب تیار کی تھی اس وقت میرے مآخذ میں سے چند کتب و رسائل ابھی قلمی صورت میں تھے۔ بعد میں یہ شایع ہوگئے۔ اِس ترجمہ میں اب قلمی کی بجائے بعض شایع شدہ مآخذ کا حوالہ دیا گیا ہے جیسے تاریخ رشیدی۔ بعض شایع شدہ معتبر مخطوطات سے استناد اس ترجمہ میں علی حالہ باقی ہے اور اسے مطبوعہ ایڈیشنوں سے بدلنے کی کوشش نہیں کی گئی جیسے خوارق عادات خواجہ احرار، جس کے دو ایڈیشن موجود ہیں۔ البتہ فہرست مآخذ میں ان مخطوطات کے آگے ان کے مطبوعہ ایڈیشنوں کی وضاحت کردی گئی ہے۔

فارسی کتاب میں حوالوں اور استناد کا اہتمام، کتب کے نام پر کیا گیا تھا، یہی روش ترجمے میں بھی اپنائی گئی ہے اور اسی نظام کے تحت، فہرست مآخذ بھی ترتیب دی گئی ہے۔ ہر چند ایک جدید طریقہ، مصنّف کے نام پر حوالہ دینا بھی ہے، لیکن ہمارے ہاں، قارئین کتاب کے نام سے زیادہ مانوس ہیں، اس لیے مشرقی روایت کی پیروی کی گئی ہے۔

چونکہ خواجہ احرار کی کرامات کا بیان، متداول تذکروں میں مل جاتا ہے اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بھی دستیاب ہے؛ لہذا میں نے اپنی اس کتاب میں ان کے خوارق عادات اور کرامات پر الگ سے کوئی عنوان نہیں باندھا۔ خواجہ احرار کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ وسطی ایشیا، جنوبی ایشیا اور ایشیائے صغیر میں اسلامی معارف اور تہذیبی اقدار کا جو چرچا آج تک ہے، وہ ان کے توسط سے سلسلۂ نقشبندیہ کی ان علاقوں میں آمد سے ہے۔ فیض و کرامت کا جو آفتاب تاشقند و سمرقند کے افق پر چمکا اس کی شعاعیں وَخش سے کابل اور سرہند تک پہنچیں اور جنوبی ایشیا کو منوّر کرتے ہوئے، دہلی سے بغداد تک گئیں اور استنبول کو بقعہ نور اسلام بنایا۔

میں ان تمام احباب کا تہ دل سے سپاس گزار ہوں جو کسی نہ کسی طرح اس تحقیق و ترجمہ کو پیش کرنے میں میرے مددگار رہے۔ خاص طور پر ڈاکٹر **شعیب احمد**، استاد شعبۂ فارسی اورینٹل کالج، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور جنھوں نے ترجمہ شدہ مسودہ کے ایک بار گم ہوجانے کے باوجود ہمّت نہیں ہاری اور اسے دوبارہ ترجمہ کیا۔ **پروفیسر ڈاکٹر جو۔این گروس** نے خاص اس ترجمہ کے لیے تقریظ لکھی اور میری دسترس سے دور کچھ معلومات مہیّا کیں۔ خواجہ احرار اور ان کے مشائخ کے مزارات کی تصاویر کے سلسلے میں مجھے بہت دقّت رہی ہے۔ چونکہ خود وہاں جانا مقدور نہ تھا، سو جو آشنا مسافر اُس دیار کو جاتا اس سے کہتا کہ وہ بطور خاص وہاں جائے اور تصاویر بنا کر بھیجے۔ چنانچہ میرے کئی غیر ملکی کرم فرماوں نے وہاں کی تصاویر بنائیں اور مجھے بھیجیں۔ اس مقام پر جاپانی سیّاح خاتون سوچیو کوماکی (Sochiyo Komaki)، ایرانی دوست مہندس **محمد** باقری، سکاٹ لینڈ میں مقیم پاکستانی ڈاکٹر حسن بیگ اور امریکی پروفیسر ڈاکٹر جو۔این گروس۔

⌑ ⌑ ⌑

آخر میں تحدیث نعمت کے طور پر ایک بات عرض کرتا ہوں۔ ۱۹۹۲ء سے لے کر اب تک، میں نے اپنی زندگی کے کتنے ہی شب و روز خواجہ احرار کے ذکر و فکر میں گذارے ہیں۔ نوّے کی

دہائی میں، عالم بیداری میں یہ ذکر وفکر اس قدر مجھ پر غالب تھا کہ عالم خواب میں بھی خود کو یہی کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ خواجہ احرار نے اپنے اوائل حال کی ایک کیفیت بتائی ہے کہ ذکر کا غلبہ ان پر اس قدر زیادہ تھا کہ وہ ہوا اور درختوں سے بھی ذکر کی آواز سنتے تھے۔ میں یہ جسارت ہرگز نہیں کر رہا کہ اپنا موازنہ خواجہ احرار کی کسی باطنی کیفیت سے کروں، یہ تمثیل محض اظہارِ حال کے لیے ہے۔ جب سے لے کر اب تک یہ کتاب خوش بختی کا ہما بن کر میرے سر پر سایہ افگن ہے اور میں اس کے معنوی اور مادّی فیوض و برکات سے مسلسل بہرہ ور ہو رہا ہوں، جو بالکل خواجہ احرار کی شخصیت کا پرتو ہے کیوں کہ وہ صاحبِ حال بھی تھے اور صاحبِ مال بھی۔

اب ایک ہی آرزو ہے کہ سمرقند جاؤں اور آستانِ خواجہ احرار پر جبینِ نیاز جھکاؤں اور قبر مبارک پر شاخہ گل کے ساتھ اپنی یہ دو کتابیں بھی رکھوں۔

گفتم کہ بہ تحفہ نزد آن شاہ
دستم چو تہیست، جان گشایم
وز بہر نثار این چنین لطف
با روح روان روان گشایم

بندۂ درگاہی

**عارف نوشاہی**

ادارۂ معارف نوشاہیہ
۶۹ ماڈل ٹاؤن، ہمک، اسلام آباد
جمعۃ المبارک، ۲۹ ذیقعدہ ۱۴۲۹/ ۲۸ نومبر ۲۰۰۸
نظر ثانی: ۴ مارچ ۲۰۰۹ء

مکتوب

ڈاکٹر جو این گروس

پروفیسر شعبہ تاریخ، دی کالج آف نیوجرسی، نیوجرسی

Dear Arif Naushahi,

Salam. I hope you have been well. Attached please find my preface to your Urdu translation of the *muqaddama* of your book, *Ahval o Sukhanan-i Khwaja 'Ubayd Allah Ahrar*. It is indeed a pleasure to write the preface to your outstanding publication. As I looked more carefully at your book I realized even more the great contribution you have made on so many levels - in terms of paleography and historiography, in terms of your wonderful work in editing and commenting on the texts and the variances, and on the organization of information, and your wonderfully useful indices. Thank you!

Please feel free to make an editorial changes to my preface that you see fit, particularly in making the Urdu translation readable and understandable. I tried to be fairly brief in my remarks since you have really said it all in your *muqaddama*. Please let me know if you have received the

<u>مکتوب</u>

ڈاکٹر جو-این گروس
پروفیسر، شعبۂ تاریخ، دی کالج آف نیوجرسی، نیوجرسی

Dear Arif Naushahi,

*Salam*. I hope you have been well. Attached please find my preface to your Urdu translation of the *muqaddama* of your book, ***Ahval o Sokhnan-i Khw ja 'Ubayd Allah Ahr r***. It is indeed a pleasure to write the preface to your outstanding publication. As I looked more carefully at your book I realized even more the great contribution you have made on so many levels - in terms of paleography and historiography, in terms of your wonderful work in editing and commenting on the texts and the variances, and on the organization of information, and your wonderfully useful indices. Thank you!

Please feel free to make an editorial changes to my preface that you see fit, particularly in making the Urdu translation readable and understandable. I tried to be fairly brief in my remarks since you have really said it all in your *muqaddama*. Please let me know if you have received the

attachment successfully. I will be away from Dushanbe from 27 April to 4 May in Zerafshon valley.

Have you received the copies of the Dushanbe letters?

With best wishes,

Ba ehtaram,

Jo-Ann

## مکتوب

(ترجمہ)

عزیز عارف نوشاہی

سلام،

مجھے امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اس خط کے ساتھ اپنا وہ دیباچہ بھیج رہی ہوں جو میں نے آپ کی کتاب احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار کے مقدمہ کے اردو ترجمہ کے لیے لکھا ہے۔ بلاشبہ میرے لیے آپ کی اس وقیع کتاب کے [ترجمہ کے] لیے دیباچہ لکھنا باعث مسرت ہے۔

میں نے آپ کی کتاب کو ایک بار پھر بڑے غور سے دیکھا تو مجھے پہلے سے بھی زیادہ باور ہوا کہ آپ نے [تحقیق کی] مختلف سطحوں پر کس قدر خوب کام کیا ہے یعنی قدیم نسخوں کی دریافت کے علم اور تاریخ شناسی کے نقطہ نظر سے، متون کی شان دار تدوین، تصحیح، تعلیقہ نگاری اور ان کے اختلافات ضبط تحریر کرنے کے حوالے سے، معلومات کو سلیقے سے جمع کرنے کے حوالے سے، اور آپ کے تیار کردہ حیران کن مفید اشاریے۔ ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔

آپ کو اختیار ہے کہ میرے اس دیباچہ میں، تدوین کی غرض سے، بالخصوص اس کے اردو ترجمہ کو رواں اور قابل فہم بنانے کے لیے جو مناسب سمجھیں، ترمیمات کر لیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اپنے تبصرہ میں اختصار سے کام لیا ہے، کیوں کہ آپ نے حقیقتاً اپنے مقدمہ میں سب کچھ پہلے ہی کہہ رکھا ہے۔ اگر آپ کو یہ لف [دیباچہ] مل جائے تو مجھے اطلاع کیجیے گا۔ میں ۲۷ اپریل سے ۴ مئی تک دوشنبہ سے باہر، وادی زرافشاں میں رہوں گی۔

کیا آپ کو [خواجہ احرار کے] خطوط کا نسخہ دوشنبہ مل گیا؟

نیک خواہشات کے ساتھ

بااحترام

جو-این

attachment successfully. I will be away from Dushanbe from 27 April to 4 May in Zerafshan valley.

Have you received the (copie) of the Dushanbe letters?

With best wishes,

Ba ehtiram,

[illegible]

[illegible]

[illegible]

# PREFACE

2004 AD marks the 600th anniversary of the birth of the esteemed and renowned Naqshbandi *pir* of fifteenth-century *Mawarannahr*, Khw ja `Ubayd Allah Ahr r (1404-1490). Khwaja Ahrar's exemplary spiritual, social, political, and economic role in Central Eurasia distinguishes him as an extraordinary *Sufi shaykh* whose life was devoted to both his inner spiritual journey and training of *murids* and *khalifas*, and his worldly activities intended to uphold the *Shari'ah* and maintain peace and justice in the sovereign domain and among the Muslim populace in the late Timurid period. As scholars and students of Sufism and the social history of Central Eurasia, we are blessed with an unusually broad range of primary sources on the life, sayings, activities, and writings of Khwaja Ahrar. Dr. Arif Naushahi's publication, ***Ahval o Sokhnan-i Khw ja 'Ubayd Allah Ahr r***, has significantly advanced our understanding of Khwaja Ahrar and revealed the impressive extent to which his life and activities have been documented.

Previous to the publication of Dr. Naushahi's book, the only published biographical text available on Khwaja Ahrar was the well known *Rashahat-i `ayn al-hayat* of Fakhr al-Din Kashifi. Dr. Naushahi's book makes three earlier and very important hagiographical sources on Khwaja Ahrar available to readers for the first time: *Masmu'at*, by Mir Abd al-Avval Nishapuri (also known as *Malfuzat-i Ahrar*), the anonymous *Malfuzat-i Khwaja Ahrar*, and the *Manaqib-i Ahrar* (also

known as *Khawariq-i `Adat-i Khwaja `Ubayd Allah Ahrar*). Dr. Naushahi's work reveals not only the significance of the *malfuzat* tradition in post-Mongol Central Eurasia, but also the degree to which Khwaja Ahrar's *murids* dedicated themselves to recording and memorializing his life, sayings, and activities. In addition to the three hagiographical sources, Dr. Naushahi's book includes a collection of forty two of Khwaja Ahrar's letters gathered from various literary sources and manuscript collections which were addressed to the Timurid Sultans Abu Sa'id and Ahmad Mirza, to `Abd al-Rahman Jami and `Ali Shir Nava'i at the Timurid court in Herat, and to his murids, various *shaykhs*, and close relations. Dr. Naushahi's book, when supplemented with the publication of Khwaja Ahrar's letters from the Tashkent autograph manuscript, *Majmu`a-i murasalat*, the publication of Khwaja Ahrar's *waqfs* and purchase deeds, and other historical and literary sources detailed in this publication, provide us with a close-hand, detailed, and multi-layered perspective on the spiritual, social, economic, and political contributions of Khwaja `Ubyayd Allah Ahrar and the legacy that he left behind for future generations.

Dr. Naushahi's meticulous comparative analysis of textual variances between the manuscript sources, specifically the oldest Islamabad GanjBakhsh Library copy of `Abd al-Avval's *Malfuzat- Ahrar*, as compared with four other manuscript copies from Tehran, Islamabad, and Lucknow, and his analysis of the Patna and Istanbul copies of the *Khawariq-i `adat-i Khwaja `Ubayd Allah Ahrar*, contribute greatly to our knowledge of the paleographic aspects of the texts and the

character of their compilation over time. His extensive commentary on the texts and the useful indices will prove useful to scholars for years to come.

It is a special pleasure for me to introduce the Urdu translation of the *Muqaddama* of my colleague Dr. Naushahi's ***Ahval o Sukhnan-i Khwaja `Ubayd Allah Ahrar*** on the occasion of the 600th anniversary of Khwaja Ahrar's birth. The copious information he provides in this edition about the written sources on Khwaja Ahrar and his descendants, the significance of the manuscript sources, his family background, education, spiritual training, spiritual and worldly activities, his political and economic roles, and the historical record of the Ahrari family in Pakistan and Hind, sheds light on the exceptional career and important legacy of Khwaja `Ubayd Allah Ahrar in Central Eurasia, Pakistan, India, Iran, and indeed, the entire Islamic world.

**Jo-Ann Gross**
Dushanbe, Tajikistan
April 24, 2004

---

i. Fakhr al-Din `Ali b. al-Husayn al-Va`iz Kashifi, *Rashahat-i `ayn al-hayat*, ed. `Ali Asghar Mu`iniyan, 2 vols. (Tehran, 1356/1977).

ii. Jo-Ann Gross and Asom Urunbaev, *The Letters of Khwaja `Ubayd Allah Ahrar and his Associates* [Persian transcription, English translation and introductory chapters, Persian facsimile of the original manuscript] (Brill, 2002).

iii. O.D. Chekhovich, *Samarkandskie dokumenty XV-XVI vv.* [The Samarkand Documents of the 15th-16th Century; Russian translation with Persian transcription and facsimile of the original documents] (Moscow,1974).

# دیباچہ

## (ترجمہ)

سال ۲۰۰۴ء کو پندرھویں صدی عیسوی میں ماوراء النّہر میں سلسلۂ نقشبندیہ کے نہایت ذی وقار اور نام ور پیر، خواجہ عبیداللہ احرار (۱۴۰۴-۱۴۹۰ء) کے چھے سو سالہ یوم ولادت کا سال قرار دیا گیا ہے۔ وسطی یوروایشیا میں خواجہ احرار کا روحانی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی مثالی کردار انھیں ایک غیر معمولی صوفی شیخ کے طور پر ممتاز کرتا ہے، جن کی زندگی ایک طرف اپنے باطنی روحانی سفر اور مریدوں اور خلفا کی تربیت کے لیے وقف تھی اور دوسری طرف دنیاوی امور میں اُن کی دل چسپی محض تیموری سلطنت کے دورِ آخر میں خود مختار علاقے میں شریعت کی بالادستی قایم کرنے اور مسلم آبادی کو انصاف اور امن مہیا کرنے کے لیے تھی۔

تصوّف اور وسطی یوروایشیا کے محققین اور طالب علموں کو اگرچہ خواجہ احرار کی سوانحِ حیات، ملفوظات، کارناموں اور تصانیف پر اچھا خاصا مواد مل جاتا ہے، تاہم ڈاکٹر عارف نوشاہی کی کتاب احوال و سخنانِ خواجہ عبیداللہ احرار، خواجہ احرار کے بارے میں ہماری تفہیم کو بہت آگے تک لے جاتی ہے اور اس میں خواجہ احرار کے سوانحِ حیات اور کارناموں کو انتہائی موثر انداز میں مستند طریقے سے اجاگر کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر نوشاہی کی کتاب سے پہلے، خواجہ احرار کے سوانحِ حیات پر دستیاب واحد مطبوعہ مأخذ، فخر الدین علی کاشفی کی معروف تصنیف رشحات عین الحیات ہے۔ (۱) لیکن ڈاکٹر نوشاہی کی کتاب سے قارئین کو پہلی بار خواجہ احرار پر مزید تین بے حد اہم اور قدیم سوانحی مآخذ تک رسائی ممکن ہوئی ہے۔ یہ تین مآخذ ہیں:

مسموعات میر عبدالاوّل نیشاپوری (جو ملفوظات احرار کے طور پر بھی مشہور ہے)؛

ملفوظات خواجہ احرار کا ایک اور مجموعہ جس کا مرتّب نامعلوم ہے؛

مناقبِ احرار (جو خوارق عادات خواجہ عبید اللہ احرار کے نام سے بھی مشہور ہے)۔

ڈاکٹر نوشاہی کی تالیف نہ صرف وسطی یوروایشیا کے مابعد منگول عہد میں ملفوظات نویسی کی روایت کی اہمیّت کو واضح کرتی ہے، بلکہ اس بات کو بھی عیاں کرتی ہے کہ خواجہ احرار کے مرید کس حد تک اپنے شیخ کے واقعات زندگی، ملفوظات اور کارناموں کو قلم بند کرنے اور ان کی یادوں کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتے تھے۔ مذکورہ تین سوانحی مآخذ کے علاوہ ڈاکٹر نوشاہی کی اس کتاب میں خواجہ احرار کے ۴۲ رقعات بھی شامل ہیں جو مرتّب نے مختلف ادبی مآخذ اور مجموعہ ہائے مخطوطات سے حاصل کیے ہیں۔ یہ رقعات تیموری سلاطین ابوسعید اور احمد میرزا، عبدالرحمان جامی، ہرات میں تیموری دربار کے وزیر، علی شیر نوائی اور کچھ دیگر مریدوں، مشائخ اور قریبی رشتہ داروں کے نام ہیں۔ ڈاکٹر نوشاہی کی کتاب تاشقند میں محفوظ خواجہ احرار کے خطوط کے خودنوشت نسخے مجموعہ مراسلات (مطبوعہ)،[۲] خواجہ احرار کے وقف ناموں اور بیع ناموں (مطبوعہ)[۳] اور دیگر تاریخی اور ادبی مآخذ کے حوالوں سے مزیّن ہے اور ہمیں خواجہ عبید اللہ احرار کے روحانی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی کردار پر براہ راست، مفصّل اور ہمہ جہت مواد فراہم کرتی ہے۔

ڈاکٹر نوشاہی نے بڑی باریک بینی سے مخطوطات کے تقابل اور اختلاف نُسخ کا اہتمام کیا ہے، بالخصوص میر عبدالاوّل نیشاپوری کے مرتّبہ ملفوظات احرار کے قدیم ترین نسخہ مخزونہ کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد کا تہران، اسلام آباد اور لکھنو میں موجود چار دیگر نسخوں سے تقابل اور خوارق عادات خواجہ احرار کے پٹنہ اور استنبول کے دو نسخوں کے تجزیہ نے، مختلف ادوار میں متون کی تدوین کے طریقے اور نسخہ شناسی پر ہماری معلومات پر بے حد اضافہ کیا ہے۔ مزید یہ کہ اس کتاب میں شامل متون پر مرتّب کی فاضلانہ تعلیقات اور بے حد کارآمد اشاریوں نے اسے بلاشبہ مستقبل میں محققین کے لیے مفید بنا دیا ہے۔

مجھے بے حد مسرّت ہے کہ میں اپنے دوست ڈاکٹر نوشاہی کی کتاب احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار کے مقدّمہ کے اردو ترجمہ کا تعارف، ایسے موقع پر کروا رہی ہوں جب خواجہ احرار کی ولادت کی چھے سو سالہ تقریبات منائی جا رہی ہیں۔ اس مقدّمہ میں انھوں نے خواجہ احرار اور ان کے اخلاف پر دستیاب سوانحی مآخذ پر مفصّل معلومات بہم پہنچائی ہیں، قلمی مآخذ کی اہمیّت کو واضح کیا ہے اور خواجہ احرار کا خاندانی پس منظر، حصولِ تعلیم، روحانی تربیت، دنیوی و روحانی سرگرمیاں،

سیاسی اور معاشی کردار اور برصغیر پاک و ہند میں احراری خاندان کا تاریخی ریکارڈ بیان کرتے ہوئے دراصل وسطی یوروایشیا، پاکستان، ہندوستان، ایران، بلکہ تمام عالم اسلام میں خواجہ عبید اللہ احرار کے غیر معمولی کردار اور ان کی اہم وراثت پر روشنی ڈالی ہے۔

جو-این گروس

دوشنبہ، تاجیکستان

۲۴ اپریل ۲۰۰۴ء

## حواشی

۱- فخر الدین علی بن الحسین الواعظ کاشفی، رشحات عین الحیات، بہ تصحیح علی اصغر معینیان، تہران، ۱۳۵۶ شمسی/ ۱۹۷۷ء، ۲ جلد

۲- جو- این گروس اور عصام ارونبایف، خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط [فارسی نقل، انگریزی ترجمہ اور تعارفی ابواب، اصل فارسی مخطوطہ کا عکس]، بریل، ۲۰۰۲ء

۳- او-ڈی- چیخووچ، اسنادِ سمرقند: ۱۵-۱۶ ویں صدی [روسی ترجمہ، فارسی نقل، اصل اسناد کا عکس]، ماسکو، ۱۹۷۴ء

# انتقادی مقالہ

ڈاکٹر نجدت طوسون
ایسوسی ایٹ پروفیسر، الہیات فیکلٹی، مرمرا یونیورسٹی، استنبول

حال ہی میں ایک نہایت اہم اور ضخیم کتاب احوال وسخنانِ خواجہ عبید اللہ احرار کے نام سے، جسے پاکستانی محقق ڈاکٹر عارف نوشاہی نے مرتّب، مدوّن اور تصحیح کیا ہے، ایران کے ایک موقر اشاعتی ادارے، مرکز نشر دانشگاہی (ایران یونیورسٹی پریس)، کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ یہ وسطی ایشیا میں تصوّف کی تاریخ کے بارے میں بالعموم اور سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ، خواجہ عبید اللہ احرار (م ۸۹۵ھ) کے بارے میں بالخصوص اب تک تصنیف اور طبع ہونے والی سب سے اہم اور تحقیقی کتاب ہے۔ اس کتاب کا ایک حصّہ سب سے پہلے ۱۹۹۳ء میں مرتّب نے تہران یونیورسٹی کے دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی میں ڈاکٹریٹ کے مقالے کے طور پر پیش کیا تھا۔ بعد میں اس پر اضافات کر کے اور چند ضمیمے لگا کر موجودہ مبسوط شکل میں شائع کیا ہے۔

مرتّب نے اپنے مقدّمے کو تین حصوں میں پھیلایا ہے:

پہلا حصّہ خواجہ احرار کے سوانح حیات پر بنیادی مآخذ کے تعارف اور اُن کے سوانح نگاروں کے حالات پر مبنی ہے؛

دوسرے حصّے میں خواجہ احرار کے حالات اور تصانیف، اولاد اور خلفا پر جامع معلومات پیش کی گئی ہیں؛

تیسرے حصّے میں خواجہ احرار کے ملفوظات کے ایک مجموعے کے جامع میر عبد الاوّل نیشاپوری (م ۹۰۵ھ) کے حالات اور ملفوظات کا فارسی متن بہ تصحیح و تحقیق شامل کیا ہے۔ مرتّب نے یہ متن معتبر قلمی نسخوں کی بنیاد پر تیار کیا اور اِس پر جامع تعلیقات بھی لکھی ہیں۔ تعلیقات کے بعد مرتّب نے اپنے فارسی، عربی، ترکی، اردو، انگریزی اور روسی مآخذ کی فہرست دی ہے۔

یہاں تک کا مواد مرتّب کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔ اس کے بعد اِس مقالے کی اشاعت کے وقت تین مزید متون ضمیمے کے طور پر شامل کیے گئے جو خواجہ احرار ہی سے متعلق ہیں۔ وہ متون حسبِ ذیل ہیں:

۱- ملفوظات احرار، مرتبہ محمد امین کرکی،

۲- رُقعاتِ احرار، خواجہ احرار کے ۲۴۲ رُقعے، معاصر حکمرانوں، مریدوں اور دوستوں کے نام،

۳- خوارق عادات احرار، تصنیف: مولانا شیخ (خواجہ احرار کے مرید).

ڈاکٹر نوشاہی نے ان تین ضمائم کے مقدّمے الگ الگ لکھے ہیں جن میں مصنفین کے حالات اور کتابوں کی اہمیّت پر تبصرہ شامل ہے۔

آخر میں ایک نہایت ہی جامع اشاریہ دیا' جو علیحدہ علیحدہ تیس مختلف موضوعات پر محیط ہے۔ یہ کسی متن کے موضوعات کے تجزیے کی عمدہ مثال ہے۔

مقدّمے کے دوسرے حصّے ''احوال و آثار احرار'' میں خواجہ احرار کی حیات، شخصیت، اصل و نسب اور تصانیف پر جو مواد پیش کیا گیا ہے وہ مرتّب کی دقیق کاوش کا مظہر ہے، اور اِس کے حوالے سے خواجہ احرار کے بارے میں کئی ابہامات رفع ہو گئے ہیں اور اُن سے متعلق اہم موضوعات سامنے آئے ہیں۔

خواجہ احرار سے متعلق جو چار فارسی متون پیش کیے گئے ہیں وہ چاروں بنیادی اہمیّت اور حیثیت کے حامل ہیں۔ مرتّب نے معتبر مخطوطات کی بنیاد پر تصحیح، تقابل اور تحقیق کا کام انجام دیا ہے، اعراب لگائے ہیں اور ملفوظات کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کے لیے پیرا گرافوں کو نمبر دیے ہیں۔ تعلیقات کے حصّے میں تمام ضروری توضیحات دی ہیں۔ ضمائم میں ملفوظات احرار مرتّبہ محمد امین کرکی، خواجہ احرار سے متعلق ایک ایسا مأخذ ہے جو تا حال نامعلوم تھا اور پہلی بار اہلِ علم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کے مرتّب ڈاکٹر نوشاہی نے کتاب کی تیاری کے لیے ترکی کے سفر کیے اور وہاں کے کتب خانوں کے خزائن مخطوطات سے استفادہ کیا۔ کچھ مخطوطات کے عکس بذریعہ مراسلت ہندوستان اور ازبکستان کے کتب خانوں سے حاصل کیے۔ اس کاوش کے نتیجے ہی میں مجموعہ ہذا کی اشاعت ایسی دل پذیر صورت میں ممکن ہو سکی۔ مرتّب کا مخطوطات کے مطالعہ اور مقابلہ میں تخصص

اس مجموعے سے ظاہر و باہر ہے۔ انھوں نے نہ صرف اس کتاب کے ذریعے تصوّف، بالخصوص طریقۂ نقشبندیہ کے بارے میں علمی تحقیقات مہیّا کی ہیں بلکہ تصوّف کے دو سلسلوں احراریہ و نوشاہیہ کی جو دوستی اور مودّت صدیوں پہلے شروع ہوئی تھی، اس روایت کو بے حد خوبصورت طریقے سے آگے بڑھایا ہے۔ مرتّب نے نواب زکریا خان صوبہ دار لاہور (۱۱۵۰-۱۱۵۸ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ [برّصغیر پاک و ہند میں] خواجہ احرار کے احفاد بانی سلسلۂ نوشاہیہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش (م ۱۰۶۴ھ) کے روحانی تصرّف میں ہیں (ص ۷۶)۔

ہم اس قیمتی کتاب کی تألیف و تدوین اور اسے اہلِ علم کی خدمت میں پیش کرنے پر فاضل مرتّب کو ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہیں۔

مجھے اس کتاب سے، اس کی اشاعت سے قبل بھی، ۱۹۹۷ء میں سفرِ اسلام آباد میں کچھ استفادہ کرنے کا موقع ملا تھا اور اب اس کی اشاعت کے بعد اسے بالاستیعاب پڑھا ہے۔ میں یہاں کچھ تجاویز، تصحیحات اور اضافات اس خیال کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ ان سے کتاب کی موجودہ تحقیقی حیثیت قطعاً متاثر نہیں ہوگی بلکہ آیندہ اشاعت میں اگر ان سے استفادہ کیا جائے تو بہتری کی صورت نکلے گی۔

۱- مقدّمے میں اگر خواجہ احرار کے حالاتِ زندگی تاریخی/زمانی ترتیب سے پیش کیے جاتے یا جداگانہ طور پر خواجہ احرار کی حیات کے اہم سنین کا جدول تیار کیا جاتا تو بہتر تھا۔

۲- السمط المجید، تألیف: صفی الدین احمد قشاشی (م ۱۰۷۱ھ) اور تبیان وسائل الحقایق، تصنیف: کمال الدین حریری زادہ (م ۱۲۹۹ھ) میں خواجہ احرار کے خلفا کی فہرست میں ایک نام محمد قاضن گجراتی (م ۹۲۰ھ) کا ملتا ہے جو بنیادی طور پر سلسلۂ شطاریہ کے فرد تھے۔ حریری زادہ نے ان کا شجرۂ طریقت اس طرح لکھا ہے: محمد غوث ← شیخ ظہور حاجی حضور ← ہدیۃ اللہ [کذا: ہدایت اللہ] سرمست ← محمد قاضن ← عبید اللہ احرار ← یعقوب چرخی۔ [1] ممکن ہے مذکورہ بالا دونوں مصنّفین کو محمد قاضن کے سلسلے میں خواجہ احرار کے ایک دوسرے خلیفہ، محمد قاضی سمرقندی سے اشتباہ ہوا ہو، پھر بھی میرے خیال میں ڈاکٹر نوشاہی کو اس سلسلے میں کچھ روشنی ڈالنا چاہیے تھی۔

۳- صفحہ ۶۰ پر بابر بادشاہ کے چند اشعار اُس کی خواجہ احرار سے عقیدت کے ثبوت کے طور پر

پیش کیے گئے ہیں۔ ''در ہوای نفس گمرہ عمر ضایع کردہ ایم'' سے لے کر ''خواجگی را ماندہ ایم وخواجگی را بندہ ایم'' تک۔ صحیح بات یہ ہے کہ بابر نے یہ اشعار خواجگی احمد کاسانی (م ۹۴۹ھ) کی خدمت میں بھیجے تھے اور خیال ہے کہ لفظ ''خواجگی'' یہاں احمد کاسانی کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ لقب بھی تھا، خواجہ احرار مراد نہیں ہیں۔

۴- صفحہ ۷۹ پر خواجہ احرار کی تصنیف فقرات کے ترکی ترجمے بہ قلم مصطفی حسین صادقی کا ذکر ہوا ہے۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ صادقی سے پہلے ایک اور ترجمہ مولانا خضر بیگ (م ۹۲۴ھ) کر چکے تھے جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ سلیمانیہ، ذخیرہ بغدادلی وہبی، نمبر ۲۰۴۷، ورق ۱۵۸-۲۲۲ الف میں محفوظ ہے۔

۵- صفحہ ۸۲ پر کہا گیا ہے کہ احمد کاسانی نے خواجہ احرار کے رسالہ والدیہ کی شرح بابریہ کے نام سے لکھی تھی۔ بابریہ دراصل بابر بادشاہ کے بعض اشعار کی شرح ہے، والدیہ کی نہیں۔

۶- ص ۸۲-۸۳ پر والدیہ کے کچھ ترکی تراجم کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے علاوہ بھی کچھ تراجم ہیں، جیسے خضر بیگ (م ۹۲۴ھ)، محمد امین توقادی (م ۱۱۵۸ھ)، محمد رفعت (م ۱۲۶۹ھ) اور خارپوتلو بیگ زادہ علی (م ۱۳۲۲ھ) کے تراجم۔

۷- صفحہ ۹۰ پر کہا گیا ہے کہ خواجہ احرار توحید کے متعلق کوئی رسالہ لکھنا چاہتے تھے جس کی تصنیف کی اطلاع انھوں نے رسالہ فقرات کے مقدّمے میں دی ہے۔ میرے خیال میں توحید پر وہ رسالہ خود فقرات ہی ہے، کوئی علیحدہ رسالہ نہیں ہے۔

۸- صفحہ ۳۹۴ پر کہا گیا ہے کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی، احمد یسوی کے خلیفہ تھے۔ خواجہ غجدوانی، یوسف ہمدانی کے خلیفہ تھے۔

۹- صفحہ ۴۰۸ پر علاء الدین عطّار کو اور صفحہ ۴۱۵ پر اُن کے بیٹے حسن عطّار کو خواجہ بہاء الدین نقشبند کا داماد بتایا گیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ باپ اور بیٹا ایک ہی شخص کے داماد ہوں۔ نوشاہی صاحب نے یہ دونوں باتیں رشحات عین الحیات کے حوالے سے لکھی ہیں۔ دراصل یہ خود رشحات کے مصنف کی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔ میں اپنی تحقیقات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ صرف حسن عطّار خواجہ بہاء الدین نقشبند کے داماد تھے۔[۲]

کتاب میں کہیں کہیں کتابت/ طباعت کی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں۔ مثلاً:

۱- ص ۵ پر ایک ترکی نام غلط کمپوز ہوا ہے، صحیح تلفظ اس طرح ہے: احمد اردوگن سَوِیم (Ahmet Erdogan Savim)

۲- ص۴۳ پر ایک روسی کتاب اور اُس کے مصنف کے نام کے اِملاء میں بھی سہو ہوا ہے۔

۳- ص۴۸ پر اسماعیل قہری کی جگہ اسماعیل قمری ہونا چاہیے۔

۴- ص۵۴ پر ایک گاؤں کا نام سفناق طبع ہوا ہے۔صحیح املا سغناق (Signaq) ہے۔

۵- ص۷۹ پر حاجی محمد افندی کی بجائے حاجی محمود افندی درست ہے۔

۶- ص۸۳ پر Mecmuast میں t کی جگہ i ہونا چاہیے۔(Mecmuasi)

۷- ص۸۴ پر حورائیہ کی جگہ حوارئیہ چھپ گیا ہے۔

## حواشی

۱- سمط المجید، کتب خانہ سلیمانیہ، ذخیرہ شاہد علی پاشا، استنبول، نمبر ۱۱۹۷، ورق ۳۳ ب: بتیان وسائل الحقایق، کتب خانہ سلیمانیہ، ذخیرہ ابراہیم افندی، نمبر ۴۳۰، جلد ۱، ورق ۴۰ ب، قاضی قاضن کے لیے نیز دیکھیے: نزہۃ الخواطر، ج ۲، ص ۲۳۶

۲- دیکھیے: خوارق عادات خواجہ احرار، طبع نوشاہی، ص ۶۷؛ سفینۃ الاولیاء، ص ۸۰؛ مطلوب الطالبین از محمد طالب، نسخہ بیرونی اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، تاشقند، نمبر ۸۰، ورق ۲۴ الف؛ سلسلۂ نقشبندیہ از محمد طاہر خوارزمیا، نسخہ البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، نمبر ۶۹، ورق ۲۱۶ الف؛ رشحات عین الحیات، طبع تہران، ج ۱، ص ۱۵۸؛ رشحات عین الحیات، مخطوطہ سلیمانیہ لائبریری، استنبول، ذخیرہ Leleli، نمبر ۱۳۷۵، ورق ۴۹ الف کے حاشیے پر کاتب نے رشحات عین الحیات کے مصنف کی غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے اور حسن عطار ہی کو خواجہ نقشبند کا داماد بتایا ہے۔

# خواجہ احرار پر مآخذ

حواشی

# خواجہ احرار کے سوانح نگار اور خواجہ احرار پر چند قدیم مآخذ کا جائزہ
# (تاریخی ترتیب سے)

## عبدالرحمان جامی: نفحات الانس من حضرات القدس

مولانا جامی اور خواجہ احرار کے تعلقات پر اسی کتاب میں آگے چل کر الگ سے بحث کی گئی ہے، یہاں ہم صرف نفحات الانس کی طرف اشارہ کریں گے جو خواجہ احرار پر اوّلین اور قدیم ترین مأخذ ہے اور خواجہ احرار کی زندگی ہی میں، محرّم اور شعبان ۸۸۳ھ/ ۱۴۷۸ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ (۱)

نفحات الانس، پوری کتاب، وفات یافتہ بزرگان دین کا تذکرہ ہے سوائے ایک زندہ شخصیت کے، اور وہ ہیں خواجہ احرار۔ خواجہ احرار کا تذکرہ شامل کرنے کی وجہ خود مولانا جامی نے بیان کر دی ہے:

> ''اس عاجز نے جتنا بھی اپنے تئیں غور و فکر کیا، کوئی ایسا جواب نہ پایا جس سے دل مطمئن ہوتا۔ یہ کتاب [نفحات]، جسے لکھنے کا مقصد طبقہ صوفیہ کے معارف کا ذکر کرنا اور ان کے مناقب کی اشاعت ہے، وہ خواجہ احرار کے ذکر سے خالی رہے۔'' (۲)

جامی نے نفحات الانس میں پہلے مختصراً خواجہ احرار کے مقام و مرتبہ اور سلسلۂ خواجگان میں ان کے مریدوں کا ذکر کیا ہے، پھر ان کے رسالہ فقرات سے اور خود شنیدہ ملفوظات سے کچھ باتیں نقل کی ہیں، لیکن خواجہ احرار کے کسی قسم کے حالات زندگی درج کرنے کا قطعاً کوئی اہتمام نہیں کیا۔ وہ اس کام کو خواجہ احرار کے حضور گستاخی تصور کرتے تھے۔ (۳) تاہم مولانا یعقوب چرخی کے حالات میں خواجہ احرار کی ان کے ساتھ ملاقاتوں کا احوال خود خواجہ احرار کی زبانی لکھا ہے۔ (۴) علاء الدین غُجدَوانی اور امیر سیّد قاسم تبریزی کے حالات میں بھی خواجہ احرار کے بیانات سے

استفادہ کیا گیا ہے۔[۵]

## علی شیر نوائی: نسایم المحبۃ من شمایم الفتوۃ

میر علی شیر نوائی (۸۴۱یا۸۴۴-۹۰٦ھ) کی خواجہ احرار سے عقیدت مندی کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔ نوائی نے نسایم المحبۃ من شمایم الفتوۃ میں خواجہ احرار کے حالات لکھے ہیں۔[٦] یہ کتاب چغتائی ترکی زبان میں بزرگان دین کا تذکرہ ہے۔ خواجہ احرار کے اس میں جو حالات درج ہوئے ہیں ان کا مأخذ نفحات الانس اور مصنّف کی ذاتی معلومات ہے۔ اس میں خواجہ احرار کے متعلق حسب ذیل مباحث ملتے ہیں: مولد، مادری نسب نامہ، مشائخ وقت کی زیارت کا شوق اور بعض مشائخ کے اسمائے گرامی جن کی خدمت میں وہ پہنچے تھے، خواجہ احرار کے ہاں دولت کی فراوانی، ماوراء النّہر، عراق، آذربایجان، خراسان، روم، مصر، خطا (چین) اور ہندوستان کے سلاطین پر اثر اندازی، خواجہ احرار اور مصنّف کے درمیان مراسلت، تاریخ وفات[۷] اور خواجہ احرار کے بعض مریدوں کے نام۔

## میر عبدالاوّل نیشاپوری: ملفوظات خواجہ احرار

میر نظام الدّین (یا جلال الدّین) عبدالاوّل نیشاپوری کے والد خیر الدّین طاہر نیشاپور کے اکابر میں سے تھے[۸] اور کسب معاش کے لیے زمین داری کرتے تھے۔[۹] میر عبدالاوّل کے جدّ میر عزّ الدین طاہر نیشاپوری ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے۔ روضۃ الشہدا کے مصنّف ملاّ حسین واعظ کاشفی، طلبِ علم کے جذبہ کے تحت سبزوار سے نیشاپور گئے اور ان کے شاگرد ہوئے اور ان سے کتب تفسیر و حدیث سبقاً پڑھیں۔[۱۰] میر عبدالاوّل نیشاپور سے سمرقند گئے اور خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن خواجہ احرار ان سے مکمّل طور پر بے اعتنا رہے بلکہ انھیں اپنی مجلس سے اٹھا دیتے، درشتی سے پیش آتے اور غصّے کا اظہار کرتے۔ یہ کیفیت کوئی سات سال تک رہی، لیکن میر عبدالاوّل کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تا آنکہ خواجہ احرار ان پر مائل بہ کرم ہوئے اور انھیں نہ صرف اپنے مریدوں اور اصحاب کے حلقہ میں شامل کیا، بلکہ داماد بھی بنالیا۔[۱۱] میر عبدالاوّل، خواجہ احرار کی آخری سانس تک ان کی خدمت میں رہے۔[۱۲] میر

عبدالاوّل نسبتِ فقر میں باکمال تھے اور صاحبِ علم تھے۔ خواجہ احرار ان کے علمی اور روحانی مقام کے معترف تھے۔ (۱۳) میر کی وفات اوائل ماہ ذی الحجہ ۹۰۵ھ/ ۱۵۰۰ء میں ہوئی۔

میر عبدالاوّل نے خواجہ احرار کے ملفوظات جمع کیے، جن کا تفصیلی جائزہ ہم آگے چل کر لیں گے۔ یہاں یہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ملفوظات کا یہ مجموعہ خواجہ احرار کے سوانح حیات، افکار اور معاشرتی زندگی کا بہترین معاصر مأخذ ہے اور قدیم ایام سے استعمال ہوتا چلا آرہا ہے۔

## محمد قاضی سمرقندی: سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدّیقین (۱۴)

مولانا محمد بن برہان الدّین بن خواجہ محمد رضا، المشہور محمد قاضی۔ چونکہ ان کے والد قاضی عمادالدّین مسکین سمرقندی کے خاص دوستوں میں سے تھے، یہ بھی ''قاضی'' کی نسبت سے معروف ہوگئے حالانکہ یہ کسی منصب قضا پر فائز نہیں تھے۔ (۱۵) تعلیم مکمّل کی تو راہ خدا کی لگن لگی اور یہی داعیہ انھیں سمرقند سے خراسان کی طرف لے گیا۔ راستے میں قریہ شادمان میں خواجہ احرار سے ملاقات ہوگئی۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا: خراسان! پوچھا: علم کی لگن ہے یا کوئی اور لگن؟ اس سے پہلے کے مولانا محمد قاضی جواب دیتے ان کے ہم سفر نعمت اللہ کرمانی بول اُٹھے: انھیں درویشی کی لگن زیادہ ہے۔ خواجہ احرار نے کہا: تھوڑی دیر رکیے۔ اور اتنا کہہ کر خود اپنے باغ میں چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد دو رقعے لائے اور دونوں مولانا محمد قاضی کو دیے۔ (۱۶) ایک رقعہ حضرت سعدالدین کاشغری کے بڑے صاحبزادے خواجہ کلان کے نام تھا جس میں مولانا محمد قاضی کے لیے سفارش کی گئی تھی؛ دوسرا خود مولانا قاضی کے لیے تھا، جس میں سلوک نقشبندیہ اور نسبتِ سلسلہ اختیار کرنے کا طریقہ لکھا تھا۔ شاید مولانا قاضی میں جوانی کا جوش تھا، دوسرے رقعے کی حکمت کو نہ سمجھ سکے اور خراسان جانے کے عزم پر قائم رہے۔ خواجہ احرار سے اجازتِ سفر لی اور آگے بڑھ گئے۔ لیکن راستے میں کچھ ایسے واقعات پیش آنے لگے کہ سفر جاری رکھنا قطعاً محال ہوگیا اور مولانا الٹے پاؤں واپس آگئے اور خواجہ احرار کی قدم بوسی کی۔ ایک مدّت تک خواجہ احرار کے ذاتی مطبخ کے مہتمم رہے۔ رفتہ رفتہ خواجہ احرار کے انتہائی قریب ہوگئے اور تمام معاملات میں محرم راز ٹھہرے۔ خواجہ احرار بھی ان کے حال پر غیر معمولی التفات فرماتے، اس قدر کہ اولاد اور مریدوں کو حسد ہونے لگا۔ مولانا قاضی دل برداشتہ ہوئے اور ایک بار پھر خراسان کا عزم کیا۔ اِس بار

چاہتے تھے کہ مولانا جامی کی خدمت میں رہ کر منازلِ سلوک طے کریں۔ خواجہ احرار نے اشارے کنایے سے مولانا قاضی کو اس سفر سے منع کیا لیکن وہ بلا اجازت ہرات چلے گئے اور چھ ماہ تک وہاں رہے۔ وہاں سارا وقت مولانا جامی کی صحبت میں گذارا۔ (۱۷) لیکن خواجہ احرار کی خدمت میں حاضری کی پھر ایسی تڑپ ہوئی کہ ۸۸۵ھ/۱۴۸۰ء میں تاشقند، خواجہ احرار کی خدمت میں پہنچے۔ خواجہ احرار نے ان کی غلطی سے چشم پوشی کی اور بزرگواری فرماتے ہوئے ان کے حال پر ایسے مائل بہ کرم ہوئے کہ خود مولانا قاضی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اب کے مولانا قاضی خواجہ احرار کی چوکھٹ کے ہو کر رہے اور خواجہ احرار کی آخری سانس تک، سفر ہو یا حضر، خدمت پر مأمور رہے۔ خواجہ احرار نے انھیں کئی خدمات سونپ رکھی تھیں۔ ان کا خواجہ احرار سے تقرّب اس حد تک بڑھ گیا کہ اکابر وقت خواجہ احرار تک پہنچنے کے لیے ان کا وسیلہ تلاش کرتے۔ جیسا کہ سلطان محمود خان نے ایک دفعہ مولانا قاضی ہی کو واسطہ قرار دیا تھا۔ (۱۸) خواجہ احرار نے سلطان محمود، سلطان احمد میرزا اور عمر شیخ میرزا کے درمیان جو سہ فریقی صلح کروائی تھی، اس موقع پر وہ مولانا قاضی کو بھی اپنے ساتھ شاہرخیہ لے گئے تھے اور صلح نامہ مولانا نے ہی تحریر کیا تھا۔ (۱۹)

خواجہ احرار کی وفات کے بعد، مولانا قاضی اور ان کے خلفا نے سلسلۂ نقشبندیۂ احراریہ کی ترویج کے لیے بہت کام کیا۔ میرزا حیدر دوغلات نے، جو مولانا قاضی کا تربیت یافتہ تھے، تاریخ رشیدی میں اس امر کا بار بار ذکر کیا ہے، مثلاً:

''حضرت مولانا محمد قاضی جو حضرت احرار کے اکابر خلیفوں میں ہیں، آج جو کثیر خلقت خواجہ احرار کے سلسلے سے وابستہ ہے تو یہ حضرت مولانا اور ان کے اصحاب کی بدولت ہے۔'' (۲۰)

''مولانا قاضی، بخارا سے اندجان اور اخسی گئے اور وہاں قیام کا ارادہ کیا۔ ان کے قدوم شریف کی برکت سے اس علاقے کی بہت سے لوگ حضرت خواجگان نقشبند کے صراط مستقیم کی طرف آئے اور اعلیٰ مراتب حاصل کیے۔ آج بھی اس کی برکات اس علاقے میں دیکھی جاسکتی ہیں۔'' (۲۱)

''حضرت مولانا، صوبہ فرغانہ میں تھے۔ امرا، چاہے جو بھی ہو، ان کی خدمت میں آنے کا اہتمام کرتے اور دولتِ صحبت سے مستفید ہوتے۔'' (۲۲)

مولانا محمد قاضی کے نامور خلفا میں سے مخدوم اعظم خواجگی احمد کاسانی دِہ بیدی (م

۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء) نے وادی فرغانہ میں سلسلہ کو بہت رواج دیا۔ (۲۳)

خواجہ احرار کے وصال کے بعد، مولانا قاضی، سمرقند سے تاشقند چلے گئے اور جب تاشقند کے حالات بھی بگڑ گئے تو وہاں سے بخارا کوچ کیا۔ ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء میں قزلباشوں نے خوارزم اور بخارا کے نواح میں شورش برپا کی تو مولانا وہاں سے اندجان اور بعد میں دوبارہ تاشقند آ گئے اور وہیں تاشقند میں ستر سال کی عمر میں ۹۲۱ھ/۱۵۱۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ''نخل ارم''، ''نقد خواجہ عبیداللہ'' اور ''یکی کم شد از درویشان عارف'' آپ کی وفات کی تاریخ کے مادّے ہیں۔ (۲۴) مولانا کا جسد تاشقند سے سمرقند لایا گیا اور خواجہ احرار کی پائینتی دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر کا نشان کم از کم تیرہویں صدی ہجری تک موجود تھا۔ (۲۵)

مولانا کے ایک صاحبزادے قطب الدین احمد نام کے تھے۔ میرزا حیدر دوغلات اور میر علی تبریزی ان کی خدمت میں آئے تھے۔ (۲۶)

## سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدیقین

مولانا محمد قاضی ۸۸۵ تا ۸۹۵ھ/۱۴۸۰ تا ۱۴۹۰ء خواجہ احرار کی خدمت میں رہے۔ خود مولانا نے اس خدمت اور حاضری کا تذکرہ یوں کیا ہے:

> ''تقریباً بارہ سال تک آنحضرت کے آستانہ پر دیگر ارادت مندوں اور خدمت گزاروں کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا اور خرمن سعادت سے خوشہ چینی کرتا رہا۔ اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق تازہ معارف اور بے حساب نکتے اکتساب کیے اور آنحضرت کے آثار ولایت اور خصایص کرامت کا مشاہدہ ہوتا رہا۔'' (۲۷)

خواجہ احرار نے اپنی جان، جان آفرین کے حوالے کرنے سے ذرا قبل محمد قاضی کو اشارۃً کہا کہ تم کوئی اور چیز لکھو یا نہ لکھو، ہمارے اور خواجہ مولانا (۲۸) کے درمیان جو واقعات پیش آئے، وہ لکھ سکتے ہو۔ (۲۹) خواجہ احرار کی وفات کے بعد مولانا محمد قاضی نے اس اشارے کی تأویل یہ کی کہ خواجہ احرار کے بعض ملفوظات، معارف، حالات، مقامات، کرامات، ان کی ولادت سے وفات تک، قلم بند کر دیے جائیں۔ (۳۰) اس بات کو کئی سال گذر گئے۔ اسی اثنا میں ماوراء النہر

میں بدامنی بھی پھیل گئی جس سے جمعیت خاطر جاتی رہی، دلوں کی آزردگی بڑھتی گئی اور اس کتاب کی تصنیف مؤخر ہوتی چلی گئی، تا آنکہ ۹۱۰ھ/ ۱۵۰۵ء [۳۱] میں مولانا شیخ [۳۲] کے کہنے پر اس منصوبے پر جو [۸۹۵ھ سے] پیش نظر تھا، کام شروع کیا اور سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین تصنیف ہوئی۔ [۳۳]

یہ کتاب ایک مقدّمہ، تین فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدّمہ: حق سبحانہ کی معرفت، مرید کو پیر کی ضرورت، شیخ اور مرید کے لیے شرایط اور آداب، ولایت، ولی وخوارق عادات کی اقسام کے بیان میں؛

فصل اوّل: حضرت احرار کے ابتدائی حالات اور سلسلۂ خواجگان؛

فصل دوم: خواجہ احرار کی مجالس میں ان کی زبانِ حقیقت بیان سے جو حقایق اور لطایف جاری ہوئے؛

فصل سوم: خواجہ احرار کے خوارق عادات اور کرامات؛

خاتمہ: خواجہ احرار کے اخلاق واوصاف اور اس ضمن میں صوفیہ کی حکایات۔

مولانا قاضی نے اپنے دیباچے میں اپنی قلمی لغزشوں پر معذرت کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:

> ''میرا کردار اس تألیف میں سوائے ترجمانی اور سخن رانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ کیوں کہ اس فقیر کی زبان پر جو کچھ جاری ہوتا ہے، وہ فیضان معرفت کا پرتو ہے اور خواجہ احرار کے چراغِ ولایت کی شعاعوں سے لیا گیا ہے۔ پس یہ ضعیف جو کچھ کہتا ہے وہ درحقیقت انھی کا کہا ہوا ہے۔'' [۳۴]

سلسلۃ العارفین خواجہ احرار کے بارے میں اوّلین اور معتبر ترین مأخذ میں سے ایک ہے جو زمانۂ تألیف ہی سے تذکرہ نویسوں اور مورّخوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ مولانا کاشفی نے رشحات عین الحیات میں اور میرزا حیدر دوغلات نے تاریخ رشیدی میں بار بار اس کتاب کے حوالے دیے ہیں۔ دوغلات کا کہنا ہے:

> ''سلسلۃ العارفین ایک بہت ہی عمدہ کتاب ہے جس کی تعریف سے میری زبان قاصر ہے۔'' [۳۵]

سلسلۂ نقشبندیۂ احراریہ کی خانقاہوں میں مشایخ طریقت یہ کتاب پڑھتے تھے، جیسا کہ

یونس محمد صوفی مروی (م ۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء)، جن کا شجرۂ طریقت تین واسطوں سے خواجہ احرار تک پہنچتا ہے، ان کی خانقاہ میں یہ کتاب پڑھی جاتی تھی۔ (۳۶)

سلسلۃ العارفین اور میر عبدالاوّل نیشاپوری کے جمع کردہ ملفوظات خواجہ احرار کے مضامین میں بہت یکسانیت ہے۔ اگرچہ مولانا محمد قاضی نے میر عبدالاوّل کے مرتبہ ملفوظات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ مولانا نے اپنی کتاب کی تصنیف کے وقت میر عبدالاوّل کی کتاب سے مدد لی ہے۔ (۳۷) میں نے احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار صفحات ۱۲۶-۱۳۹ میں ایک کالم میں ان دو کتابوں میں جو شباہت پائی جاتی ہے اس کی نشان دہی کی ہے۔

سلسلۃ العارفین کا مطالعہ نہ صرف خواجہ احرار کے حالات کے لیے بلکہ نویں صدی ہجری/ پندر ہویں صدی عیسوی میں خراسان اور وسطی ایشیا کے سیاسی، معاشرتی اور روحانی حالات کو سمجھنے کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔

خواجہ احرار کے حالات پر دستیاب قدیم مآخذ میں سے اب یہ واحد کتاب ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکی۔ (۳۸) تاہم اس کے مخطوطات بکثرت ملتے ہیں۔ یہاں چند قدیم نسخوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱- مکتوبہ ذیقعدہ ۹۱۵ھ، بقلم امیری بن خواجگی نظامی بلخی، بمقام بخارا، ۳۶۵ ورق۔ یہ نسخہ عبدالحمید پولادی سمرقندی مرحوم کی تحویل میں تھا، انھوں نے پروفیسر باتور خان خلعت پورولی خواجہ، ڈین ادبیات فیکلٹی، سمرقند یونی ورسٹی کو تحفۃً دے دیا۔ پروفیسر خلعت پورولی نے اپنی کتاب خواجہ احرارولی (مطبوعہ تہران، ۱۹۹۷ء) میں اس نسخے کو استعمال کیا ہے۔

۲- البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۱۱۴۱۳، ۲۷۶ ورق۔ اس نسخے کی تاریخ کتابت نویں صدی ہجری بتائی گئی ہے! (۳۹) حالانکہ خود کتاب دسویں صدی ہجری کے اوائل کی تصنیف ہے۔

۳- مکتوبہ ۹۳۴ھ، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، آزاد لائبریری، ذخیرۂ حبیب گنج، شمارہ H.G.21/75، معمولی نستعلیق، ۲۹۲ ورق۔ (۴۰)

۴- مکتوبہ ربیع الآخر ۹۸۵ھ، کتب خانہ مغنیسا، مغنیسا (Manisa)، ترکی، شمارہ ۱/۱۲۶، بخط نستعلیق، ابتدائی اوراق نہیں ہیں، ورق ۱۰-۴۳ (۴۱)

۵- مکتوبہ دسویں صدی ہجری، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ 9730 [۴۲]

٦- مکتوبہ دسویں صدی ہجری، گنج بخش لائبریری، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، شمارہ ۵۹۵۱، بخط نسخ، اوّل و آخر سے قدرے ناقص، ۴۷۴ صفحات، اس کا کاتب نیم خواندہ شخص تھا، اس نے متعدد الفاظ غلط کتابت کیے ہیں۔ [۴۳]

۷- کتاب خانۂ مجلس شورائے اسلامی، تہران، شمارہ ۱۰۱۲۲، یہ ایک قدیم اور خوش خط نسخہ ہے، لیکن آخری چار ورق جدید الکتابت ہیں اور ان اوراق کی کتابت دِہ بید میں ہوئی ہے۔ کاتب نے اپنا نام قلم سے لکھنے کی بجائے اپنی مہر لگا کر واضح کیا ہے جس میں اس کا نام ''محمد الحسینی'' کندہ ہے۔ شاید مہر میں تاریخ بھی کندہ ہے لیکن صاف نہیں پڑھی جاتی۔ البتہ شہر البرأۃ [شعبان] کی تاریخ ۱۴ اور دن جمعہ لکھا ہے۔ کاتب نے ایک شعر میں مقام کتابت کی وضاحت کی ہے:

در موضع دِہ بید شد این نسخہ تمام
در پای مزار خواجہ ہر دو سرا

دِہ بید احراری نقشبندیوں کا مرکز رہا ہے۔ خواجہ احمد کاسانی کا مزار یہیں واقع ہے۔ قیاس ہے کہ کاتب کے سامنے کوئی ایسا نسخہ رہا ہوگا جو خانقاہی تھا۔ اس اعتبار سے اس کی اہمیت دوچندان ہو جاتی ہے۔ اس نسخہ کا عکس آقائے بہروز ایمانی، تہران نے مجھے مرحمت کیا ہے۔

۸- خانقاہ کاکوری شریف، ۴۵۲ صفحہ، نسخے پر کوئی تاریخ نہیں ہے لیکن اس پر سمرقند کے شاہی کتب خانے کی مہر ہے جس میں ۱۰۵۹ھ کی تاریخ کندہ ہے۔ [۴۴]

۹- مکتوبہ ۱۱۰۲ھ، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، آزاد لائبریری، شمارہ U.M.T.1881۔ [۴۵]

۱۰- مکتوبہ ۱۱۲۱ھ، کتابخانۂ ملّی، بورسہ، ترکی، شمارہ 1469GENEL، بخط نستعلیق، ۱۹۲ ورق۔ [۴٦] مارچ ۱۹۹۲ء میں بورسہ [۴۷] گیا اور یہ نسخہ دیکھا۔ مجھے چنداں اہم نظر نہیں آیا۔

۱۱- مکتوبہ ۱۱۲۳ھ، رضا رام پور اسٹیٹ لائبریری، بقلم حاجی اعتبار، شمارہ ۲۳۷۴۔ [۴۸]

۱۲- مکتوبہ بارہویں صدی ہجری، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز اف ازبکستان، تاشقند، شمارہ 10603، ۲۹۹ ورق۔ [۴۹]

۱۳- مکتوبہ بارہویں صدی ہجری، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ 8237/1 [۵۰]

۱۴- مکتوبہ بارہویں صدی ہجری، سچل سرمست پبلک لائبریری، خیر پور، سندھ، شمارہ ۲۹۷ء۶ (ق ام)، ۸۷ صفحات؟۔ [۵۱]

۱۵- مکتوبہ ۱۲۷۳ھ، اکیڈمی آف سائنسز آف ترکمنستان، عشق آباد، شمارہ 9333 [۵۲]

۱۶- کابل میوزیم، شمارہ ۷۷، بخط نستعلیق، طلائی نسخہ، آخری ورق ندارد۔ [۵۳]

۱۷- علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، آزاد لائبریری، ذخیرۂ سبحان اللہ، شمارہ ۴۲/ ۲۹۷ء۷ [۵۴]

۱۸- حیدر آباد، آصفیہ لائبریری (آندھرا پردیش اسٹیٹ لائبریری)۔ [۵۵]

۱۹- البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ 4452 [۵۶]

۲۰- کتب خانۂ سلیمانیہ، ذخیرۂ حاجی محمد افندی، استنبول، ۲۰۹ ورق، یہ نسخہ میں نے خود دیکھا ہے۔ اوّل، وسط اور آخر سے ناقص ہے اور اس عبارت سے شروع ہوتا ہے: ''اولیک کتب فی قلوبهم الایمان و ایدیهم بروح منه .... پس بی شک این طایفہ اند کہ۔'' اور اس عبارت پر ختم ہوتا ہے: ''اعتماد ایشان بر مسبّب است نہ سبب۔''

۲۱- رضا رام پور اسٹیٹ لائبریری، بلا تاریخ، شمارہ ۱۳۳۸ [۵۷]

سلسلۃ العارفین کا ایک انتخاب ذخیرۂ حبیب گنج، آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، شمارہ H.G.22/81 میں موجود ہے۔ [۵۸]

## ترکی ترجمہ

لعلی زادہ محمد افندی نے سلسلۃ العارفین کے کچھ حصے ترکی میں ترجمہ کیے تھے۔ اس ترجمہ کا، تیرہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا مخطوطہ لوس آنجلس یونی ورسٹی لائبریری، شمارہ B495 میں موجود ہے۔ [۵۹]

## دو غلط فہمیوں کا ازالہ

حافظ مولوی محمد تقی انور علوی کاکوروی خواجہ احرار پر اپنے ایک مضمون اور کتاب [۶۰]

میں ایک شدید غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''مصنفِ رشحات لکھتے ہیں کہ مولینا [محمد قاضی] نے حضرت خواجہ [احرار] کے مناقب میں دو کتابیں تألیف کی ہیں۔ ایک کا نام سلسلۃ العارفین اور دوسری کا تذکرۃ الصدیقین ہے۔ ہر دو کتابیں مطبوعہ نہ ہونے کی وجہ سے نادر الوجود ہیں۔،،(۶۱)

اور دلچسپ امر یہ کہ مزید رقم طراز ہیں:

''راقم الحروف کو وہ دونوں کتابیں حضرت مولینا حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر صاحب قلندر قبلہ مدظلہ العالی نے مطالعہ کے لیے مرحمت فرمائیں۔،،(۶۲)

آگے چل کر ''سلسلۃ العارفین'' کو خواجہ احرار کے مناقب پر مولانا محمد قاضی کی تصنیف کا دوسرا حصہ قرار دیتے ہیں۔ (۶۳)

محترم کاکوروی صاحب کی یہ تمام باتیں غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ صاحبِ رشحات نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ مولانا محمد قاضی نے خواجہ احرار کے مناقب پر دو کتابیں لکھیں ہیں، بلکہ یہ کاکوروی صاحب کو کتاب کے نام ''سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین'' میں واوِ عطف سے دھوکہ ہوا کہ سلسلۃ العارفین کو ایک اور تذکرۃ الصدیقین کو دوسری کتاب سمجھ لیا۔ کتاب ان کے پاس تھی، خود انھوں نے بھی ملاحظہ اور مطالعہ کیا ہوگا کہ یہ ایک ہی کتاب ہے۔ دوسرا یہ ''نادر الوجود'' بھی ہرگز نہیں ہے۔ چند نسخوں کا ذکر تو ہم نے اوپر کر ہی دیا ہے۔ تلاش کرنے سے اور نسخے بھی دستیاب ہو سکتے ہیں۔

کاکوروی صاحب کو مولانا محمد قاضی کے حالات کے سلسلے میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ انھوں نے صاحبِ سلسلۃ العارفین کے حالات، ان کے ہمنام عبداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی، جو سمرقند میں قتل کردیے گئے تھے، (۶۴) کے ساتھ گڈمڈ کردیے ہیں۔ (۶۵) یہ درست ہے کہ عبداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی بھی خواجہ احرار کے مرید تھے، لیکن وہ سلسلۃ العارفین کے مؤلف نہ تھے۔

## مولانا محمد قاضی کی دیگر تصانیف

میرزا حیدر دوغلات نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

''ان کی معتبر مفید تصانیف ہیں اور ان کے رسائل اہل طریقت کے لیے دستور العمل ہیں، منجملہ سلسلۃ العارفین، اس کے علاوہ بھی آپ کے رسائل موجود ہیں۔،، (۶۶)

اگر چہ دوغلات نے کسی دوسری تصنیف کا نام نہیں لیا لیکن ان کے رسالہ شرایط سلطنت کے بارے میں چند باتیں لکھی ہیں۔

## رسالہ در شرایط سلطنت

میرزا حیدر دوغلات لکھتے ہیں:

''میں نے آپ کی مجالس میں بعض مسائل از روے گستاخی، پوچھے تھے، وہی مسائل اضافات کے ساتھ آپ نے قلم بند فرما دیے۔ لیکن انھیں وہ رسالہ مجھے عنایت فرمانے کی فرصت نہ مل سکی۔ ان کی وفات کے بعد، ان کے خلف الصدق مخدوم زادہ مولانا قطب الدین احمد نے وہ رسالہ مجھے ارسال کیا۔،، (۶۷)

یہ رسالہ آداب سلطنت اور کبیرہ گناہوں کے موضوع پر ہے اور اس میں سلطنت کی شرایط کے بارے میں علما اور صوفیہ کے اقوال ضبط تحریر کیے گئے ہیں۔ دوغلات نے یہ پورا رسالہ تاریخ رشیدی میں داخل کر دیا ہے۔ (۶۸) محمد ہاشم کشمی نے بھی نسمات القدس میں اسی رسالہ کا ذکر کیا ہے (۶۹) اور اس کے بعض حصے نقل کیے ہیں۔ (۷۰) ان دو مآخذ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد قاضی نے یہ رسالہ میرزا حیدر دوغلات کے لیے لکھا تھا اور بطور تحفۂ درویش اس کے نام معنون کیا تھا۔ لیکن مرکزی کتب خانہ، تہران یونی ورسٹی میں اس رسالہ کا جو مخطوطہ میں نے دیکھا ہے (مجموعہ، شمارہ ۵۸۶۱، ص ۱۳۷- ۱۵۴) اس میں میرزا حیدر کے نام کی جگہ سلطان ابوالخیر سیونج خواجہ بہادر خان (۷۱) کا نام داخل ہے اور لکھا ہے کہ ایک روز مصنف، سلطان ابوالخیر کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ سلطان نے کبائر کے بارے میں سوال کیا۔ مصنف نے فی المجلس تو کچھ جواب نہ دیا لیکن بعد میں یہ رسالہ لکھ کر سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (۷۲)

آغاز: الحمد لله خصّ طائفه من عظما المکاشفه ... اما بعد می گوید پای شکستہ زاویۂ خمول و گمنامی محمد ابن برہان الدین المشتہر بہ محمد قاضی کہ روزی در مجلس۔

ہرمن اتھے نے اپنی فہرست میں رسالہ **حضرت مولانا محمد قاضی** کا بغیر کسی مزید تعارف کے، ایک قلمی نسخہ کا ذکر انڈیا آفس، لندن، شمارہ ۱۶۷، اوراق ۱۵۴ب-۱۶۲ میں کیا ہے۔ اس رسالہ کی ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے:

''شکروسپاس مرخالقی را کہ ہژدہ [ہزار] عالم رابیافرید۔''(۷۳)

استوری نے تذکرۃ الاولیاء نامی ایک کتاب کو مولانا محمد قاضی سمرقندی کی تصنیف بتایا ہے، جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

بگو ای مرغ زیرک حمد مولیٰ
کہ ہست او را سپاس ... (۷۴)

یہ نسخہ ۱۱۸۹ھ میں کتابت ہوا اور استوری نے اسے خانیکوف [Chanykov] کی فہرست، ص ۱۰۰ کے حوالے سے درج کیا ہے۔(۷۵) مجھے واضح نہیں ہوسکا آیا یہ تذکرۃ الاولیاء، سلسلۃ العارفین سے کوئی مختلف کتاب ہے؟

## فخرالدین علی صفی سبزواری کاشفی: رشحات عین الحیات

کاشفی (۷۶)، خواجہ احرار کے معروف اور مستند سوانح نویس ہیں۔ وہ ۲۱ جمادی الاوّل ۸۶۷ھ/۱۴۶۳ء کو سبزوار (صوبہ خراسان، ایران) میں پیدا ہوئے اور ۹۳۹ھ/۳۳-۱۵۳۲ء میں ہرات میں وفات پا کر وہیں سپردِ خاک ہوئے۔(۷۷) وہ پہلی بار اواخر ذیقعدہ ۸۸۹ھ/۱۴۸۴ء میں اور دوسری بار اوایل ربیع الآخر ۸۹۳ھ/۱۴۸۸ء میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی مجالس میں شرکت کی۔ ان مجلسوں میں انھوں نے جو کچھ خواجہ احرار کی زبانی سنا، اپنی کتاب رشحات عین الحیات میں جمع کر دیا۔(۷۸)

رشحات عین الحیات خواجگان نقشبند کا ایک قابل اعتماد اور مروّج تذکرہ ہے اور خاص طور پر خواجہ احرار کے حالات کے لیے لکھا گیا ہے۔ مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ خواجہ احرار کی مجالس میں جو کچھ وہ سنتے، جوں کا توں ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے۔(۷۹) بعد میں انھیں خیال آیا کہ خواجہ احرار کے ملفوظات اور کلمات کو یکجا کر دینا چاہیے، لیکن مشاغل روزگار کے باعث یہ کام فوراً نہ ہوسکا اور ۹۰۹ھ/۴-۱۵۰۳ء میں اس کی ترتیب وتدوین عمل میں آسکی۔

کاشفی نے رشحات میں خواجہ احرار سے جو کچھ سنا وہ تو ضبط تحریر میں لائے ہی، اس کے علاوہ بھی سلسلۂ نقشبندیہ کے کچھ معتبر مآخذ، جیسے میر عبدالاوّل نیشاپوری کے جمع کردہ ملفوظات خواجہ احرار اور مولانا محمد قاضی کی سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدیقین، ان کے پیش نظر تھے۔ انھوں نے بلاواسطہ اور بالواسطہ وابستگان سلسلہ کی زبانی روایات کو بھی استعمال کیا ہے۔

رشحات ایک ''مقالہ''، تین ''مقصد'' اور ایک ''خاتمہ'' پر مشتمل ہے (۸۰):

مقالہ: خواجگان سلسلۂ نقشبندیہ کے طبقات کے ذکر میں، از اوّل تا آخر؛

مقصد اوّل: خواجہ احرار کے آبا و اجداد اور اقربا کے بیان میں، تاریخ ولادت، بچپن کے حالات، شمایل واخلاق واطوار کا کچھ بیان، ابتداے سفر، مشایخ وقت سے ملاقاتیں؛

مقصد دوم: خواجہ احرار کے بعض حقایق، معارف، دقایق، لطایف، حکایات اور امثال جو بلاواسطہ سنے؛

مقصد سوم: خواجہ احرار کے بعض عجیب وغریب تصرّفات اور امور جو بطور کرامات ظاہر ہوئے اور ثقہ لوگوں سے مروی ہیں اور ان کی صحت پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے ؛

ہر ''مقصد'' مزید تین فصول پر مشتمل ہے۔

خاتمہ: تاریخ وفات احرار اور اس دنیا سے آخرت کی طرف انتقال وارتحال کا ذکر۔

رشحات، صوفیہ کے حلقوں، بالخصوص حلقہ نقشبندیہ میں بہت قابل توجہ اور مقبول کتاب رہی ہے۔ اس کتاب کے قلمی نسخوں کی کثرت، متعدد اشاعتیں اور کئی عربی، فارسی، ترکی اور اردو شرحیں اور ترجمے اس کی مقبولیت کی دلیل ہیں۔ ان سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے۔ (۸۱) راقم السطور یہاں ایک دو باتوں پر اکتفا کرے گا:

رشحات پر دو تکملے لکھے گئے: ایک محمد ہاشم کشمی کا نسمات القدس من حدایق الانس، جس کا ذکر چند سطور بعد آئے گا؛ دوسرا حیط السبحات فی تنظیم بقیۃ الرشحات، یہ فارسی میں ہے اور ابوعبداللہ مولانا شیخ محمد صالح زواوی نقشبندی مجدّدی مظہری کے کسی مرید نے لکھا ہے۔ اسی مرید نے اس سے پہلے رشحات کا عربی ترجمہ بھی کیا تھا۔ (۸۲) حیط السبحات کا پہلے پہل شیخ محمد مراد قزانی نزیل مکّہ نے فارسی سے عربی ترجمہ کیا تھا اور یہ ۱۳۰۷ھ/۹۰-۱۸۸۹ء میں مکّہ مکرمہ سے شایع ہوا۔ اس ترجمہ میں ان مشایخ کے حالات ہیں جو رشحات کے مصنّف کی حیات کے بعد، مترجم کے عہد تک

گذرے ہیں۔ شیخ یحیی معرفت ملقب بہ اعتضاد الاسلام کرمانی (۱۲۹۰-۱۳۵۰ھ) نے اسے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں فارسی میں منتقل کیا اور خیط السبحات سے موسوم کیا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ نہایت ہی عمدہ نستعلیق خط میں لکھا ہوا، ۱۷۷ صفحات میں موجود ہے۔ یحیٰ معرفت نے صفحہ ۱۷۶ پر ترجمہ شروع کرنے کی تاریخ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ اور ختم کرنے کی تاریخ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ بتائی ہے۔ (۸۳)

## مولانا شیخ: خوارق عادات احرار

مولانا شیخ، خواجہ احرار کے کبار اصحاب میں سے تھے۔ ان کا نام رشحات عین الحیات (۸۴) اور خوارق عادات احرار کے مقدمہ، نسخہ استنبول، میں ''مولانا شیخ'' آیا ہے لیکن خوارق کے نسخہ پٹنہ میں ''مولانا شیخ احمد'' درج ہے۔ خواجہ احرار نے اپنے دنیاوی کاروبار، جیسے زراعت، کی نگرانی ان کے سپرد کی ہوئی تھی۔ خواجہ احرار کی بھانجی کا عقد مولانا شیخ سے ہوا تھا۔ ان کا ایک بیٹا خواجہ عبدالواحد تھا اور ایک بیٹی تھی جو خواجہ ظہیرالدین المعروف خواجہ خُرد بن میر عبداللہ سے بیاہی تھی۔ (۸۵)

مولانا شیخ ان لوگوں میں سے تھے جو خواجہ احرار کی وفات سے ایک روز قبل، ۲۸ ربیع الاوّل ۸۹۵ھ کو خواجہ احرار کے سرہانے موجود تھے اور خواجہ احرار نے میر عبدالاوّل، میر عبداللہ، (۸۶) خواجہ کلاں اور بعض دیگر خواجگان کی موجودگی میں اپنی وصیّت مولانا شیخ کو بتائی تھی۔ (۸۷)

مولانا شیخ، مولانا محمد قاضی سمرقندی کے دوستوں میں سے تھے اور مولانا محمد قاضی نے ۹۱۶ھ میں سلسلۃ العارفین انھیں کے کہنے پر لکھی تھی۔ (۸۸)

مولانا شیخ کی وفات کے بارے میں کشمی کا کہنا ہے کہ، وہ ابوالفتح محمد شیبانی المعروف شاہی بیگ خان کی سلطنت کے آخری دور میں سمرقند میں فوت ہوئے۔ شاہی بیگ کا جلوس ۹۰۵ھ/ ۱۵۰۰ء میں ہوا اور وہ اوائل شعبان ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء میں شاہ اسماعیل صفوی کے ساتھ محمود آباد مرو جنگ میں مارا گیا۔ مولانا شیخ چونکہ سلسلۃ العارفین کی تصنیف (۹۱۶ھ) کے وقت ابھی زندہ تھے، اس حساب سے ان کی وفات ۹۱۶ھ کے ماہ محرّم اور شعبان کے بیچ ہوئی ہوگی۔ آپ احاطہ ملایان، کفشیر میں دفن کیے گئے۔ (۸۹)

## خوارق عادات احرار

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے اور ''بہ قامت کہتر و بہ قیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔ اس میں ایک جگہ سمرقند میں ۹۱۵ھ/ ۱۵۰۹ء میں آگ لگنے کا واقعہ درج ہوا ہے۔ (۹۰) چونکہ شاہی بیگ خان کی حکومت کے آخری ایام تک، مولانا شیخ وفات پا چکے تھے، اس لیے قیاس ہے کہ اس رسالہ کی تصنیف ۹۱۵ اور ۹۱۶ھ کے درمیان ہوئی ہوگی۔

مولانا شیخ، خواجہ احرار کے منظور نظر تھے اور رشتہ داری بھی تھی۔ انھوں نے سفر و حضر میں خواجہ احرار کو بہت دیکھا تھا اور ان کی زبان سے بہت کچھ سنا تھا۔ چاہتے تھے کہ یہ سب کچھ اسی تاریخی ترتیب کے ساتھ لکھ دیں جس ترتیب سے واقعات پیش آئے۔ لیکن اس کی فرصت نہ ملی اور ان کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص نے مولانا شیخ کی ان یادداشتوں کو جو تحریری صورت میں پہلے سے موجود تھیں، مدوّن کیا اور اس پر ایک مختصر دیباچہ لکھا۔

رسالہ خوارق عادات احرار میں اگرچہ باقاعدہ فصول و ابواب یا مضامین کی تقسیم کا اظہار نہیں کیا گیا، لیکن اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا مولانا شیخ چاہتے تھے، اس کی ترتیب ویسی ہی ہے، یعنی خواجہ احرار کے بچپن کے واقعات، سلاطین و امرا کے ساتھ روابط، مخالفین، دنیا داری، بطور ولی اللہ ظہور، آبا و اجداد، ہمشیرہ زادوں کا تذکرہ اور ان کی کرامات، خواجہ احرار کے صاحب زادوں کے مناقب، خواجہ یحییٰ کا واقعہ شہادت، بعض کبار اصحاب کا تذکرہ اور خواجہ احرار کی مجالس میں ان کی زبان سے خود مصنّف نے جو کچھ سنا۔

مولانا شیخ نے اس میں چشم دید واقعات لکھے ہیں یا خواجہ احرار کے مریدوں، ملازموں اور معاصروں سے جو کچھ سنا، وہ تحریر کیا ہے۔

یہ رسالہ بنیادی طور پر خواجہ احرار کے ایسے واقعاتِ زندگی پر مشتمل ہے جن سے کسی نہ کسی کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن بین السطور خواجہ احرار کی زندگی کے اخلاقی، معاشی اور نفسیاتی پہلو بھی زیر بحث آگئے ہیں اور متعدد معاصر مشائخ اور اکابر کا ذکر ہوا ہے۔ تاریخی نکتے بھی بیان ہوئے ہیں۔ کون بادشاہ اور امیر خواجہ احرار کا مخالف تھا اور کون معتقد؟ حکمرانوں کا رعیت کے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ ماوراء النّہر کا سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لیے وہاں امرا کے ہاں کیسی کیسی کشمکش ہوتی؟ یہ سب اس رسالے کے موضوعات ہیں۔

بعد کے تذکرہ نویسوں کی توجہ اس رسالہ پر رہی ہے، جیسا کہ محمد ہاشم کشمی نے نسمات القدس میں خواجہ احرار کے اصحاب کے تذکرے میں اسی رسالہ سے استناد کیا ہے۔ (۹۱)

رسالہ خوارق عادات احرار کے دو قلمی نسخے میری دسترس میں تھے، ایک کتب خانہ بایزید، استنبول، (شمارہ ۳۶۲۴)، مکتوبہ ۹۸۲ھ، بقلم میرک، بمقام سمرقند، ۸۲ ورق؛ دوسرا خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ (شمارہ H.L.2480)، بلا تاریخ، ۶۶ ورق، یہ نسخہ ۹۶۹ھ میں دارالسلطنت کابل میں ''عرض دیدہ'' ہوا، یعنی نسخہ استنبول سے قدیم تر ہے۔ میں نے انھی دو نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے، اسے مرتّب کیا اور خوارق عادات خواجہ عبید اللہ احرار کے نام سے احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار میں بطور ضمیمہ شائع کیا (صفحات ۵۷۳-۷۰۰)۔

اس کی ایک اور اشاعت مقامات خواجہ احرار: تذکرۂ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار (۸۰۶ تا ۸۹۵ق) کے نام سے ایک جاپانی فاضل ماسوتو موکاواموتو (Masatomo Kawamoto) کے اہتمام سے ۲۰۰۵-۲۰۰۴ء میں دو جلدوں میں مؤسسہ مطالعات زبانہا و فرہنگ ہای آسیا و آفریقا، دانشگاہ مطالعات خارجی توکیو کی طرف سے ہوئی۔ ایک جلد میں فارسی متن، اشاریہ اور جاپانی اور انگریزی زبانوں میں مختصر تعارفی تحریریں درج ہیں۔ ان تحریروں میں نسخوں کا تعارف، سابقہ اشاعت [تہران] کا ذکر، مصنف کا تعارف اور کتاب کی ترکیب و ترتیب بیان ہوئی ہے۔ یہ جلد ۱۵۷+xxx صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد اسی کا جاپانی ترجمہ ہے جس میں مرتّب پروفیسر ماسوتو موکے حواشی بھی موجود ہیں۔ یہ جلد xxiii+155 صفحات پر مشتمل ہے۔

پروفیسر ماسوتو مو نے اپنی اشاعت میں پانچ قلمی نسخے استعمال کیے ہیں۔ دو وہی ہیں جو میں نے استعمال کیے تھے، باقی تین، ابوریحان اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، تاشقند کے نسخے ہیں۔ شمارہ 8237/I؛ 1883/IV؛ 9730 (آخر الذکر کو طبع ٹوکیو میں بنیاد بنایا گیا ہے)۔

مولانا شیخ نے ایک اور علمی خدمت بھی انجام دی۔ میر عبد الاوّل نیشاپوری نے خواجہ احرار کے جو ملفوظات جمع کیے تھے، اس کے ایک قلمی نسخہ کی تصحیح کی۔ کتب خانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ملفوظات احرار کا جو نسخہ (شمارہ ۵۸۶۶) محرّم ۹۴۶ھ میں ناصر نامی کاتب نے کتابت کیا، اس کا

تقابل اس نے ایک ایسے نسخے کے ساتھ کیا جو مولانا شیخ کا تصحیح کردہ تھا۔ (۹۲)

## عبدالحیٔ حسینی: نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرت خواجگان (۹۳)

عبدالحیٔ بن ابوالفتح بن میر عبدالماجد بن میر عبدالباسط؛ آپ بابر بادشاہ کے بیٹے ہندال میرزا (م ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ء) کے ہاں ملازم تھے اور اس نے انھیں کمال عزت و احترام سے رکھا تھا۔ (۹۴) عبدالحیٔ کی والدہ، خواجہ عبدالہادی بن خواجکا بن خواجہ احرار کی دختری اولاد سے تھیں۔ (۹۵) عبدالحیٔ کچھ عرصہ ہندوستان میں رہے اور ۹۸۲ھ/ ۱۵۷۴ء میں اپنے شیخ طریقت خواجہ عبدالشہید (م رمضان ۹۸۲ھ/ ۷۵-۱۵۷۴ء) بن خواجکا بن خواجہ احرار کے ساتھ واپس سمرقند چلے گئے۔ (۹۶)

## نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرت خواجگان

مصنّف نے مقدّمہ میں لکھا ہے کہ وقت کے تقاضوں کے ساتھ، خواجہ احرار کے اخلاف مختلف طبقات میں تقسیم ہو گئے۔ خاندان کے بڑے دنیا سے رخصت ہو گئے اور پسماندگان میں سے کوئی کہیں بس گیا کوئی کہیں؛ کسی کو اپنے نسب کی واقعی خبر نہ تھی اور نہ ہی سلسلہ میں کوئی ایسا شخص باقی رہا تھا جسے ان کے حقیقی نسب کی اطلاع ہو۔ لیکن مصنّف چونکہ اکثر مخدوم زادوں اور خواجگان سلسلہ کی رفاقت میں رہا تھا اور ان کی زبانی ان بزرگوں کے شجرے سنے تھے، انھوں نے چاہا کہ یہ سب قلم بند کر دیں تاکہ لوگوں کو بھی ان بزرگوں کے بارے میں علم ہو اور یہ حضرات بھی اپنے آپ اور اپنے آباواجداد کو پہچان سکیں۔ (۹۷)

اس رسالہ کی تاریخ تصنیف کا ذکر صراحت کے ساتھ نہیں ہوا۔ مصنّف نے اس میں اکبر کے بیٹے دانیال (۹۷۹-۱۰۱۲ھ) کا ذکر ایک زندہ شخص کے طور پر کیا ہے (۹۸) اور ۹۸۲ھ میں اپنی ہندوستان سے سمرقند واپسی کا ذکر کیا ہے۔ (۹۹) تاہم اس میں بعد کے سالوں کے واقعات کا بھی اندراج ہوا ہے، جیسے ۱۰۰۰ھ میں میر جعفر بن زین العابدین میر سلطانی کی وفات (۱۰۰)؛ ۱۰۳۰ھ میں خواجہ معین الدین بن خواجہ خاوند محمود کی مکّہ مکرمہ روانگی (۱۰۱)؛ ۱۰۸۶ھ میں خواجہ محمد یوسف کی وفات (۱۰۲) وغیرہ۔ ظاہر ہے مصنّف نے اس قدر طویل عمر نہیں پائی تھی کہ خود ان واقعات کا ذکر

کرتے اور ۱۰۸۶ھ تک بقید حیات رہے ہوں۔ یقیناً یہ واقعات بعد میں کسی نے داخل کیے ہیں۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ محمد ہاشم کشمی جب ۱۰۳۹ھ/۳۰-۱۶۲۹ء میں نسمات القدس لکھ رہے تھے تو رسالہ خوارق ان کے مآخذ میں شامل تھا اور ۱۰۸۶ھ کے واقعات بہت بعد کے ہیں۔

مصنف نے اس رسالہ میں خواجہ احرار کے اسلاف اور اخلاف کے مختصر حالات دسویں صدی ہجری کے اواخر تک بیان کیے ہیں اور زیادہ توجہ ان کے مادری اور پدری شجروں اور باہمی رشتہ داریوں کی طرف دی ہے۔ خواجہ احرار کے پسماندگان اور اولاد نے سمرقند سے دوسرے علاقوں (جیسے ہندوستان، کاشغر وغیرہ) کی طرف جو ہجرت اور نقل مکانی کی تھی، اس کے بارے میں بھی اس رسالہ میں مفید معلومات ہیں۔ ان حضرات کے پیشوں، کاروبار اور مختلف ادوار میں خواجہ احرار کے مزار کی سجادہ نشینوں کے بارے میں بھی اطلاعات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

## نسب نامہ خواجہ احرار کے تکملے

نسب نامہ خواجہ احرار پر دو تکملے بھی لکھے گئے۔ ایک تکملہ میرزا محمد شاہ بخاری نے خواجہ عبدالرحیم ملقب بہ سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ، صوبہ دار لاہور وملتان (م: ۹ ربیع الثانی ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء) کے کہنے پر لکھا۔[۱۰۳] خواجہ عبدالرحیم کے والد خواجہ عبدالکریم احراری سمرقندی کا سلسلۂ ارشاد ہندوستان میں جاری تھا اور یہاں کئی لوگ ان کے مرید تھے۔ میرزا محمد شاہ نے اپنے اس تکملہ میں خواجہ عبدالرحیم کے اخلاف کی باہمی رشتہ داریوں کی نشان دہی کی ہے۔ اس تکملہ کا ایک خاتمہ میرزا نشاط نے نواب ذکریا خان صوبہ دار لاہور (صوبہ داری: ۱۱۴۹-۱۱۵۸ھ) کے حکم پر لکھا۔ اس میں نواب عبدالصمد خان صوبہ دار لاہور کی وفات کا واقعہ اور اس کی اولاد کا بیان ہوا ہے۔[۱۰۴]

نسب نامہ کا ایک نسخہ گنج بخش لائبریری، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد (شمارہ ۴۹۶) میں ہے۔ اس میں ورق ۱ تا ۱۵۱ عبدالحی کا متن، ورق ۱۵۱ تا ۱۶۵ بخاری کا تکملہ اور ورق ۱۶۵ تا ۱۶۷ نشاط کا خاتمہ درج ہے۔ یہ نسخہ بارہویں صدی کے دو مختلف کاتبوں کا تحریر کردہ ہے۔ دوسرا نسخہ ذخیرۂ اسعد افندی، کتب خانۂ سلیمانیہ، استنبول (شمارہ ۱۶۸۸) کے ایک مجموعہ رسائل میں ہے جسے حافظ صالح بن صنع اللہ ارزنجانی نے ۱۲۴۴ھ میں کتابت کیا۔ اس میں ورق

۵۲ تا ۱۰۵ عبدالحی کا متن، ورق ۱۰۶ تا ۱۱۱ تکملہ اور ورق ۱۱۱ تا ۱۱۴ خاتمہ درج ہے۔ دونوں نسخوں کے عکس میرے پاس موجود ہیں۔ نسب نامہ احرار تا حال طبع نہیں ہوا ہے۔ تکملوں کے ساتھ اس کی اشاعت مفید ہوگی۔

## محمد ہاشم کشمی: نسمات القدس من حدایق الانس

محمد ہاشم بن محمد قاسم، بدخشان کے ایک گاؤں کِشم کے رہنے والے تھے۔ تقریباً ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ پہلے سلسلۂ کبرویہ سے عقیدت رکھتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں، ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء میں ایک خواب دیکھا تو اس کے زیرِ اثر طریقۂ نقشبندیہ کی طرف مائل ہو گئے۔ اپنے وطن کشم سے ہندوستان آئے اور برہان پور جا کر میر محمد نعمان کے مرید ہوئے جو امام ربّانی، مجدّد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ) کے خلیفہ تھے۔ حضرت مجدّد نے ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں کشمی کو سرہند طلب کیا اور اپنی نگرانی میں ان کی تربیت کی اور دو سال تک اپنے پاس رکھا۔ اس کے بعد انھیں اجازتِ ارشاد دے کر برہان پور رخصت کیا۔ برہان پور میں کشمی نے سلسلہ کی خوب خدمت کی اور وہیں انتقال کیا۔ (۱۰۵) آپ کی تاریخ وفات میں بے حد اختلاف ہے۔ محمد صادق کشمیری نے سال وفات ۱۰۴۱ھ لکھا ہے، (۱۰۶) حالانکہ کشمی نے ۱۰۴۲ھ میں رسالہ طرق الوصول فی شریعۃ الرسول تصنیف کیا تھا۔ (۱۰۷) بدرالدین سرہندی نے حضرات القدس لکھتے وقت انھیں "مرحوم" لکھا ہے۔ (۱۰۸) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے تاریخ وفات ۱۱ رجب ۱۰۴۵ھ لکھی ہے (۱۰۹) لیکن حوالہ نہیں دیا۔ ہرمن اتھے کا کہنا ہے کہ کشمی ۱۰۵۶ھ میں بقید حیات تھے۔ (۱۱۰)

## نسمات القدس من حدایق الانس

یہ ماوراء النّہر، خراسان، ہندوستان کے نقشبندی مشائخ کا اہم تذکرہ ہے جو بڑی تحقیق سے ۱۰۳۹ھ/ ۳۰-۱۶۲۹ء میں فارسی زبان میں لکھا گیا۔ (۱۱۱) یہ حقیقت میں رشحات عین الحیات کا تکملہ ہے۔ مصنّف نے اس میں ایسے رجال کا ذکر کیا ہے جو:

الف: رشحات میں مذکور نہیں ہیں؛

ب: رشحات کی تألیف کے وقت ابھی مشہور نہیں ہوئے تھے؛

ج: رشحات کی تصنیف کے بعد پیدا ہوئے؛

د: رشحات میں بعض حضرات کی اوائل زندگی کے حالات درج ہوئے ہیں، بقیہ حالات نسمات میں جمع کیے گئے ہیں۔

کشمی نے تاریخ رشیدی، تذکرۂ مذکّر احباب، نسب نامہ خواجہ احرار تألیف ابوالفتح حسینی وغیرہ سے مدد لی ہے۔

کشمی نے نسمات کے مقالہ اوّل کے مقصد دوم میں خواجہ احرار کے بیس ایسے مریدوں کے حالات لکھے ہیں جو رشحات میں مذکور نہ تھے۔ مولانا محمد قاضی صاحبِ سلسلۃ العارفین کے حالات سب سے مفصّل ہیں۔

کشمی نے زبدۃ المقامات میں نسمات القدس کی تصنیف کا وعدہ کیا تھا [(۱۱۲)] اور کہا تھا:

> ''یہ کتاب (زبدہ) ختم ہو جائے تو امید ہے کہ سلسلۂ عالیہ [نقشبندیہ] کے دیگر متأخرین کے حالات بھی لکھے جائیں گے اور وہ درحقیقت اس کتاب (زبدہ) کی پہلی جلد ہوگی۔'' [(۱۱۳)]

نسمات دراصل وہی زبدۃ المقامات کی پہلی جلد ہے۔ نسمات القدس کے نسخہ اسلام آباد سے یوں لگتا ہے کہ مصنّف ۱۰۳۹ھ میں دونوں جلدوں (نسمات و زبدہ) میں رجال کے حالات کو تاریخی ترتیب دے کر، ایک کتاب کی صورت میں لے آئے تھے۔ پھر اسے دو ''مقالہ'' پر تقسیم کر کے مقالہ اوّل کو نسمات القدس اور مقالہ دوم کو مقامات باقیہ احمدیہ کا نام دیا۔ دوسرا مقالہ زبدۃ المقامات کے نام سے بھی مشہور ہوا۔ کشمی نے خود ہی کہا کہ اگر مقالہ دوم کو الگ کتاب بھی سمجھ لیا جائے تو کوئی مضایقہ نہیں۔ [(۱۱۴)] لیکن جب کشمی نے ان دونوں مقالات کو یکجا کیا تو اس میں کچھ معمولی تبدیلیاں کیں۔ مثلاً زبدہ کے کان پور ایڈیشن میں ہمیں جو مقدّمہ نظر آتا ہے، وہ نسخہ اسلام آباد میں موجود نہیں ہے۔

نسمات، دو ''مقصد'' پر مشتمل ہے۔ پہلے مقصد میں مولانا سعد الدین کاشغری کے مریدین اور دوسرے مقصد میں خواجہ احرار کے متوسلین کے حالات ہیں۔ زبدہ بھی دو ''مقصد'' پر مشتمل ہے، مقصد اوّل خواجہ باقی باللہ اور مقصد دوم شیخ احمد سرہندی کے حالات میں ہے۔ لیکن مصنّف نے

نسمات کے اختتام پر اور زبدہ کو شروع کرنے سے پہلے، ایک ''مقصد سوم'' خواجہ باقی باللہ کے شیوخ کے حالات میں لکھا ہے، جس میں محمد زاہد وَخشی، درویش محمد اور مولانا خواجگی کے حالات کا اضافہ کیا ہے۔ زبدہ کے خاتمہ (طبع کان پور) پر مصنّف نے چھ رباعیاں خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدّد الف ثانی کی مدح میں لکھی ہیں۔ لیکن دونوں کتابوں کو یک جا کرتے ہوئے ان رباعیات کی جگہ سات اشعار کا ایک قطعہ درج کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

شرح احوال نقشبندان را
نقش بستم بہ نوک کلک صواب

نسمات کے حسب ذیل مخطوطات ہمارے علم میں ہیں:

۱۔ گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۱۰۴۷۰، بخط نستعلیق، ایک مجموعہ رسائل میں جس کا کاتب ملاّ حبیب اللہ پشاوری اور تاریخ کتابت ۱۲۰۲ھ ہے۔ اس میں نسمات اور زبدہ دونوں یکجا ایک کتاب کے طور پر شامل ہیں۔ نسخہ ابتدا سے قدرے ناقص ہونے کی وجہ سے نسمات کے مقدّمہ کے کچھ مضامین غائب ہیں۔ اس نسخہ کا عکس میرے پاس موجود ہے۔

۲۔ البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائینسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۳۸۸، مکتوبہ ۱۲۰۵ھ۔(۱۱۵)

۳۔ ذخیرۂ شیخ عارف حکمت، ملک عبد العزیز لائبریری، مدینہ منورہ، بخط نستعلیق، بقلم میرزا نعمت اللہ خوقندی، مکتوبہ شعبان ۱۲۴۸ھ، بفرمائش محمد خلیل فاروقی پشاوری، برائے احمد عارف بیگ افندی معروف بہ حکمت اللہ بن ابراہیم عصمت اللہ افندی یعنی صاحبِ ذخیرہ (۱۲۰۱ھ-۱۲۷۵ھ)، بمقام بلدۂ قزان، ۱۵۳ ورق۔ اس نسخہ کا عکس پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم کے لطف و کرم اور محبوب حسن واسطی صاحب کی وساطت سے مجھے حاصل ہوا۔

۴۔ ایک نسخہ لنین گراڈ میں ہے(۱۱۶) لیکن مجھے اس کی تفصیلات مہیّا نہیں ہو سکیں۔

نسمات کا فارسی متن تا حال نہیں چھپا(۱۱۷)، تاہم اس کا اردو ترجمہ، بقلم سید محبوب حسن واسطی، مکتبہ نعمانیہ، سیال کوٹ سے صفر ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء، ۲۹۶ صفحات میں شایع ہوا ہے۔ مترجم کے پیش نظر صرف نسخہ مدینہ تھا۔

زبدۃ المقامات/ برکات احمدیہ (یعنی نسمات کا مقالہ دوم) مطبع منشی نول کشور، کان پور سے

۱۳۰۷ھ میں چھپی۔ایک صدی بعد اسی کا عکس کتابخانۂ حقیقت، استنبول نے ۱۴۰۸ھ میں شایع کیا۔

## خواجہ احرار پر معاصرین کی تحقیقات

اگرچہ یہاں خواجہ احرار پر قدیم اور اوّلین مآخذ کا جائزہ لینا مقصود تھا، لیکن حسن ختام کے لیے یہاں چند معاصر تحقیقات کی طرف اشارہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

روسی مورّخ الیکزینڈر بولدراف نے خواجہ احرار ولی (۱۱۸) پر جو تحقیقات کی ہیں ان میں یہ کوشش کی ہے کہ سوویت یونین میں اشتراکی نظام کے زیر اثر خواجہ احرار کی شخصیت جس طرح مسخ کی گئی ہے، اس کی تلافی کی جائے اور ان کا اصل مقام پیش کیا جائے۔ (۱۱۹)

سمرقند یونیورسٹی (ازبکستان) کی ادبیات فیکلٹی کے پروفیسر ڈاکٹر باتورخان خلعت پورولی خواجہ (پ: ۱۹۳۲ء) نے خواجہ احرار ولی کے نام سے تاجیکی (۱۲۰) زبان میں کتاب تصنیف کی۔ پہلے پہل یہ روزنامہ آواز، سمرقند (۱۹۹۰ء) اور آوازِ تاجیک (۱۹۹۱ء) میں قسط وار چھپی تھی۔ بعد میں سمرقند (۱۹۹۲ء) اور دوشنبہ (۱۹۹۳ء) سے کتابی صورت میں شایع ہوئی۔ اس کا اُزبکی ترجمہ بھی ۱۹۹۳ء میں سمرقند سے چھپ گیا تھا۔ چونکہ اس کتاب کا تاجیکی ایڈیشن کریلیہ رسم الخط میں ہے، پروفیسر رحیم مسلمانیان قبادیانی نے اسے فارسی رسم الخط میں منتقل کیا اور یہ خواجہ احرار ولی کے نام سے دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران نے ۱۳۷۶شمسی / ۱۹۹۷ء میں شایع کی۔ ۱۱۴صفحات کی یہ مختصر کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

۱۔ تاریخی تحقیقات پر ایک نظر؛

۲۔ محمد قاضی اور خواجہ احرار؛

۳۔ حضرت خواجہ احرار ولی کے مختصر حالات زندگی؛

۴۔ خواجہ احرار کے اطوار، آثار اور گفتار؛

۵۔ خواجہ احرار کے نام ور پیروکار اور "احراری"

فارسی ایڈیشن (تہران، ۱۹۹۷ء) میں خرابی یہ ہے کہ پروفیسر قبادیانی نے، باوجود فاضل آدمی ہونے کے، موضوع سے عدم واقفیت کی بنا پر اس کتاب میں مذکور اکثر افراد اور کتب کے نام اور اصطلاحاتِ تصوّف کو کریلیہ رسم الخط سے فارسی رسم الخط میں منتقل کرتے ہوئے بگاڑ دیا

ہے۔

۲۰۰۷ء میں تاشقند سے روسی زبان میں خواجہ احرار پر ایک اہم کتاب شایع ہوئی۔اس کتاب کی مصنفہ کا نام Kadyrova Mukhlisabony Turgunova ہے۔اس کتاب کے روسی سرورق کی انگریزی نقل حرفی اوراس کا اردواورانگریزی متبادل کچھ اس طرح ہے:

***Zhitiia Khodja Akhrara: Opytsistemhogo analiza po rekonstuktsii biografii Khodja Akhrara iistorii roda Akhraridov***

حیات خواجہ احرار: خواجہ احرار کی حیات اوران کے خاندان کی تاریخ کی تشکیل نو کا ایک نظامیاتی جائزہ

The Life of Khoja Ahrar: A Systematic Analysis of the Reconstruction of the Biography of Khoja Ahrar and the History of the Family of Ahrar

اسے French Institute of Central Asian Studies (IFEAC)، تاشقند نے شایع کیا ہے۔ یہ ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے ابواب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔مسموعاتِ میر عبدالاول، حیاتِ خواجہ احرار کا اولین مأخذ؛

۲۔سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدیقین، حیات خواجہ احرار کا دوسرا مأخذ؛

۳۔مناقب نویسی کے آداب اور اصول (رشحات عین الحیات اور مقامات خواجہ احرار کی روشنی میں)؛

۴۔خواجہ احرار کے مناقب نویس مصنّفین اور ان کا طریق کار (مواد کی یکسانیت اور اختلافات)؛

۵۔خواجہ احرار کا شجرہ؛

۶۔اخلاف خواجہ احرار کا شجرہ؛

۷- خاتمہ؛

۸- فہرست مآخذ

اس کے بعد تین ضمیمے ہیں:

۱- شجرہ نامے؛

۲- شجرہ نامے؛

۳- بختیار ایم باباجان اف Bakhtiyor M.Babajanov[۱۲۱] کا مقالہ ''خواجہ احرار کے حوالے سے ایک صوفی شیخ کا تصوّر کیا ہے؟''

ضمیمہ کے تیسرے مقالہ سے گمان گذرتا ہے کہ کتاب کی مصنفہ، پروفیسر باباجان اف کی شاگرد ہیں اور یہ ان کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔[۱۲۲]

خواجہ احرار پر پہلا مستقل اردو تذکرہ، حافظ مولوی محمد تقی انور علوی کاکوروی کا تصنیف کردہ ہے جو حضرت سلطان الاولیاء خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی کے نام سے کتب خانۂ انوریہ تکیہ شریف کاظمیہ، کاکوری، ضلع لکھنؤ سے ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ۱۶۶ صفحات میں شایع ہوا۔ اس تذکرہ کے مآخذ میں سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین، فقرات اور رشحات عین الحیات شامل ہیں۔ یہ تذکرہ حسب ذیل مضامین کا حامل ہے:

۱۔ لقب ''احرار'' کی تحقیق؛

۲۔ سوانحی حالات؛

۳۔ حالات وواقعات (کرامات)؛

۴۔ واقعہ وصال؛

۵۔ اولاد بزرگوار، اقوال

☐ ☐ ☐

## حواشی

۱۔ نفحات کی تاریخ تصنیف کا تعین ہم نے نسخہ گنج بخش، اسلام آباد، شمارہ ۹۲۶۰ کی بنیاد پر کیا ہے۔دیکھیے: عارف نوشاہی، ''نسخہ نفحات الانس از روزگار جامی''، آیندہ، تہران، سال ۱۰، آبان-آذر ۱۳۶۳ش، شمارہ ۸-۹، صفحات ۵۸۵-۵۸۸

۲۔ نفحات الانس، ص ۴۱۰

۳۔ ایضاً، ص ۴۱۰

۴۔ ایضاً، ص ۴۰۳-۴۰۴

۵۔ ایضاً، ص ۴۰۴، ۵۹۲

۶۔ یہ کتاب ڈاکٹر کمال ارسلان کا پی ایچ ڈی کا تھیسز تھا۔ انھوں نے اسے مرتب کیا اور قدیم چغتائی رسم الخط (عربی) سے موجودہ رومن رسم الخط میں بدل کر شایع کروایا۔ خواجہ احرار کے حالات صفحات ۲۵۶-۲۵۸ پر ہیں۔

۷۔ نوائی نے اس کتاب میں خواجہ احرار کی عمر چھ ماہ کم نوے سال لکھی ہے اور رحلت کا سال ۸۹۴ھ درج کیا ہے (ص ۲۵۷) جو صحیح نہیں ہے۔

۸۔ نسب نامہ احرار، ۱۳۲

۹۔ < خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط >، ص ۲۰۰

۱۰۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۰۷

۱۱۔ خوارق عادات احرار، پٹنہ، ۹۵؛ سلسلۃ العارفین، ۶۷-۶۸؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۰۳-۶۰۷؛ ملفوظات، بند ۴۳۱، ۶۸۰

۱۲۔ ملفوظات، بند ۴۲۷؛ خوارق عادات احرار، ۶۱

۱۳۔ فقرات (نسخہ تاشقند)، ص ۶۰

۱۴۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے: سلسلۃ العارفین، متعدد صفحات؛ رشحات عین الحیات، ج ۲ ص ۳۷۸، ۶۲۶-۶۳۱؛ خوارق عادات احرار، پٹنہ، ۵۱، ۷۶؛ بیان سلسلۂ خواجگان، ورق ۷۹ در مجموعہ؛ سلسلہ نامہ خواجگان نقشبند، ۱۳ اب؛ سلسلۃ الصدیقین، ورق ۱۹۱ در مجموعہ؛ تاریخ رشیدی، صفحات ۳۳۹-۳۴۳،

۴۰۹ - ۴۱۰، ۴۸۷ - ۴۸۸؛ جمرات الشوق لاصحاب الذوق؛ رسالہ در بیان احوال حضرت مولانا محمد قاضی، مصنف نامعلوم، جس میں مولانا محمد قاضی کے ایک مرید سے روایات نقل کی گئی ہیں، مخزونہ برٹش میوزیم، شمارہ Add.26267، ورق ۳۷ب - ۴۱ بحوالہ فہرست ریو، ج ۲، ص ۸۵۹؛ لمحات من نفحات القدس، ۲۳۱ - ۲۳۲؛ نسمات القدس من حدایق الانس، ص ۱۱۵ - ۱۲۰؛ طبقات شاہ جہانی، ورق ۱۴۵؛ خزینۃ الاصفیا، ج ۱، ص ۵۹۷ - ۵۹۸؛ مجالس العشاق (مطبوعہ)، ص ۲۴۴ (اس اشاعت میں مرتّبِ کتاب نے ہر جگہ عبیداللہ کی بجائے عبداللہ لکھا ہے۔)

۱۵۔ مفتی غلام سرور لاہوری کا خزینۃ الاصفیا ج ۱ ص ۵۹۷ میں یہ کہنا درست نہیں کہ مولانا محمد، بادشاہ وقت کی طرف سے منصب قضا پر فائز تھے۔

۱۶۔ تاریخ رشیدی، ص ۳۳۹ - ۳۴۰ میں دوسرے خط کا متن نقل ہوا ہے اور اسے میں نے اپنی کتاب احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار، ص ۵۶۲ - ۵۶۳ میں بھی درج کیا ہے۔

۱۷۔ مولانا محمد قاضی، خواجہ احرار کے حلقہ ارادت میں آنے سے پہلے، شیخ زادہ الیاس، جو خواجہ احرار کے بدترین مخالف تھے، کے پاس بھی گئے تھے۔ جب شیخ زادہ الیاس نے وفات پائی تو تعزیت کے لیے ان کے بیٹے کے پاس گئے۔ دیکھیے: خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۲

۱۸۔ تاریخ رشیدی، ص ۱۴۷، ۳۴۲

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۴۶

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۴۶

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۴۳

۲۲۔ ایضاً، ص ۴۰۹

۲۳۔ مخدوم اعظم احمد کاسانی کو بھی خواجہ احرار کی طرح کئی سوانح نویس اور ملفوظات نگار میسر آئے جنھوں نے ان کے سوانح حیات اور ملفوظات پر کتب لکھیں، جیسے دوست محمد فالیز کار بن نوروز محمد الاخسیکتی (م ۹۷۴ھ) کی دو الگ الگ تصانیف سلسلہ الصدیقین و انیس العاشقین (مخطوطہ خلیل الرحمان داودی مرحوم، لاہور) اور تنبیہ الضالین والمضلین (البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، ۳۱۷۱)؛ قاسم بن محمد شہر صفائی بخاری متخلص بہ کاتب کی انیس الطالبین (البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، ۳۹۶۹)؛ حافظ ابراہیم کی مقامات احمد کاسانی پر ایک کتاب جس کا ذکر

جامع المقامات میں ہوا ہے؛ ابوالبقا بن بہاء الدین نبیرۂ مخدوم اعظم کی جامع المقامات (تصنیف محرّم ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء، مخطوطہ، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۸۳۴)۔ ان کتب میں بعض واقعات خواجہ احرار اور مولانا محمد قاضی سے بھی متعلق ہیں۔ دیکھیے: فہرست مشترک پاکستان، ج۱۱، ۸۸۷

B.Babajanov,"Biographies of Makhdum-i A'zam al-Kasani al-Dahbidi, *Shaykh* of the Sixteenth Century Naqshbandiya",*Manuscripta Orientalia*,St.Petersburg,Vol.5.No.2,June 1999,pp.3-8

۲۴۔ تاریخ رشیدی، ص ۴۸۷-۴۸۹؛ خزینۃ الاصفیا، ج۱، ص ۵۹۷ میں آپ کی تاریخ وفات غلطی سے ۹۱۱ھ لکھی ہے۔

۲۵۔ سمریہ، ص ۹۶ (طبع اوّل)؛ ص ۱۸۷ (طبع دوم)

۲۶۔ تاریخ رشیدی، ص ۴۸۸-۴۸۹؛ نسمات القدس، ص ۱۲۰،۷۰

۲۷۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴

۲۸۔ مولانا محمد قاضی نے خواجہ مولانا کے بارے میں زیادہ وضاحت نہیں کی۔ بظاہر یہ خواجہ مولانا بن عصام الدین ہی ہیں جو خواجہ احرار کے مخالفین میں سے تھے اور ان کے حالات رشحات عین الحیات، ج۲، ص ۵۴۴-۵۴۹ میں آئے ہیں۔ خواجہ احرار نے یہی بات مولانا شیخ صاحب خوارق عادات احرار سے بھی کہی تھی کہ تم کچھ اور لکھو نہ لکھو، میرے اور خواجہ مولانا کے درمیان پیش آنے والے واقعات ضرور لکھنا۔ لیکن میرزا حیدر دوغلات نے اس کی تعبیر اور طرح سے کی ہے۔ دوغلات، خواجہ احرار کی مساعی سے ۸۹۰ھ میں، سلطان احمد میرزا، عمر شیخ میرزا اور سلطان محمود خان کے درمیان صلح کروانے کا واقعہ، جس میں مولانا محمد قاضی بھی شریک تھے، نقل کر چکنے کے بعد سلسلۃ العارفین کے حوالے سے لکھتا ہے: ''تینوں بادشاہ اپنے اپنے لشکروں کی طرف چلے گئے اور خواجہ احرار نے دریائے خجند کی طرف جا کر، دریا کے کنارے اپنا وضو تازہ کیا۔ پھر مجھ فقیر [مولانا محمد قاضی] سے مخاطب ہو کر فرمایا: ہمارے اس کارنامے کو لکھا جا سکتا ہے۔ مولانا محمد قاضی فرماتے ہیں کہ سلسلۃ العارفین کی تصنیف کا باعث خواجہ احرار کا یہی حکم تھا۔'' تاریخ رشیدی، ص ۱۴۵-۱۴۶

۲۹۔ سلسلۃ العارفین، ص ۶

۳۰۔ ایضاً، ص ۶

۳۱۔ سلسلۃ العارفین کے نسخوں میں اس کی تاریخ تصنیف، عربی عبارت میں اس طرح لکھی ہے: ''در تاریخ ستہ عشر و تسعمائۃ''، لیکن سعید نفیسی نے تاریخ نظم و نثر در ایران، ج ۱، ص ۳۸۳ میں اسے ''تاریخ سنہ عشر و تسعمائۃ'' پڑھ کر اعداد میں تاریخ ۹۱۰ھ لکھی ہے۔ سلسلۃ العارفین کی تاریخ ۹۱۶ھ قرار دینے میں ایک اشکال یہ ہے کہ رشحات عین الحیات جو ۹۰۹ھ کی تصنیف ہے اس کے مصنف نے سلسلۃ العارفین کو بطور مأخذ کیسے استعمال کرلیا؟ اگرچہ یہ اشکال سلسلۃ العارفین کی تاریخ تصنیف ۹۱۰ مان لینے بھی ہے لیکن مصنفین کے ہاں یہ روایت رہی ہے کہ متعین سال تصنیف کے بعد بھی اپنی کتابوں میں معلومات داخل کرتے رہتے تھے۔

۳۲۔ مولانا شیخ بظاہر وہی خوارق عادات احرار کے مؤلف ہیں۔

۳۳۔ سلسلۃ العارفین، ص ۹

۳۴۔ ایضاً، ص ۱۱

۳۵۔ تاریخ رشیدی، ص ۴۸۸

۳۶۔ سراج الصالحین، ص ۲۶۱

۳۷۔ حافظ کا کوروی کا اپنی کتاب خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی (ص ۳۱ حاشیہ) میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ سلسلۃ العارفین، مسموعات میر عبد الاوّل کا مأخذ رہی ہے۔ معاملہ الٹ ہے، اس لیے کہ مسموعات، سلسلہ سے پہلے لکھی جا چکی تھی۔

۳۸۔ اسی نام سے ایک اور کتاب صنع اللہ نعمت اللہی نے بھی لکھی جو بمبئی، ۱۳۰۷ھ سے شایع ہو چکی ہے۔

۳۹۔ <فہرست ازبکستان>، جلد ۱۰، شمارہ ۶۹۴۹

۴۰۔ <فہرست علی گڑھ>، ۱۳۱۷، اس نسخہ کی مائکروفلم حکیم سیّد ظل الرحمان، مہتمم ابن سینا اکیڈمی، علی گڑھ نے اس وقت مہیا کی جب اس کے حصول کی میری ساری کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ اس کے لیے میں ان ممنون ہوں۔

۴۱۔ فہرست نسخہ ہای خطی... مغنیسا، ص ۳۰۹۔۳۱۰

۴۲۔ <فہرست ازبکستان>، ج ۸، ش ۵۹۷۵

۴۳۔ فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانۂ گنج بخش، ج ۴، ص ۲۱۲۵

۴۴۔ خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی، ص ۲۴

۴۵۔ مرآت التصوف، ص۱۲۲

۴۶۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانۂ بروسہ، ۱۰۸ میں سہواً کاتب کا نام محمد قاضی بن برہان الدین لکھا ہے۔

۴۷۔ اب اہل ترکی اس کا تلفظ بورسہ / Bursa کرتے ہیں۔ قدیم املاء بروسہ بھی ہے۔

۴۸۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانۂ رضا، رام پور، ج۱، ص۴۰۷

۴۹۔ <فہرست ازبکستان>، ج۱۰، ص۶۹۵

۵۰۔ ایضاً، ج۸، ش۵۹۷۴

۵۱۔ فہرست مشترک پاکستان، ج۱۱، ص۸۴۳

۵۲۔ نسخہ ہای خطی، دفتر ۹، ص۲۹۵؛ شاید یہی نسخہ نمبر 3333 کے ساتھ دفتر ۱۰، ص ۳۵۵ میں مکرر درج ہوا ہے۔

۵۳۔ <مخطوطات افغانستان>، ص۱۳۹

۵۴۔ مرآت التصوف، ص۱۲۲

۵۵۔ فہرست کتب عربی وارد و مخزونہ کتب خانۂ آصفیہ، ج۱، ص۴۴۲

۵۶۔ یہ نسخہ انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا میں درج مقالہ ''احرار'' کے مآخذ میں شامل ہے۔

۵۷۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانۂ رضا، رام پور، ج۱، ص۲۹۹

۵۸۔ <فہرست علی گڑھ>، ج۱، ح۲، ص۱۰۹۹

۵۹۔ نسخہ ہای خطی، دفتر ۱۱-۱۲، ص۵۴۴

۶۰۔ کاکوروی صاحب نے پہلے ایک مبسوط مقالہ ''امیر الامرا، رئیس الاولیاء حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی، ایک مطالعہ'' عنوان سے لکھا جو ماہ نامہ برہان، دہلی میں تین قسطوں [دسمبر ۱۹۸۴ء، جنوری، ۱۹۸۵ء، فروری ۱۹۸۵] میں شایع ہوا۔ بعد میں اسی کو توسیع دے کر کتابی صورت میں کاکوری سے ۱۹۸۶ء میں شایع کیا جس کا ذکر اپنے مقام پر ہوا ہے۔

۶۱۔ برہان، جنوری ۱۹۸۵ء، ص۱۸؛ خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی، ص۳۱

۶۲۔ وہی حوالہ۔

۶۳۔ برہان، جنوری ۱۹۸۵ء، ص۲۲، خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی، ص۳۴

۶۴۔ عبیداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی کے حالات کے لیے: حبیب السیر، ج۴، ص۲۶۱

۶۵۔ برہان، جنوری ۱۹۸۵ء، ص ۲۱؛ خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی، ص ۳۳

۶۶۔ تاریخ رشیدی، ص ۴۸۸

۶۷۔ ایضاً، ص ۴۸۸-۴۸۹

۶۸۔ ایضاً، ص ۴۹۱-۴۹۷

۶۹۔ نسمات القدس، ص ۹۰

۷۰۔ ایضاً، ص ۱۱۹

۷۱۔ شاید یہ ابوالخیر بن دولت شیخ بنی شیبانی کی طرف اشارہ ہو جو ۸۳۲ سے ۸۷۳ھ تک ماوراء النہر میں حکمران تھا۔ لیکن مولانا محمد قاضی اس دور میں ابھی مشہور نہیں ہوئے تھے۔

۷۲۔ رسالہ در شرایط سلطنت، نسخہ تہران، ص ۱۳۷-۱۳۹

۷۳۔ <فہرست انڈیا افس>، شمارہ 1923/25

۷۴۔ <اسٹوری>، ج ۱، ح ۲، ص ۹۶۷، دوسرا مصرع نامکمل ہے۔

۷۵۔ محمد تقی دانش پژوہ نے نسخہ ہای خطی، دفتر ۱۰، ص ۳۲۲ میں اس نسخہ کا اندراج بحوالہ رسالہ *Me'langes Asiatiques* طبع پیٹرزبرگ، ۱۸۶۴، ج ۵، ص ۲۲۱ (درن۔ خانیکوف، کتابخانۂ قیصری) کیا ہے۔

۷۶۔ کاشفی کے حالات اور مزید مآخذ کے لیے دیکھیے: احمد گلچین معانی، مقدمہ لطایف الطوایف تصنیف فخر الدین علی صفی سبزواری، انتشارات اقبال، تہران ۱۳۶۲ش، طبع چہارم، علی اصغر معینیان، مقدمہ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۶۵-۹۹؛ نسمات القدس (قلمی، گنج بخش)، ص ۹۷، ۱۰۰

۷۷۔ ان کے مزار کی حالت، تصویر، لوح مزار کے لیے دیکھیے: رسالہ مزارات ہرات، ص ۱۳-۱۵ (تعلیقات)

۷۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۷-۸

۷۹۔ ایضاً، ج ۱، ص ۸

۸۰۔ رشحات عین الحیات کا حجم زیادہ ہونے کے باعث، تہران ایڈیشن ۲ جلدوں میں تقسیم ہوا ہے۔ اس طرح کہ ''مقالہ'' پہلی جلد میں اور تین ''مقصد'' اور خاتمہ دوسری جلد میں آئے ہیں۔

۸۱۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فہرست مشترک پاکستان، ج ۱۲، ص ۲۲۴؛ فہرست نسخہ ہای خطی بروسہ، ص ۴۲؛ <اسٹوری>، ج ۱، ص ۹۶۴-۹۶۶

۸۲۔ ہم نے یہ اطلاع خیط السبحات کے ایک عکسی صفحہ سے اخذ کی ہے جو نقشی از مولانا خالد نقشبندی و پیروان

طریقت او میں چھپا ہے۔ خیط السجات کا اصل قلمی نسخہ نقشی از مولانا خالد... کی مصنفہ مہین دخت معتمدی کے پاس تھا۔

۸۳۔ نقشی از مولانا خالد نقشبندی و پیروان طریقت او، ص ۱۶-۱۷؛ یحییٰ معرفت مصنفہ کے چچا ہیں۔

۸۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۱۷ - ۶۲۰؛ ملفوظات احرار، نسخہ گنج بخش، شمارہ ۵۸۶۶ کے ترقیمہ میں ان کا نام مولانا شیخ آیا ہے۔

۸۵۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۲۵-۱۲۶

۸۶۔ دونوں خواجہ احرار کے داماد ہیں۔

۸۷۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۶۱-۶۲

۸۸۔ سلسلۃ العارفین، ص ۹

۸۹۔ سلسلہ نامہ، ۱۲الف؛ نسمات القدس، ص ۹۶

۹۰۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۸، میری قرائت کے مطابق ''نہ صد و یازدہ'' ہے؛ لیکن نسخہ استانبول، ص ۱۷ اور نسخہ تاشکند (شمارہ 8237/I) میں آگ لگنے کا واقعہ ۹۱۵ھ کا لکھا ہے۔ مقامات خواجہ احرار، طبع ٹوکیو، ص ۶۵ میں بھی ۹۱۵ھ ہے۔

۹۱۔ نسمات القدس، ص ۱۰۲

۹۲۔ ملفوظات احرار، نسخہ گنج بخش، شمارہ ۵۸۶۶، ص ۲۱۴ ''این نسخہ مقابلہ کردہ شد بہ نسخہ مصححہ معتمد علیہا و چنین مسموع شد کہ تصحیح خدمت مولانا شیخ است کہ از کبار اصحاب حضرت خواجہ بودہ اند۔''

۹۳۔ مصنف نے خود اس رسالہ کا کوئی نام متعین نہیں کیا، راقم السطور نے موضوع کی مناسبت سے اس کا نام نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرت خواجگان مقرر کیا ہے۔

۹۴۔ نسب نامہ احرار، (نسخہ اسلام آباد)، ص ۱۳۰

۹۵۔ ایضاً، ص ۱۳۱

۹۶۔ ایضاً ۶۷-۶۸

۹۷۔ ایضاً ۵-۶

۹۸۔ ایضاً، ص ۱۲۶-۱۲۷

۹۹۔ ایضاً، ۶۷-۶۸

۱۰۰۔ ایضاً، ص ۱۴۸

۱۰۱۔ ایضاً، ص ۳۹، نسخہ استنبول، ۶۳ الف میں یوں لکھا ہے: ''در سنہ از بندگان حضرت رخصت ملکہ گرفتہ''، یعنی سال نہیں لکھا ہے۔

۱۰۲۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۱۰

۱۰۳۔ ایضاً، ص ۱۶۵

۱۰۴۔ ایضاً، ص ۱۶۶، ''خاتمہ'' کے مندرجات نسخہ استنبول میں مفصل اور نسخہ اسلام آباد میں مجمل ہیں۔ میرزا نشاط کا نام صرف نسخہ استنبول میں ہے۔

۱۰۵۔ کشمی نے نسمات القدس اور زبدۃ المقامات کے دیباچے میں اپنے بارے میں مختصراً لکھا ہے۔ میں نے اسی دیباچے سے استفادہ کیا ہے۔ نیز دیکھیے: محمد اسلم، ''خواجہ محمد ہاشم کشمی''، مشمولہ تاریخی مقالات، ندوۃ المصنّفین، لاہور، ۱۹۷۰ء طبع اول، ص ۱۶۲۔ ۱۷۶؛ اس میں زیادہ تر کشمی کے فارسی دیوان کا تعارف ہے۔ تاریخی مقالات کے دوسرے ایڈیشن، بک ٹاک، لاہور، ۱۹۹۱ء میں یہ مقالہ شامل نہیں ہے۔

۱۰۶۔ طبقات شاہ جہانی (طبقہ عاشرہ)، ص ۲۶

۱۰۷۔ عارف نوشاہی، ''محمد ہاشم کشمی کے بعض فارسی رسائل کی بازیافت''، فکر ونظر، اسلام آباد، محرم۔ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ، ص ۷۳۔ ۸۶

۱۰۸۔ حضرات القدس، ص ۳۶۸-۳۸۳، سال وفات کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔

۱۰۹۔ غلام مصطفیٰ خان، ''خواجہ محمد ہاشم کشمی''، تحقیق، حیدر آباد، شمارہ ۲، سال ۱۹۸۸ء، ص ۳۷

۱۱۰۔ <فہرست انڈیا آفس>، ص ۲۸۹۸

۱۱۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: فہرست مشترک پاکستان، ج ۱۱، ص ۸۹۱-۸۹۲، منزوی اور <استوری>، ج ۱، ص ۹۸۹ نے تاریخ تصنیف ۱۰۳۱ھ لکھی ہے جو درست نہیں ہے۔ کشمی نے نسمات القدس، ص ۵۴ میں مولانا حسین قاشقی [یعنی قاشق تراش] کے حالات میں بصراحت لکھا ہے: ''امروز کہ سال ہزار وسی ونہ است''، یعنی اب کہ سال ۱۰۳۹ھ ہے۔ دوسرا یہ کہ نسمات القدس، زبدۃ المقامات (سال تصنیف ۱۰۳۷ھ) کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور ۱۰۳۱ھ کسی طرح سے بھی سال تصنیف نہیں ہوسکتا۔

۱۱۲۔ زبدۃ المقامات، ص ۱۲-۱۳

۱۱۳۔ ایضاً، ص ۵

۱۱۴۔ نسمات القدس، ص ۱۵۲

۱۱۵۔ <فہرست از بکستان>، ج ۳، ش ۲۶۳۴

۱۱۶۔ <اسٹوری>، ج ۱، ش ۹۸۹، ۹۹۰

۱۱۷۔ ایک پاکستانی طالب علم منیر جہان ملک نے دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی، دانشگاہ تہران سے ۷۵۔ ۱۳۷۴ش/ ۹۶ – ۱۹۹۵ء میں نسمات القدس کی تصحیح کر کے پی ایچ ڈی مکمل کی۔ ان کے پیش نظر اسلام آباد اور مدینہ کے نسخے تھے۔

۱۱۸۔ وسطی ایشیا میں آپ ''خواجہ احرار ولی'' کے نام سے معروف ہیں۔

۱۱۹۔ رحیم مسلمانیان قبادیانی، ''ادبیات نو تاجیکی''، کیہان فرہنگی، تہران، سال ۹ (دی ماہ ۱۳۷۱ش)، شمارہ ۱۰، ص ۲۷؛ اس مقالہ میں بولدروف کی خواجہ احرار کے بارے میں تحقیقات کا سرسری ذکر ہوا ہے۔

۱۲۰۔ فارسی اس وقت تین ممالک کی سرکاری زبان ہے لیکن تینوں ممالک میں اس کے اپنے اپنے نام ہیں؛ ایران میں فارسی، افغانستان میں دری، تاجیکستان میں تاجیکی۔ بنیادی طور پر یہ ایک ہی زبان ہے، لہجے کا فرق ہے۔ تینوں ممالک کا کلاسیک ادبی سرمایہ بھی مشترک ہے۔

۱۲۱۔ باباجان اف ابوریحان بیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز سے وابستہ ہیں اور اس وقت وسطی ایشیا میں اسلام اور تصوف کی تاریخ کے ماہر تصور کیے جاتے ہیں۔

۱۲۲۔ اس کتاب کی اشاعت کے اطلاع کے لیے پروفیسر جو-این گروس کا ممنون ہوں۔

احوال خواجہ احرار

## خواجہ احرار کے آبا و اجداد اور خاندان

خواجہ احرار کے آبا و اجداد [(۱)] اہلِ علم و عرفان اور اصحابِ ذوق و وجدان میں سے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب والد کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور والدہ کی طرف سے حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ احرار کے والد کھیتی باڑی کرتے تھے اور غلہ فروخت کرتے تھے۔ انھوں نے زیارتِ بیت اللہ بھی کی تھی۔ [(۲)] خواجہ احرار کے دادا شہاب الدین شاشی بھی کھیتی باڑی اور تجارت کرتے تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ، خواجہ داؤد کی صاحبزادی تھیں۔ خواجہ داؤد کے والد گرامی کا نام خواجہ خاوند طہور اور دادا کا نام عمر باغستانی تھا۔

خواجہ احرار کی دو بہنیں تھیں اور دونوں مستجاب الدعواۃ تھیں۔ ان میں سے ایک باب ماچین کی اولاد میں سے خواجہ عماد الملک سے منسوب تھیں، اور دوسری بہن کی نسبت خواجہ احرار کے چچازاد خواجہ اسحاق کے بیٹے سے طے تھی۔ [(۳)]

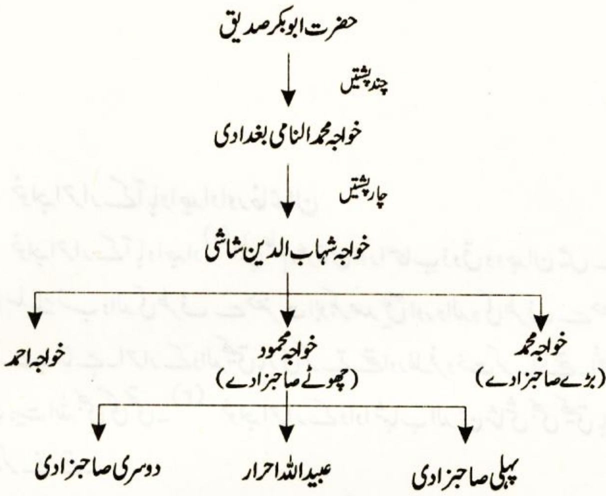
## ولادت اور جائے پیدائش

ناصر الدین عبید اللہ احرار، [(۴)] رمضان ۸۰۶ھ/ مارچ ۱۴۴۰ء میں تاشقند کے ایک گاؤں باغستان میں پیدا ہوئے۔ [(۵)] بچپن ہی میں بعض بزرگوں نے پیشین گوئی کر دی تھی کہ خواجہ احرار آگے چل کر بہت مقام و مرتبہ پائیں گے۔ [(۶)]

جب خواجہ احرار کا ماوراء النّہر میں اثر و رسوخ بڑھا تو اُن کے عقیدت مندوں نے انھیں حضرت رسولِ اکرمؐ کی اس حدیث کے مصداق قرار دیا [(۷)] جس میں آپؐ نے فرمایا ہے:

**یخرج رجل من وراء النهر یقال له الحارثُ بن حَرّاث، علی**

## والد کی طرف سے سلسلۂ نسب




## والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب

عبداللہ بن عمر فاروق

سولہ پشتیں

عمر باغستانی

خاوند طہور

خواجہ داؤد

خواجہ احرار کی والدہ

خواجہ احرار

مَقدمتِہ رجل یقالُ لہٗ منصورُ یُوطّی. اویُمگّنُ. لآل محمد کما مکّنَت قُریشُ لرسول اللّٰہ...... الی آخر۔ (۸)

خواجہ احرار نے اپنی ابتدائی زندگی باغستان میں گذاری۔ (۹) پھر ۸۵۵ھ/ ۱۴۵۱ء میں سلطان ابوسعید (حک: ۸۵۵-۸۷۲ھ) کی درخواست پر تاشقند سے سمرقند چلے گئے اور وصال تک وہیں رہے۔ اہلِ سمرقند پہلے سے ان کی آمد کے منتظر تھے۔ (۱۰)

## تاشقند: خواجہ احرار کا مقامِ پیدائش

ماضی میں ایرانی، تاشقند (۱۱) کو چاچ اور عرب شاش اور بنکث کہتے تھے، جو شاید بیکث کی تصحیف ہو۔ (۱۲) یہ شہر دریائے سیحون (سیر دریا) کے شمال مشرق میں واقع ہے اور قرونِ وسطیٰ میں ماورائے سیحون کے بڑے اور خوشحال ترین اور عظیم ترین علاقوں میں شمار ہوتا تھا۔ ساتویں صدی ہجری میں سلطان محمد خوارزم شاہی کی لشکرکشی کے نتیجے میں اس شہر کا ایک حصّہ برباد ہو گیا۔ پھر منگولوں کے حملے میں باقی ماندہ شہر بھی ویران ہو گیا۔ لیکن یہ شہر زیادہ عرصہ تک ویران نہ رہا اور بڑی تیزی سے اِس کی ویرانی کے آثار ختم ہو گئے اور جب آٹھویں صدی ہجری میں امیر تیمور اور اُس کے لشکری یہاں آئے تو یہ کافی اہمیّت کا حامل شہر بن چکا تھا۔ اب یہ شہر ازبکستان میں واقع ہے اور ۱۹۳۰ء سے اس ملک کا دارالحکومت چلا آرہا ہے۔ (۱۳)

## سمرقند: خواجہ احرار کا مسکن و مدفن

سمرقند وسطی ایشیا کا قدیم ترین شہر ہے۔ یہ شہر، شہرِ افراسیاب (تیسرا یا چوتھا ہزارہ قبلِ مسیح) کے مقام پر آباد ہوا اور بخارا کے شرق میں ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ شہر دریائے سُغد کے جنوبی ساحل سے زیادہ دور نہیں اور سطح مرتفع پر آباد ہے۔ ماوراء النّہر کے دیگر شہروں کی طرح سمرقند کی تباہی بھی ۶۱۶ھ/ ۱۲۱۹ء میں منگولوں کے حملوں کے نتیجے میں ہوئی۔ اس کے باوجود ۷۷۱ھ/ ۷۰-۱۳۶۹ء میں امیر تیمور نے اسے اپنا دارالحکومت قرار دیا اور عظیم عمارتیں تعمیر کروائیں اور شہر کو ایک تازہ شکل دی۔ شہر میں مساجد اور سرائیں تعمیر کروائی گئیں۔ سپین کے سفیر کلاویخو نے ۸۰۸ھ/ ۶-۱۴۰۵ء میں وہاں بعض عظیم الشان عمارات کو قائم دیکھا اور سمرقند کی عظمت کو اپنے

مولد اشبیلیہ کا ہم پلہ قرار دیا (Emhassy,169...)۔۴-۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء میں سمرقند، ازبکستان کا دار الحکومت بنا، لیکن پانچ سال بعد تاشقند نے اس کی جگہ لے لی۔ پرانا سمرقند شہر کے مشرقی حصے میں اپنی تنگ اور پُر پیچ گلیوں کے ساتھ موجود ہے، اور امیر تیمور اور اُس کے جانشینوں کے ادوار میں وسطی ایشیا میں تعمیر ہونے والی عمدہ ترین عمارتوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔(۱۴)

## خواجہ احرار کے خدوخال/شکل وشباہت

خواجہ احرار ''نہایت بارُعب اور نورانی شخصیت کے مالک'' تھے۔(۱۵) طاقت ور تھے۔ ہرات میں تھے تو کُشتی کے مقابلوں میں حصّہ لیتے تھے(۱۶) اور حمام میں پندرہ سولہ افراد کی مالش کرتے تھے۔(۱۷)

بعض مآخذ میں اُن کی بنائی جانے والی تصویر کا ذکر ملتا ہے۔ مولانا شیخ لکھتے ہیں کہ سلطان محمد رومی [بظاہر محمد دوّم، فاتح، حک ۸۵۵-۸۸۶ھ] نے روم سے ایک مصوّر سمرقند بھجوایا جس نے احرار کی تصویر بنائی اور روم لے گیا۔(۱۸) اس تصویر کا اب کوئی سراغ نہیں ملتا۔ لیکن خدا بخش لائبریری، پٹنہ کے ایک مرقع (نمبر ۲۰۰۵) میں احرار کی ایک اور خیالی تصویر موجود ہے۔(۱۹) اس تصویر میں دائیں طرف ایک نوجوان لڑکا، جس کی عمر چودہ سال کے قریب ہے اور بائیں طرف ایک بوڑھا شخص سفید داڑھی والا ہاتھ میں عصا لیے کھڑا ہے۔ تصویر کے نیچے یوں تحریر ہے: ''خواجہ احرار و ملا عبد الرحمٰن جامی''، اگر دائیں طرف کی تصویر کو احرار اور بائیں طرف والی کو عبد الرحمٰن جامی یا اُس کے برعکس سمجھ لیں تو دونوں صورتوں میں یہ خلافِ حقیقت ہے کیونکہ تاریخی اعتبار سے جامی اور احرار کے درمیان عمروں کا فرق صرف گیارہ سال کا ہے، جبکہ مذکورہ تصویر میں دونوں کے درمیان ساٹھ سال سے کم کا فرق نہیں لگتا۔ بظاہر مصوّر جامی اور احرار کی تواریخِ ولادت سے بے خبر ہے۔

خواجہ احرار کی ایک اور تصویر مجالس العشاق، خطی، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد (نمبر ۳۰۷) میں ملتی ہے۔ اس تصویر میں، جو باونویں مجلس میں بنائی گئی ہے، خواجہ احرار سیاہ داڑھی اور بالوں کے ساتھ صحت مند نظر آرہے ہیں اور مولانا حاجی محمود جلد ساز کی دکان میں کتابیں ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اسی لوح کے ایک اور منظر میں خواجہ احرار، حاجی محمود کے شاگرد مولانا شیخ ابوسعید جلد ساز کو کتابیں پکڑا رہے ہیں۔

خواجہ احرار کی ایک تصویر برٹش میوزیم میں اٹھارہویں صدی عیسوی کے ایک مغل مخطوطہ (MS. 1974-617-010 (2)) میں بھی موجود ہے، جسے < خواجہ عبیداللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط > کے سرورق پر شایع کیا گیا ہے۔

## ابتدائی تعلیم

خواجہ احرار نے ابتدائی تعلیم کا آغاز تاشقند کے ایک مکتب سے کیا۔ آپ کے خالو/ماموں ابراہیم شاشی نے آپ کی تعلیم میں بھرپور کوشش کی۔ وہ خواجہ احرار کو گھر پر بھی پڑھاتے تھے۔[۲۰] بعد میں انھیں ۸۲۸ھ/ ۱۴۲۵ء میں مزید تعلیم کے لیے سمرقند لے گئے لیکن احرار باطنی مشاغل میں اس درجہ منہمک ہو چکے تھے کہ ظاہری علوم کے حصول کو جاری نہ رکھ سکے۔[۲۱] جب بھی ان کے خالو/ماموں نے حصولِ تعلیم پر زور دیا، خواجہ احرار بیمار پڑ گئے۔ یہاں تک کہ ایک بار احرار نے اپنے خالو/ماموں سے کہہ دیا: ''میں اس سے زیادہ نہیں پڑھ سکتا۔ اگر آپ نے مزید اصرار کیا تو میں مرجاؤں گا''،[۲۲] اور پڑھنا چھوڑ دیا۔ ان کی کل تعلیم، نحو کی کتاب مصباح[۲۳] کے ایک دو ورق سے زیادہ نہ تھی۔

لیکن خواجہ ابواللیث جیسے سمرقند کے عالم اِس بات کے معترف تھے: ''ہم جانتے ہیں کہ آپ (احرار) نے علومِ رسمی بہت کم پڑھے تھے [لیکن] کم ہی کوئی دن ایسا ہوتا تھا کہ آپ تفسیرِ قاضی[۲۴] سے کوئی ایسا اشکال ہمارے سامنے نہ لائیں اور ہم سب اس کے حل سے عاجز نہ آ جائیں۔''[۲۵] اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خواجہ احرار کی تحریروں سے قطعاً احساس نہیں ہوتا کہ وہ کم پڑھے لکھے اور درس سے گریز کرنے والے تھے کیونکہ آپ کے آثار میں علمی اور ادبی نکتے اتنے وافر ہیں کہ انسان کثرتِ مطالعہ سے ہی انھیں سمجھ سکتا ہے۔ آپ کو علمِ طبّ اور تعبیرِ خواب کا بھی درک تھا۔[۲۶] خواجہ احرار نے بچپن میں حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے خواجہ احرار سے کہا، ''میں آپ کی تربیت کروں گا۔''[۲۷]

## سوادِ تحریر

مولانا محمد قاضی نے احرار کے اندازِ کتابت کے بارے میں لکھا ہے:

''آپ [احرار] جب قلم پکڑتے تو لمحہ بھر کو توقف کرتے اور پھر لکھنے لگ جاتے۔ ایک روز اِس مجموعے کے محرّر، خادم [محمد قاضی] سے فرمایا'' کچھ پتا ہے کہ میں لکھنے سے پہلے توقف کیوں کرتا ہوں؟ وجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو آپ سے خالی کروں اور خود کو حق تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کے سامنے رکھ دوں۔ [اس کے بعد] بے اختیار میرا قلم جاری ہو جاتا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے اسے کوئی اور چلانے لگتا ہے۔ پس جو لکھا جاتا ہے وہ میرا لکھا نہیں ہوتا۔ اور یہ جو تم دیکھتے ہو کہ کوئی شخص میرے خط کے مضمون سے تجاوز نہیں کرتا اِس کی وجہ بھی یہی ہے۔ ورنہ میرا خط کوئی یاقوت [مستعصمی] جیسا نہیں۔ یہ تو خطِ شکستہ ہے جسے لوگ مشکل سے پڑھتے ہیں۔''(۲۸)

احرار کے دستیاب خطوط سے اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ آپ کا خط بمشکل پڑھا جاتا ہے۔

## بزرگ صوفیہ سے ملاقاتیں

خواجہ احرار کے ترکِ تعلیم کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ماوراء النّہر کے بزرگوں اور صوفیہ سے ان کا شوقِ ملاقات تھا۔ آپ بائیس سال کی عمر میں حصولِ علم کے لیے تاشقند سے سمرقند گئے۔ دو سال بعد وہاں سے بخارا چلے گئے۔ بخارا سے خراسان تشریف لے گئے اور مرو کے راستے ہرات میں داخل ہوئے اور وہاں چار سال قیام کیا۔ پھر بلخ، شبرغان اور چغانیان کے راستے ہلغتو گئے، پھر ہرات لوٹ آئے اور مزید ایک سال ہرات میں گذارا۔ اور وہاں سے ۲۹ سال کی عمر میں اپنے وطن تاشقند لوٹے۔ (۲۹) خواجہ احرار نے ان اسفار کے دوران اور دیگر کئی اسفار میں، جو اُن کی زندگی کے ماہ و سال پر پھیلے ہوئے ہیں، کئی جلیل القدر مشائخ اور اکابرِ طریقت سے ملاقاتیں کیں۔ یہاں ان بزرگوں کے نام بہ ترتیب حروف تہجی لکھے جاتے ہیں اور خواجہ احرار کی ان سے ملاقات کی کیفیت مختصراً بیان کی جاتی ہے: (۳۰)

- **شیخ برہان الدین آبریز**: احرار نے آپ سے سمرقند میں ملاقات کی۔ (۳۱)
- **شیخ بہاء الدین عمر**: ہرات میں اپنے قیام کے دوران خواجہ احرار ہفتے میں دو تین بار ان کی ملاقات کو جاتے اور رات کو وہیں قیام کرتے تھے۔ اگرچہ مشائخِ خراسان میں شیخ بہاء الدین عمر کے طور طریقے آپ کو سب سے زیادہ پسند تھے، لیکن ان کی بعض عادات پر

تنقید بھی کرتے اور اکثر کہتے تھے کہ برائی کی روک تھام اور شریعت کی ترویج کے لیے شیخ بہاء الدین عمر اتنی کوشش نہیں کرتے جتنی کرنی چاہیے، اور عوام کے اہم امور جن لوگوں کے ذمے لگاتے ہیں وہ لوگ اس قابل نہیں ہوتے۔ (۳۲)

- **مولانا حسام الدین پارسا**: علاء الدین عطار کے خلیفہ تھے۔ احرار نے ان سے بلخ میں ملاقات کی۔ پارسا کی خواہش تھی کہ احرار اُن کے مرید ہو جائیں لیکن احرار نے ایسا نہ کیا اور اُن سے صرف نقشبندی سلسلے کی تلقین حاصل کی۔ (۳۳)
- **قاضی حسام الدین بخاری شاشی** فرزند حمید الدین شاشی: خواجہ احرار نے ان سے بخارا میں ملاقات کی اور اِن میں جمعیتِ خاطر کی فراوانی پائی۔ (۳۴)
- **شیخ خادم**: شیخ داؤد کے خلیفہ تھے۔ شہرِ سبز کے نواحی گاؤں قریہ گنجشہ خانہ میں خواجہ احرار سے ملاقات کی۔ (۳۵)
- **درویش احمد سمرقندی**: جامع مسجد ہرات میں وعظ کرتے تھے اور احرار کو آپ کا وعظ بہت پسند تھا۔ آپ ان کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ ایک بار زین الدین خوافی نے درویش احمد سمرقندی کی تکفیر کرتے ہوئے انھیں ممنوع المنبر قرار دیا تو خواجہ احرار نے ان کی مدد کی اور انھیں ایک دوسری مسجد میں جگہ دلوادی۔ (۳۶)
- **زین الدین خوافی**: خواجہ احرار کی ان کے ساتھ ہرات میں کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ احرار شیخ بہاء الدین عمر کے مقابلے میں خوافی سے کم عقیدت رکھتے اور فرماتے تھے، خوافی بھی دفعِ منکرات کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال نہیں کرتے۔ (۳۷)
- **سیّد زین العابدین**: شیخ اسحاق ختلانی کے مرید تھے۔ خواجہ احرار نے ہرات میں ان سے ملاقات کی اور ان سے سیّد محمد نور بخش قاینی کی مہدویت کے بارے میں استفسار کیا۔ (۳۸)
- **شیخ سراج الدین پیرمسی** خلیفہ بہاء الدین نقشبند۔ (۳۹)
- **سعد الدین کاشغری**: سمرقند اور ہرات میں خواجہ احرار کا ان کے پاس متواتر آنا جانا رہتا اور دونوں کے درمیان بے تکلفانہ دوستانہ مراسم قائم تھے۔ (۴۰)
- **مولانا شمس الدین محمد**: خواجہ احرار نے ان سے صنوجرد/ سنوگرد میں ملاقات کی اور ایک ہفتہ تک ان کی مجلسِ وعظ میں شریک رہے۔ (۴۱)

- **سیّد عاشق**: خواجہ احرار سمرقند میں آپ کی مجلسِ وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ (۴۲)
- **علاء الدین غجدوانی**: خواجہ احرار نے ان سے بخارا میں ملاقات کی اور چالیس دن تک آپ کی خدمت میں رہے۔ (۴۳)
- **خواجہ عماد الملک**: خواجہ احرار کی ہمشیرہ ان کے عقد میں تھیں۔ (۴۴)
- **شیخ عمر ماتریدی**: علاء الدین عطّار کے مریدوں میں سے تھے۔ (۴۵)
- **سیّد قاسم تبریزی**: خواجہ احرار نے سمرقند اور خراسان کے دیگر شہروں میں کئی بار ان سے ملاقات کی۔ احرار ابتدا میں ان کے مرید ہونا چاہتے تھے لیکن جب ان کے مریدوں کو خلافِ شرع حرکات کرتے دیکھا تو ارادہ بدل دیا۔ احرار فرماتے تھے: ''میں نے اپنی زندگی میں حضرت سیّد قاسم تبریزی سے بڑا آدمی نہیں دیکھا۔ میں مشایخ وقت میں سے جس کے پاس بھی جاتا تھا ایک نسبت ظاہر ہوتی تھی اور کیفیت پیدا ہو جاتی تھی جو بالآخر ختم ہو جاتی تھی، لیکن سیّد قاسم کی صحبت میں وہ نسبت ظاہر ہوتی تھی جسے آخر الامر اختیار کرنا پڑتا۔ (۴۶)

خواجہ احرار فرماتے تھے:

> ''امیر قاسم کی صحبت سے اٹھ کر جانا کسی کو پسند نہ تھا۔ لیکن وہ خود لوگوں کو زیادہ دیر اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ مجھ فقیر (خواجہ احرار) سے کبھی نہیں کہا کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔ میں ان کے ہاں بہت آتا جاتا تھا۔ ہر دو تین دن کے بعد ایک بار ضرور جاتا، لیکن ہر روز نہ جاتا۔ ایک دفعہ امیر قاسم سمرقند آئے ہوئے تھے اور میں بیمار تھا۔ مدرسۂ مولانا قطب الدین میں مولانا سعد الدین کاشغری میرے پاس آئے اور کہا کہ امیر قاسم سمرقند آئے ہوئے ہیں، کیا انھیں ملنے نہیں جاؤ گے؟ میں نے کہا: مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے، آپ چلے جائیں۔ کچھ روز بعد مجھ میں ہمّت آ گئی اور میں خانقاہ شیخ ابو اللیث پہنچا۔ امیر قاسم حمام پر آئے ہوئے تھے۔ امیر قاسم جس پالکی پر سوار ہو کر آئے تھے اس کا ایک کہار غایب ہو گیا۔ اس کی جگہ میں نے پالکی کا وہ پایہ اٹھا لیا۔ مجھ پر بوجھ پڑا تو میری کمر دوہری ہو گئی۔ نزدیک تھا کہ میری ناک زمین سے جا لگتی۔ اسی اثنا میں مَیں نے کوئی نیک تصوّر ذہن میں پختہ کیا تو مجھ میں ہمّت آ گئی۔ میں سیدھا ہو گیا اور ان کی پالکی مدرسۂ امیر شاہ ملک

تک پہنچائی۔''(۴۷)

- **شیخ کمال الدین اقانی**: خواجہ احرار نے آپ سے ''ذکر ارّہ'' کی درخواست کی تھی۔(۴۸)
- **مولانا محمد تابادکانی**: زین الدین خوافی کے خلیفہ تھے۔احرار نے ۸۶۶ھ/۱۴۶۲ء میں سمرقند میں آپ سے ملاقات کی تھی اور تصوّف وعرفان کے متعلق سوالات پوچھے تھے۔(۴۹)
- **مولانا مسافر**: تُرک مشائخ میں سے تھے۔شاہرخیہ میں وہ اور خواجہ احرار ایک حجرہ میں رہے تھے۔(۵۰)
- **خواجہ مسافر خوارزمی**: بہاء الدین نقشبند کے مرید تھے۔خواجہ احرار کے بخارا سے مرو اور ہرات کے پہلے سفر میں وہ بھی احرار کے ہمراہ تھے۔(۵۱)
- **مولانا نظام الدین خاموش خلیفہ علاء الدین عطّار**: سمرقند اور تاشقند میں خواجہ احرار نے کافی وقت ان کی صحبت میں صَرف کیا۔(۵۲)
- **یعقوب چرخی**: خواجہ احرار کے مرشد طریقت تھے۔ان کا ذکر بعد میں آئے گا۔

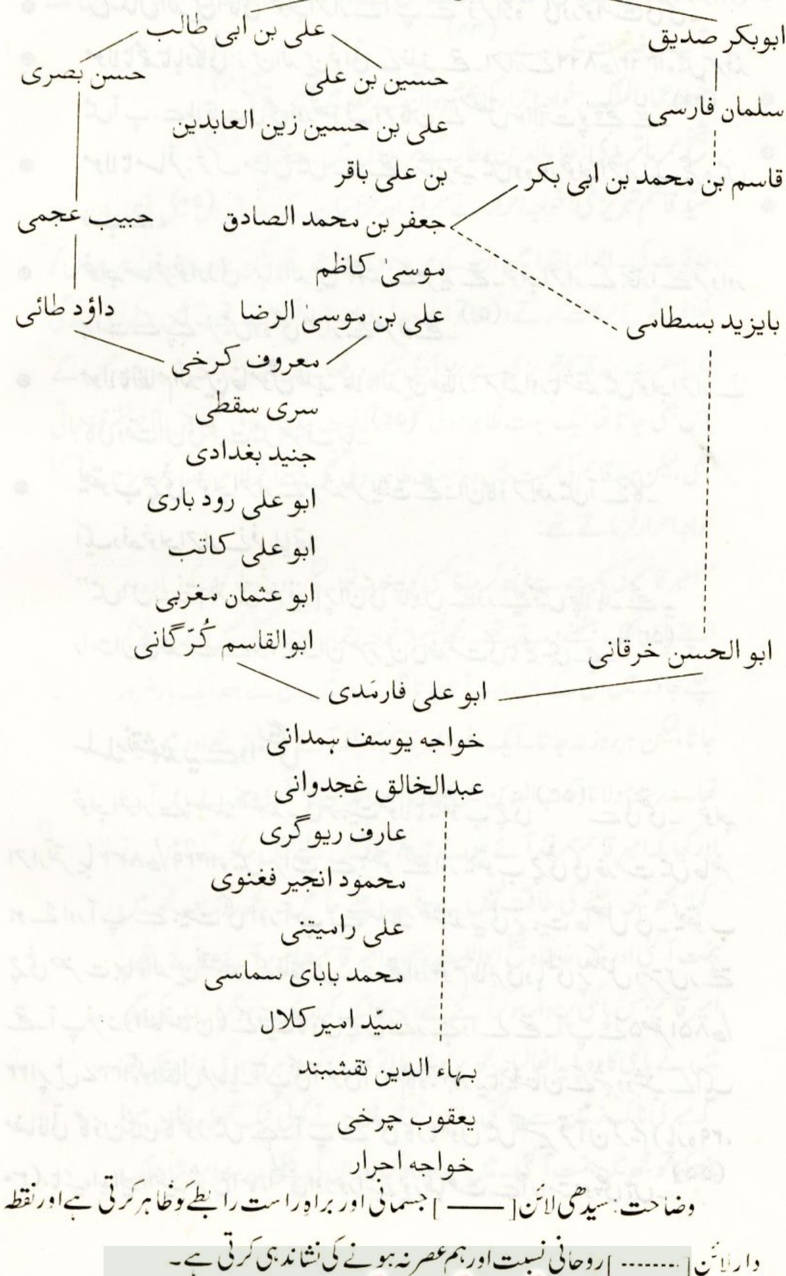
ایک دفعہ خواجہ احرار نے فرمایا تھا:

> ''میں اس رستے [طریقِ صوفیہ] پر اُن کی کتابوں کے ذریعے نہیں چلا بلکہ مجھے یہ راستہ ان کی خدمت سے ملا، کیونکہ ان معززین کی خدمت کی تاثیر یہی ہے۔''(۵۳)

## سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستگی

خواجہ احرار نے سلسلۂ نقشبندیہ کی تربیت مولانا یعقوب چرخی (۵۴) سے لی تھی۔ خواجہ احرار تقریباً ۸۳۲ھ/ ۱۴۲۹ء میں ہرات سے ہلغتو گئے اور یعقوب چرخی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت کی اور آپ سے سلسلۂ نقشبندیہ کی تربیت حاصل کی۔ یعقوب چرخی حضرت بہاء الدین نقشبند کے خلفا میں سے تھے اور علومِ ظاہری و باطنی پر مکمّل دسترس رکھتے تھے۔آپ غزنہ (افغانستان) کے ایک گاؤں چرخ کے رہنے والے تھے۔آپ نے ۵ صفر ۸۵۱ھ/ ۲۲ اپریل ۱۴۴۷ء کو انتقال فرمایا۔آپ کی آخری آرام گاہ جمہوریہ تاجیکستان کے شہر دوشنبہ کے ایک مضافاتی گاؤں لنین کالخوز میں ہے۔آپ کے علمی کارناموں میں تفسیرِ قرآن کریم (پارہ ۲۹، ۳۰)، نائیہ، ابدالیہ، انسیہ، شرحِ اسماءالحسنیٰ اور حورائیہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔(۵۵)

## خواجہ احرار کا شجرۂ طریقتِ نقشبندیہ (۵۶)




وضاحت: سیدھی لائن [ ——— ] جسمانی اور براہِ راست رابطے کو ظاہر کرتی ہے اور نقطہ دار لائن [ ........ ] روحانی نسبت اور ہم عصر نہ ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔

## عبادات اور باطنی احوال

خواجہ احرار کی جبینِ سعادت آثار سے بچپن ہی سے رُشد وسعادت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ [۵۷] اٹھارہ سال کی عمر میں ہی ان پر ''ذکر'' اس قدر حاوی تھا کہ ہوا اور درختوں سے بھی ذکر سنائی دیتا تھا۔ تاشقند کے ایک مال دار شخص محمد جہانگیر نے ایک دفعہ اپنے ہاں ایک دعوت کا اہتمام کیا اور سمرقند سے گویّے اور سازندے بلوائے اور محفل منعقد کی۔ خواجہ احرار اپنے ایک دوست کی رفاقت نبھانے کے لیے تقریب والے مقام کے قریب تک گئے تو انھیں وہاں سے گانے والوں اور عود و چنگ کی آوازیں، سب ذکر کی آوازیں معلوم ہوتی تھیں اور وہ ذکر کے سوا کچھ نہیں سنتے تھے۔ [۵۸] اپنے قیامِ ہرات کے دوران خواجہ احرار اعتکاف بیٹھتے اور چلّہ کاٹتے رہے۔ [۵۹] ان کا عقیدہ تھا کہ اپنے اسلاف عمر باغستانی اور ابوبکر قفّال شاشی اور سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں خصوصاً عبدالخالق غجدوانی کی روحانی استعانت ان کے شاملِ حال ہے۔ خواجہ احرار نے اتنی باطنی قوّت حاصل کر رکھی تھی کہ فرماتے تھے: ''جس نے میرے ساتھ جھگڑا کیا، مغلوب ہوا اور ناکامی کا منہ دیکھا۔'' [۶۰] انھوں نے ایک بار اپنی اسی قوّت سے استفادہ کرتے ہوئے مولانا نظام الدین خاموش کے قدم اکھاڑ دیے تھے۔ [۶۱] وہ کشفِ صدور پر بھی ملکہ رکھتے تھے، لیکن اپنے مکاشفے اور معائنے کو ہمیشہ لفظ ''خواب'' سے تعبیر کرتے تھے۔ [۶۲]

آپ سے بے شمار کرامات منقول ہیں [۶۳] لیکن آپ ہمیشہ اپنے دہقان ہونے پر فخر کرتے تھے، عارف ہونے پر نہیں۔ گویا ایک طرح سے آپ نے اپنی عارفانہ کیفیت، دہقانی کے پردے میں چھپا رکھی تھی۔ آپ اپنے مریدوں سے فرماتے تھے:

> ''جو ہماری صحبت اور ہم نشینی سے براہ راست اور نقد نفع پائے، اُس کو مبارک ہو۔ لیکن، اگر کوئی اس انتظار میں رہا کہ ہم سے اسے کچھ ملے گا تو وہ بے کار اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ ہم دہقان آدمی ہیں اور دہقانی کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔'' [۶۴]

# اخلاقی اوصاف

خواجہ احرار کی تصانیف اور اُن کے مریدوں سے منقول احوال کے مطالعہ سے ہم پر خواجہ کے نمایاں اوصاف اور عادات کے جو باب روشن ہوئے ہیں، (۶۵) ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

## مسلمانوں کی غم خواری

خواجہ احرار کے نمایاں ترین اخلاقی اوصاف میں سے ایک، اپنے عہد کے مسلمانوں سے ہمدردی، دلسوزی اور غم خواری ہے۔ آپ مظلوم مسلمانوں کی مدد کو پیری مریدی اور تبلیغ کے کام پر ترجیح دیتے تھے اور فرماتے تھے:

"اگر ہم پیری مریدی کرتے تو اس عہد میں کسی پیر کو کوئی مرید نہ ملتا، لیکن ہمارے ذمّے یہ کام لگایا گیا ہے کہ ہم مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے محفوظ رکھیں۔" (۶۶)

اس مقصد کے لیے وہ اپنے عہد کے بادشاہوں کے ساتھ اپنے روابط اور ہم نشینی کو استعمال میں لاتے تھے اور یہ بات بعض ظاہر بین علما کے لیے تعجب کا باعث تھی۔ احرار علما کی اس غلط فہمی کے جواب میں فرماتے تھے:

"وہ شخص جس کی بات کو حکّام اور سلاطین سنتے ہوں اور اُس کی درخواست پر مسلمان، ظالموں اور ستم گروں کے ظلم سے نجات حاصل کرلیں اور اُس کے سبب سے جابروں کے طور طریقے بدل جائیں، تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ مسلمانوں کو ظالموں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے اور خود پہاڑ کی کھوہ میں پر جا کر عبادت میں مشغول ہو جائے؟" (۶۷)

آپ ہر وقت مسلمانوں کی پریشانیوں اور اُن کے حل کے متعلق سوچتے رہتے تھے (۶۸) اور لوگوں کے کام کروانے کے لیے حکّام کو خط لکھتے تھے (۶۹) اور خود عملی طور پر اُن کی مالی امداد کرتے تھے۔ (اس کی تفصیل خواجہ احرار کی جائداد کے ضمن میں آئے گی۔)

فرماتے تھے، میں نے میرزا سلطان ابوسعید سے ایک درویش کے سلسلے میں سفارش کی کہ اس کے ٹیکس معاف کردیے جائیں۔ سلطان نے کہا: میرے لیے کسی کو مال اور جاگیر بخشنا اس کا ٹیکس معاف کرنے سے آسان ہے۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: ایک آدمی کا ٹیکس معاف کرنے سے باقی رعایا پر ظلم ہوتا ہے اور اس کا بوجھ اور مصیبت دوسرے لوگوں پر پڑتا ہے۔ میں نے کہا: یہ بوجھ، جس کا تم ذکر کررہے ہو، کیا خدا اور رسول کے فرمان سے ہے یا تمہارا پیدا کیا ہوا ہے؟ تم شریعت کے خلاف لوگوں پر ٹیکس نہ لگاؤ تاکہ کسی پر ظلم نہ ہو۔ (۷۰)

## مریدوں پر شفقت

خواجہ احرار کی اپنی مریدوں پر شفقت اور مہربانی کی کوئی حدّ نہ تھی۔ خود تکلیف اٹھاتے اور خدّام اور اصحاب کے لیے فراغت اور راحت کا سامان مہیّا کرتے۔ ایک دفعہ اوائل بہار میں اپنے خادموں اور مریدوں کے ساتھ علاقہ کش جارہے تھے۔ راستے میں شام ہوگئی اور ناچار رات پہاڑ کی وادی میں گذارنا پڑی۔ ملازمین خواجہ احرار کے لیے خیمہ ساتھ لے گئے تھے۔ خیمہ نصب کیا گیا۔ شام کی نماز کے بعد بارش شروع ہوگئی۔ خواجہ احرار نے فرمایا اس خیمے کی طہارت میں مجھے شک ہے، میں یہاں نہیں رہوں گا، آپ لوگ یہاں رہیں۔ اور اس بات پر بہت زور دیا۔ حکم کے مطابق مریدین وہیں اسی خیمے میں رہے۔ ساری رات بارش ہوتی رہی اور سیلاب آگیا۔ جب صبح ہوئی اور نماز فجر پڑھ لی تو خواجہ احرار نے بعض خاص اصحاب سے یوں فرمایا: ''مجھے شرم آرہی تھی کہ میں خیمہ میں رہوں اور اصحاب بارش میں بھیگتے رہیں۔'' خیمے کی طہارت کے بارے میں آپ نے جو فرمایا وہ بہانہ تھا تاکہ اصحاب کو تکلّف نہ ہو۔ (۷۱)

اسی طرح ایک مرید نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ وہ خواجہ احرار کے ساتھ گرمیوں کے موسم میں ''بُزاوَرد'' نامی فارم (کھیت) پر گیا۔ مزارعین اور خادمین حضرت کے لیے ایک بڑا خیمہ ساتھ لائے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوتا اور موسم بے حد گرم ہوجاتا تو حضرت گھوڑا طلب فرماتے اور کہتے ''میں کھیت کی طرف جارہا ہوں، دیکھوں وہاں کیا کام ہوا ہے'' اور یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوتے اور بیابان کی طرف چلے جاتے۔ اس فارم میں چند روز قیام رہا۔ ہر چاشت کو حضرت اسی طرح گھوڑے پر سوار ہوکر نکل جاتے۔ آخر معلوم یہ ہوا کہ حضرت یہ چاہتے تھے کہ مزارعین اور

خادمین آسودہ خاطر ہو کر خیمے میں سوئیں اور آرام کریں، اس لیے وہاں سے چلے جاتے تھے۔ کام کاج نہیں ہوتا تھا۔ بزاورد کی چراگاہ میں صرف اس قدر سایہ تھا کہ حضرت اپنا سر اس سائے تلے رکھ پاتے اور باقی بدن دھوپ میں رہتا۔ صرف ساتھیوں کے آرام کی خاطر مسلسل چند روز خود یہ مشقت اور بے آرامی برداشت کی۔ (۷۲)

مریدوں کی عزّت نفس کا اتنا خیال رہتا کہ آپ سوال کرنے سے پہلے ہی ان کی مرادیں پوری کر دیتے تھے۔

## سادگی

خواجہ احرار نے زندگی کا آغاز غربت اور تنگ دستی سے کیا تھا۔ جن سالوں (۸۲۸-۸۳۳ھ/ ۱۴۲۵-۱۴۳۰ء) میں آپ ہرات میں تھے آپ کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ آپ کی دستار سے چیتھڑے لٹک رہے ہوتے۔ نہ گھوڑا، نہ کوئی اور سواری۔ لوگوں کی خدمت کرتے تھے۔ سال بھر ایک ہی قبا، جس کی روئی باہر نکل رہی ہوتی، پہن کر گذارہ کرتے۔ تین سال تک ایک ہی پوستین اور ایک ہی جوڑا موزے پہنے۔ (۷۳) شاہرخیہ کے قیام کے دوران ایک سردیوں میں آپ کے کپڑے اتنے تنگ اور ناکافی تھے کہ آپ کے جسم کا نچلا آدھا حصہ گرم نہیں ہوتا تھا۔ (۷۴) پھر جب آپ خوشحال ہو گئے تب بھی آپ نے سادگی کا دامن نہ چھوڑا۔ خوشحالی کے دور میں، ایک دن سمرقند کی مسجد میں نماز پڑھی، باہر آئے تو جوتے گم ہو چکے تھے۔ وہیں سے پرانی چیزوں کے بازار گئے اور پانچ عدلی [ سکے کا نام ] میں ایک معمولی جوتا خرید لیا اور تقریباً دو ماہ تک پہنا۔ وہ اپنا موازنہ اُس پیر کے ساتھ کرتے تھے جس نے ۸۷۶ھ/ ۱۴۷۱ء میں سونے کی تاروں سے آراستہ جوتا خریدا تھا۔ خواجہ احرار نے اس سے پوچھا کہ جوتا کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے جواب دیا، تئیس دینار میں۔ خواجہ احرار کو ناگوار گذرا اور بولے: ''اتنے پیسوں میں تو غریبوں کو بہت سی دال روٹی کھلائی جا سکتی ہے۔'' (۷۵)

## بذلہ سنجی

آپ بعض اوقات اپنے مریدوں اور قریبی لوگوں کے ساتھ مزاح بھی کرتے تھے۔ آپ

کے ملازمین اور اصحاب میں سے ملاّ حسین تُرک اور ملاّ لطف اللہ، خواجہ احرار کو لطیفے سناتے تھے اور جب کبھی آپ پر انقباض طاری ہوتا تو لطیفہ گوئی کے ذریعے آپ کی طبیعت کی بشاشت کا سامان کرتے تھے۔ (۷۶)

میر عبدالاوّل نے خواجہ احرار کی اپنے مریدوں کے ساتھ بعض پُرمزاح باتیں نقل کی ہیں۔ (۷۷) مثلاً ایک دن ایک نہایت عمر رسیدہ عورت، جو کریہہ شکل اور بدصورت بھی تھی، خواجہ احرار کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ خواجہ نے کہا: "کوئی کام ہو تو بتائیں؟" بڑھیا نے جواب دیا: "کام کوئی نہیں، میں تو آئی ہوں کہ آپ کا حسن و جمال دیکھوں۔" خواجہ احرار اپنے ایک مرید کی طرف دیکھ کر ازراہِ مذاق کہنے لگے: "ہم کیا دیکھیں؟" (۷۸) آپ نے یہ بات اتنی آہستہ کہی کہ عورت نہ سن پائے۔

ایک دفعہ آپ کی طبیعت کھِلی ہوئی تھی تو مہربانی فرماتے ہوئے ایک مرید سے پوچھا: "جب تمہاری منگنی ہوگی تو کس طرح کی بیوی پسند کروگے؟" مرید کہنے لگا: "سبز شیرینی"۔ حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا: "تم نے غلط کہا، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کچھ دنوں بعد شیرینی ختم ہو جاتی ہے اور صرف سبزی رہ جاتی ہے!" (۷۹)

خواجہ احرار کے دیگر اوصافِ حمیدہ میں بیماروں کی عیادت، (۸۰) اوقاف کا کھانا کھانے سے اجتناب، (۸۱) احترامِ سادات، (۸۲) وقت کے ضیاع سے گریز (۸۳) اور مہمان نوازی (۸۴) کا بھی خاص طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے۔

## کتاب دوستی اور شعر خوانی

خواجہ احرار صاحبِ مطالعہ تھے اور شعر خوانی کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ کبھی ساری ساری رات مطالعہ میں مصروف رہتے۔ (۸۵) ۸۸۳ھ/ ۱۴۷۸ء میں سمرقند کے بعض علما، فضلا اور دانشور مدرسۂ اُلغ بیگ میں اکٹھے ہوئے اور عطّار کی مثنوی جواہر الذات کو محض اس بنیاد پر جلا دیا کہ اس میں تفصیل حضرت علیؓ ابن ابی طالب بہت زیادہ ہے اور کاتبِ نسخہ کے لیے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا اور اُس کا گھر اور جائداد تباہ کر دی۔ جب خواجہ احرار کو اس واقعہ کا پتا چلا تو اُس کے قتل کے فتوے کی راہ میں حائل ہو گئے۔ (۸۶) شعر و سخن سے وابستگی آپ کی کتابوں اور ملفوظات سے ہویدا ہے۔

دوسروں کے شعر پڑھتے تھے، مریدوں کو لکھ کر دیتے تھے۔ [۸۷] میر عبدالاوّل نے بہت واضح طور پر لکھا ہے کہ خواجہ احرار کو کس طرح کے اشعار اور مصرعے بہت زیادہ پسند تھے اور وہ انھیں بار بار پڑھتے تھے۔ [۸۸] کبھی دوسروں کے اشعار میں اپنے ذوق کے مطابق تصرف بھی لیتے [۸۹] اور اس کی تأویل وتشریح کرتے۔ [۹۰]

آپ کو سب سے زیادہ مثنوی معنوی پسند تھی۔ [۹۱] مولانا روم کے فضائل ومناقب اپنے اصحاب کے سامنے بیان کرتے تھے۔ [۹۲] اس کے باوجود احرار کی زندگی پر لکھی جانے والی کتابوں میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ آپ خود بھی شاعر تھے۔ [۹۳]

کاشفی لکھتے ہیں:

"آپ [احرار] کے ہاتھ میں قصیدۂ تائیہ فارضیہ پر شیخ سیّد فرغانی کی عربی شرح، حضرت خواجہ محمد پارسا کے خطِ مبارک میں لکھی ہوئی موجود تھی کہ آپ نے فرمایا، میں اس کتاب کو خوبصورت نسخ میں لکھوانا چاہتا ہوں تا کہ سفر کے دوران ہمیشہ اپنے پاس رکھوں۔ اہلِ مجلس میں سے جو بھی اچھا لکھ سکتا ہے، لکھ کر مجھے دکھائے۔ جس کا خط مجھے اچھا لگے گا میں اسے نقل کرنے کے لیے دوں گا۔ [۹۴]

چونکہ کاشفی کا خط بہت اچھا تھا، انھوں نے خواجہ احرار کے لیے یہ کتاب نقل کر دی۔

مجالس العشاق کے مصنّف نے اکثر بزرگوں کا کوئی نہ کوئی منظورِ نظر تراش کر اُس کے ساتھ اس بزرگ کے عشق کے قصّے بیان کیے ہیں۔ اس کتاب کی باونویں مجلس خواجہ احرار سے متعلق ہے، جس میں مصنف نے مولانا محمود مجلّد کے شاگرد مولانا شیخ ابوسعید مجلّد کے ساتھ خواجہ احرار کے تعلقِ خاطر کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "آپ اکثر اوقات دکان پر آتے، بیٹھتے اور کتابیں دیکھنے کے بہانے باتیں کرتے اور دکان پر موجود کتابیں اکٹھی کر کے گھر لے جاتے تھے۔" [۹۵] باقی کہانی اسی کتاب میں منقول ہے۔ [۹۶] ہمارا مقصد اس اقتباس سے خواجہ احرار کی کتاب دوستی بیان کرنا ہے۔

## خواجہ احرار کے مناقب دوسرے بزرگوں کی زبانی

خواجہ علاء الدین غجدوانی نے فرمایا: "خواجہ عبیداللہ ہمارے پاس مکمّل آئے اور ہمارے

پاس سے مکمل گئے۔"(۹۷)

ایک اور جگہ فرمایا، "یہ خواجہ عبید اللہ نہیں ہیں، بلکہ یہ خواجہ بہاء الدین ہیں، جن کا دنیا میں دوبارہ ظہور ہوا، ہزار گنا زیادہ کمالات کے ساتھ۔"(۹۸)

- خواجہ ابونصر پارسا نے خواجہ احرار کو سمرقند کا صاحب اور مالک کہا ہے۔(۹۹)
- معین الدین اسفزاری نے احرار کو غوثِ روزگار قرار دیا ہے۔(۱۰۰)
- بدرالدین سرہندی نے احرار کو قطبِ وقت اور نویں صدی کا مجدّد لکھا ہے۔(۱۰۱)
- بہرام سقا بخاری اور مولانا خالد نقشبندی نے ان کی توصیف میں نظمیں کہی ہیں۔(۱۰۲)

## خواجہ احرار اور زراعت

خواجہ احرار کے آبا و اجداد کھیتی باڑی کرتے تھے، انھوں نے بھی یہی پیشہ اختیار کر لیا۔ بچپن میں اپنے والد کا ہاتھ بٹاتے تھے۔(۱۰۳) جب آپ ۸۳۵ھ/ ۱۴۳۲ء میں ہرات سے تاشقند واپس آئے تو کسی کے ساتھ مل کر زراعت اور کھیتی باڑی میں لگ گئے۔(۱۰۴) کھیتی باڑی شروع کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ نے ہرات میں مشاہدہ کیا تھا کہ بعض مشائخ امرا کی امداد اور نذرانوں کے محتاج رہتے تھے اور اوقاف سے روٹی کھاتے تھے۔ احرار اس امر کو مشائخ کے شایانِ شان نہیں سمجھتے تھے۔(۱۰۵) آپ دوسروں کو بھی زراعت اور محنت مزدوری کی ترغیب دیتے تھے۔(۱۰۶) آپ فرماتے تھے کہ اللہ نے ان کی دولت میں [زراعت کی وجہ سے] برکت ڈالی ہے۔ جب آپ تاشقند میں تھے تو تاشقند میں رائج اوزان اور پیمانوں کے حساب سے تیس من گندم چھ ماہ میں حاصل ہوتی تھی۔ سمرقند میں جس گندم کی پیداوار کا تخمینہ ہزار من ہوتا وہ چودہ یا پندرہ سو من بنتی تھی۔(۱۰۷) باوجود اس کے کہ بعض اوقات پیداوار سے زیادہ اخراجات اٹھ جاتے تھے پھر بھی سال کے آخر تک گندم کا وافر ذخیرہ موجود رہتا تھا۔ آپ اپنے کارداروں [مزارعین] سے محصولات کا حساب کتاب کرتے تھے۔ ہر کاردار دس ہزار من سے چالیس ہزار من تک غلہ جمع کرتا تھا۔(۱۰۸) محض سمرقند کی زمینوں سے اسّی ہزار من غلہ سمرقند کے پیمانے سے، عُشر کی مدّ میں سلطان احمد میرزا کو ادا کیا جاتا تھا۔(۱۰۹) ۸۹۳ھ/ ۱۴۸۸ء میں آپ کی ملکیت میں تیرہ سو سے زیادہ کھیت تھے۔(۱۱۰) مولانا جامی نے اپنی مثنوی یوسف وزلیخا میں اس امر کی طرف اشارہ بھی کیا

ہے:

ہزارش مزرعہ ی در زیرِ کشت است
کہ زادِ رفتنِ راہِ بہشت است [(۱۱۱)]

## خواجہ احرار کی جائدادیں [(۱۱۲)]

خواجہ احرار کی زندگی کے حسّاس ترین موضوعات میں سے ایک ان کی بے پناہ جائداد ہے۔ یہ بات بظاہر کسی ایسے شخص کی زندگی سے کوئی خاص مطابقت نہیں رکھتی جو تصوّف و عرفان کی راہوں کا مسافر ہو۔ یہی وہ تضاد ہے جس نے آپ کے بعض معاصرین کو آپ کی مخالفت پر اُبھارا تھا۔ [(۱۱۳)]

کاشفی، خواجہ احرار کی جائداد کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ کی دولت و ثروت، غلہ و اناج، مال مویشی اور زمین و جائداد بے حد و حساب اور اندازے سے باہر تھی۔'' [(۱۱۴)]

آپ کی جائداد زرعی زمینیں، مکانات، دکانیں، کارخانے، مدرسے، مسجدیں اور خانقاہیں وغیرہ، تاشقند سے سمرقند تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ کابل میں بھی آپ کی وقف جائدادیں تھیں۔ [(۱۱۵)] یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ تمام جائدادیں خواجہ احرار نے خود خریدی تھیں یا ان کے معتقدین نے ان کے نام وقف کی تھیں۔ جیسے سلطان احمد میرزا، جنھوں نے تین دیہات آپ کے نام وقف کیے تھے۔ [(۱۱۶)] خواجہ احرار کی اوقاف کی امداد اور حکّام کے وظائف سے بیزاری اور ذلت نہ سہنے کی صفت نے انھیں ان دنیوی امور کی طرف لگایا تھا۔

خواجہ احرار کی تمام آمدن کے سارے مصارف کو آپ کے اس ارشاد میں تلاش کیا جا سکتا ہے:

''مجھ میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ میں دنیا کماتا ہوں۔ اگر دیدۂ بصیرت گرد و غبارِ ہوس سے پاک ہو تو دیکھا جا سکتا ہے کہ اس طرح مال کمانا حقیقتِ طریقتِ خواجگان پر دال ہے...... کیونکہ ان کے تمام اموال فقرا پر خرچ ہوتے تھے۔'' [(۱۱۷)]

جب خواجہ احرار کے ایک ملازم نے آپ سے غلّے کی فراوانی کا راز پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''ہمارا مال فقرا کے لیے ہے۔ اس طرح کے مال کی یہی خاصیت ہوتی ہے۔''(۱۱۸)

خواجہ احرار نے مسلمانوں کی بھلائی اور انھیں حکومتی مالیات کی ادائیگی سے مبرا کرنے کے لیے کئی بار کثیر رقمیں حکومتی خزانے میں جمع کروائی تھیں۔ جس کی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

ایک بار سلطان احمد میرزا کا خزانہ خالی ہو گیا تھا اور وہ ''دہ یازدہ'' ٹیکس لگانا چاہتا تھا۔ خواجہ احرار نے سلطان کے لیے دس ہزار تنکہ سفید مدد کی مدّ میں بھجوایا(۱۱۹) اور رعیت کو اس ٹیکس سے بچا لیا۔

عمر شیخ میرزا، مسلمانوں پر ٹیکس لگانا چاہتا تھا۔ خواجہ احرار ذاتی طور پر تاشقند گئے اور اڑھائی لاکھ دینار محض اس لیے ادا کیے کہ مسلمان اس ٹیکس کے بوجھ سے ایک سال تک آزاد ہو جائیں۔

آپ نے دوسری مرتبہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے سات ہزار دینار اس کے پاس جمع کروائے۔(۱۲۰)

ایک دفعہ خواجہ احرار کو اطلاع ملی کہ قزاق، خان اور سلاطین اکٹھے (تاشقند کو؟) تاخت و تاراج کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ احرار نے اُن کی تسکین، مسلمانوں کے جان و مال اور عزیزوں، رشتہ داروں کی سلامتی کی غرض سے اپنی خالص حلال کمائی میں سے پچاس ساٹھ ہزار دینار انھیں بھجوائے اور خط لکھا کہ آپ اس خیال سے باز رہیں۔(۱۲۱)

ایک بار اُزبکوں نے تاشقند پر چڑھائی کی اور مسلمانوں کے اہل و عیال اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ خواجہ احرار تاشقند گئے اور ہزار تھان کپڑا اُن لوگوں کو دیا جنھوں نے مسلمانوں کو گرفتار کر رکھا تھا تاکہ قیدیوں کو چھوڑ دیں۔(۱۲۲)

مولانا محمد قاضی لکھتے ہیں کہ ایک بار احرار نے مجھ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ آخرِ عمر میں اپنے بزرگوں کے مزار پر بھوک سے ستائے ہوئے ترکستانیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں۔ اس زمانے میں ترکستان کے لوگ قحط کے ہاتھوں مجبور ہو کر شاش آ گئے تھے۔ ہر روز سات بھیڑیں ذبح کی جاتی تھیں اور سات سو روٹیاں پکائی جاتی تھیں، اور شاش کے نواحی دیہاتوں میں جو خربوزہ فروخت ہونے سے بچ جاتا وہ سب کا سب خرید کر غریبوں کو کھلا دیا جاتا تھا۔(۱۲۳)

خواجہ احرار اپنے قریبی لوگوں کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ ان کا پیسہ خُرد بُرد کریں۔ میر عبدالاوّل کی رائے اس سلسلے میں قابلِ ذکر ہے، فرماتے ہیں:

''آپ نے اپنے اعزّہ واقربا کے لیے محض ضرورت کی حد تک کچھ مال مقرر کر رکھا تھا اور اُن پر زیادہ عنایات ورعایات روا نہیں رکھتے تھے۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ حد سے زیادہ مال و دولت، جو سرکشی اور استغنا کا باعث ہوتا ہے، ان لوگوں کو حاصل ہو۔'' (۱۲۴)

## خواجہ احرار کے اسفار

خواجہ احرار نے اپنی زندگی میں بہت سفر کیے۔ خاص طور پر ابتدائی زمانے میں جب آپ مختلف بزرگوں سے ملاقات کا ارادہ رکھتے تھے، تب آپ نے ماوراء النّہر اور خراسان کے کئی علاقوں کی سیاحت کی۔ آپ نے ۸۸۰ھ/ ۱۴۷۵ء میں بادشاہ کو خط لکھا اور سفرِ حج کی اجازت چاہی (۱۲۵) لیکن بادشاہ اور علماے دین نے آپ کو سفر کی اجازت نہ دی۔ (۱۲۶) ممانعت کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور یوں بھی کوئی عذرِ شرعی مانع نہیں تھا، سوائے اس کے کہ سمرقند کے علما نے یہ محسوس کیا ہو کہ خواجہ احرار کی وطن میں موجودگی ستم رسیدہ مسلمانوں کی تقویت کا باعث ہے۔ دوسری طرف شاہِ سمرقند کی بادشاہت بھی خواجہ احرار کی حمایت سے مشروط تھی اور یہ دونوں فریق نہیں چاہتے تھے کہ خواجہ احرار سفرِ حج پر چلے جائیں، جو ظاہر ہے طویل مدّت پر محیط ہوگا۔

خواجہ احرار کبھی پیدل سفر طے کرتے تھے (۱۲۷) جس سے پاؤں میں چھالے پڑ جاتے تھے، (۱۲۸) اور کبھی گھوڑے اور پالکی پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ (۱۲۹) ذیل میں آپ کے بعض اسفار کا ذکر شہروں کے ناموں کی تہجی ترتیب سے کیا جا رہا ہے۔

- **بخارا:** احرار بائیس سال کی عمر میں [۸۲۸ھ] مولانا حسام الدین اور علاء الدین غجدوانی سے ملنے بخارا گئے۔ (۱۳۰)
- **بلخ:** ہرات سے براستہ شبرغان وعلیاباد، بلخ کا سفر کیا۔ (۱۳۱)
- **تاشقند/شاش:** تاشقند احرار کی جاے پیدائش تھا۔ بعد میں احرار سمرقند نقل مکانی کر گئے اور وہاں سے تاشقند تشریف لاتے تھے۔ ذیقعد ۸۸۸ھ/۱۴۸۳ء میں شیخ خاوند طہور

کے مزار پر حاضری دی؛[۱۳۲] ایک دفعہ فرکت سے تاشقند گئے؛[۱۳۳] ایک اور سفر بھی کیا؛[۱۳۴] آخری سفر کا بھی حال ملتا ہے۔[۱۳۵]

- **چغانیان:** خواجہ احرار یعقوب چرخی سے ملنے کے لیے چغانیان گئے۔[۱۳۶]
- **دشتِ عباس:** احرار ۸۹۰ھ/ ۱۴۸۵ء میں دشتِ عباس میں تھے۔[۱۳۷]
- **ریوگروی:** زیاراتِ مزارات کے لیے ریوگروی کا سفر کیا۔[۱۳۸]
- **سماسی:** زیاراتِ مزارات کے لیے سماسی گئے۔[۱۳۹]
- **سمرقند:** خواجہ حرار ۸۲۸ھ/ ۱۴۲۵ء میں حصولِ علم کی خاطر تاشقند سے سمرقند چلے گئے،[۱۴۰] کچھ عرصہ سمرقند میں مولانا قطب الدین کے مدرسے میں رہے؛[۱۴۱] اور ۸۵۵ھ/ ۱۴۵۱ء میں سمرقند نقل مکانی کر گئے۔[۱۴۲]
- **شاہزحیہ:** خواجہ حرار کی مولانا مسافر سے شاہزحیہ میں ملاقات ہوئی تھی۔[۱۴۳]
- **شبرغان:** خواجہ احرار جب ہرات سے بلخ جا رہے تھے تو شبرغان سے گذر ہوا۔[۱۴۴]
- **شکر قشلاق:** خواجہ احرار ۸۷۰ھ/ ۶۶-۱۴۶۵ء میں وہاں گئے۔[۱۴۵]
- **صنوگرد/ سنوجرد:** خواجہ احرار کی مولانا شمس الدین محمد سے ملاقات ہوئی۔[۱۴۶]
- **علیاباد:** خواجہ احرار علیاباد کے راستے ہرات سے بلخ گئے۔[۱۴۷]
- **غجدوان:** خواجہ احرار زیارتِ مزارات کے لیے وہاں گئے۔[۱۴۸]
- **فاراب:** خواجہ احرار زیارتِ مزارات کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔[۱۴۹]
- **فرکت:** خواجہ احرار ۸۹۴ھ/ ۱۴۸۹ء میں وہاں تھے۔[۱۵۰] ایک بار تاشقند سے فرکت گئے۔[۱۵۱]
- **کاسان:** خواجہ احرار نے اس سفر میں مولانا محمد قاضی کے مرید احمد کاسانی کے ظہور کی پیشین گوئی کی تھی۔[۱۵۲]
- **کش:** زیاراتِ مزارات کے لیے وہاں گئے۔[۱۵۳]
- **مرغینان:** خواجہ احرار، یونس خان، عمر شیخ اور سلطان احمد میرزا کی صلح کروانے وہاں گئے۔[۱۵۴]

* **مرو:** خواجہ احرار کا پہلا سفر بخارا سے مرو کا تھا۔ مرو کا دوسرا سفر ۸۷۲ھ/ ۶۸-۱۴۶۷ء میں سلطان ابوسعید سے ملاقات کی غرض سے تھا۔(۱۵۶)
* **نسف:** خواجہ احرار نواح نسف کے صحرا میں گئے۔(۱۵۷) زیاراتِ مزارات کے لیے آپ وہاں گئے۔(۱۵۸) نسف کے علاقے میں خواجہ احرار اسہال کی بیماری کا شکار ہوئے۔(۱۵۹)
* **نیشاپور:** زیاراتِ مزارات کی غرض سے وہاں گئے۔(۱۶۰)
* **وابکن:** زیارتِ مزارات کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔(۱۶۱)
* **ہرات:** خواجہ حرار کا پہلا سفرِ ہرات ۸۲۸ھ/ ۱۴۲۵ء میں تھا اور آپ نے وہاں پانچ سال تک قیام کیا۔(۱۶۲) احرار مقابرِ ہرات کی زیارت کے لیے ماہ صفر ۸۶۵ھ/ ۱۴۶۰ء میں وہاں گئے۔(۱۶۳)
* **ہلغتو:** خواجہ احرار ہرات سے ہلغتو گئے۔(۱۶۴)

## بلاواسطہ مریدان

یہاں خواجہ احرار کے صرف بلاواسطہ مریدوں کے اسماء، حروفِ تہجی کی ترتیب سے لکھے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیگر کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔(۱۶۵)

* **ابوسعید اوبہی**(۱۶۶)
* **مولانا اسماعیل شمسی ثالث**(۱۶۷)
* **مولانا اسماعیل شروانی چہارم،** ۹۳۳ھ/ ۱۵۲۷ء میں مکّہ میں فوت ہوئے اور آپ کی قبر وہیں ہے۔(۱۶۸)
* **مولانا اسماعیل فرکتی اوّل، فرزندِ سیف الدین مناری**(۱۶۹)
* **مولانا اسماعیل قمری دوم**(۱۷۰)
* **امین الدین**(۱۷۱)
* **سیّد باباخواجہ**(۱۷۲)
* **برہان الدین ختلانی متوفی ۸۹۳ھ/ ۱۴۸۸ء**(۱۷۳)

- خواجہ تاج الدین کوسوئی کاشغری (۱۷۴)
- مولانا جعفر متوفی ۸۹۳ھ/ ۱۴۸۸ء (۱۷۵)
- مولانا جلال الدین حافظ (۱۷۶)
- مولانا حاجی منشی (۱۷۷)
- شیخ حبیب نجار تاشقندی (۱۷۸)
- مولانا سیّد حسین تاشقندی (۱۷۹)
- ملّا حسین ترک مطایبہ گو (۱۸۰)
- بابا حیدر سمرقندی، متوفی ۹۵۷ھ/ ۱۵۵۰ء، مدفون استنبول (۱۸۱)
- خاوند شاہ (۱۸۲)
- مولانا خراسانی (۱۸۳)
- شیخ زادہ خلیل اللہ خواجگی (۱۸۴)
- درویش سقا (۱۸۵)
- درویش محمد بخاری (۱۸۶)
- درویش محمد سرپلی (۱۸۷)
- سلطان احمد (۱۸۸)
- مولانا شہاب الدین (۱۸۹)
- میر عبدالاوّل نیشاپوری متوفی ۹۰۵ھ/ ۱۵۰۰ء (۱۹۰)
- عبدالکریم، خواجہ احرار کے بھانجے (۱۹۱)
- عبداللہ المعروف مولانا زادہ اتراری، خواجہ احرار کی زندگی میں ہی حرمین شریفین اور شام کا سفر کیا اور دمشق میں وفات پائی۔ (۱۹۲)
- عبداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی، سمرقند میں قتل ہوئے۔ (۱۹۳)
- مولانا عبداللہ سرپلی (۱۹۴)
- امیر عبداللہ یمنی (۱۹۵)
- مولانا عبدالوہاب سمرقندی فرزند میر عبدالغفار طباطبائی (۱۹۶)

- مولانا زادہ مولانا عثمان [۱۹۷]
- علی تاشقندی [۱۹۸]
- مولانا سیّد علی عماری کردی، مقتول ۹۲۵ھ/ ۱۵۱۹ء [۱۹۹]
- عمادالدین، خواجہ احرار کے کاغذ گر تھے۔ [۲۰۰]
- عمّ زادِ احرار، [۲۰۱] آپ کے بنی اعمام میں سے ہم مولانا عبدالوہاب کو جانتے ہیں۔ [۲۰۲]
- شیخ عیان کازرونی [۲۰۳]
- فخرالدین علی کاشفی صاحبِ رشحات عین الحیات، متوفی ۹۳۹ھ/۳۳-۱۵۳۲ء [۲۰۴]
- شیخ فیضی بخارایی، ۹۳۸ھ/۱۵۳۱ء سے پہلے ناگور گئے اور وہیں وفات پائی۔ [۲۰۵]
- مولانا قاسم، متوفی ۶ ذی الحجہ ۸۹۱ھ/ ۱۴۸۶ء [۲۰۶]
- میر قباد ہروی [۲۰۷]
- مولانا خواجہ کوہی خراسانی [۲۰۸]
- لطف اللہ ختلانی [۲۰۹]
- محمد امین بلغاری، ۸۹۷ سے ۹۰۲ھ/۱۴۹۲-۱۴۹۷ء کے درمیانی عرصہ میں فوت ہوئے اور تبریز میں مدفون ہیں۔ [۲۱۰]
- محمد زاہد وَخشی [۲۱۱]
- محمد زعفرانچی [۲۱۲]
- ملا محمد شیرازی، خواجہ ضیاء الدین اور خواجہ صدرالدین ترکہ کے اصحاب میں سے تھے لیکن کچھ عرصہ تک خواجہ احرار کی ملازمت میں بھی رہے۔ [۲۱۳]
- مولانا محمد قاضی سمرقندی، صاحبِ سلسلۃ العارفین، متوفی ۹۲۱ھ/ ۱۵۱۵ء [۲۱۴]
- خواجہ مصطفیٰ رومی [۲۱۵]
- مولانا موسیٰ [۲۱۶]
- مولانا زادہ احراری ← عبداللہ
- مولانا شیخ [۲۱۷]

- ناصرالدین اتراری (۲۱۸)
- مولانا نجم الدین (۲۱۹)
- بابا نعمت اللہ بن شیخ محمود نخجوانی مشتہر بہ شیخ علوان، متوفی ۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء (۲۲۰)
- نورالدین تاشقندی، متوفی ۸۴۰ھ/ ۳۷-۱۴۳۶ء (۲۲۱)
- مولانا ہلال (۲۲۲)
- ہندو خواجہ ترکستانی (۲۲۳)
- پہلوان ہندو (۲۲۴)

## دیگر عقیدت مند

۱۔ **علی طوسی معروف بہ مولانا علی عران** (وفات درمیان ۸۷۷-۸۸۵ھ/ ۱۴۷۳-۱۴۸۰ء) (۲۲۵)

۲۔ **عبداللہ الٰہی سماوی حنفی** (م۸۹۶ھ)؛ سماؤ (علاقہ کُتاہیہ/Kutayya) میں پیدا ہوئے۔ قسطنطنیہ کے مدرسۂ زیرک میں تدریس کرتے تھے۔ سمرقند کا سفر کیا اور خواجہ احرار سے ملاقات ہوئی اور احرار سے ذکر کا طریقہ پوچھا اور آپ ہی کے حکم پر روم و ہرات کے علاقوں میں چلے گئے۔ مشائخِ خراسان کی زیارت کی، جن میں جامی بھی شامل تھے۔ یونان کے ایک مقام Vardar Yenicesi (موجودہ تلفظ: Yiannitsa) پر وفات پائی۔ (۲۲۶)

۳۔ **عبدالرحمٰن جامی ہروی** (۸۱۷-۸۹۸ھ)

جامی نے پہلی بار ۸محرّم ۸۷۰ھ/ ۱۴۶۵ء کو خاص طور پر احرار کی زیارت کے لیے سمرقند کا سفر کیا۔ (۲۲۷) ۸۷۲ھ/ ۶۸-۱۴۶۷ء میں سلطان ابوسعید کے دل میں عراق اور آذربایجان کی فتح کا خیال پیدا ہوا تو وہ مرو گیا اور حصولِ برکت وسعادت کے لیے اس نے سمرقند سے خواجہ احرار کو اور ہرات سے مولانا جامی کو بلوایا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے درمیان تیسری ملاقات یہاں مرو میں ہوئی تھی۔ (۲۲۸) ان دونوں کے درمیان طویل ترین اور اہم ترین ملاقات ۲۲ ربیع الآخر سے ۸ جمادی الاوّل ۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ء کے درمیان تاشقند میں ہوئی اور ''چند شب و روز غیر معمولی گفتگوئیں اور اعلیٰ پائے کی مجالس منعقد رہیں۔'' (۲۲۹) اسی ملاقات میں مولانا جامی نے ابنِ عربی کی فتوحاتِ مکّیہ کے بعض مشکل مقامات حل کرنے کے لیے خواجہ احرار سے مدد لی اور خواجہ احرار کی

نکتہ یابی کو سراہا۔ (۲۳۰) خواجہ احرار بھی ان کا احترام کرتے تھے اور آپ کے علمی اور روحانی مرتبے کا اعتراف کرتے تھے اور ''جب بھی خواجہ [احرار] کو کوئی علمی نوعیت کی مشکل پیش آتی، فوری طور پر بڑی رغبت سے اُس جامع جمیع فنون کتاب سے رجوع فرماتے جو حضرت [جامی] کے تراوش قلم کا نقشِ جاودانی ہے۔'' (۲۳۱) خواجہ احرار کی جامی کے ساتھ محبت و عقیدت ان دو رقعوں سے بھی واضح ہوتی ہے جو انھوں نے جامی کو لکھے تھے۔ (۲۳۲) غرض یہ کہ ''مولوی [جامی] کی جناب خواجہ [احرار] کے ساتھ بڑی حسنِ عقیدت تھی اور بھرپور رابطہ برقرار تھا۔'' (۲۳۳)

جامی نے اپنی تصانیف میں بارہا خواجہ احرار کو سراہا ہے۔ مثلاً:

**انشائے جامی:** اس کتاب کے ابتدا میں جامی کے گیارہ خطوط ''مخدومی، ارشاد مآبی خواجہ عبیداللہ مدّ اللہ تعالیٰ ظلال ارشادہ'' کو لکھے گئے موجود ہیں۔ یہ تمام خطوط محبت اور عقیدت سے لبریز ہیں۔ چوں کہ خواجہ احرار سے دوستی بھی تھی، ایک خط میں لکھتے ہیں:

''آج میں نے قلم اٹھایا اور سوچا کہ چند باتیں ایسی، جو یار یاروں کو اور دوستدار دوستداروں کو لکھتے ہیں، لکھوں، لیکن مجھے آپ کی طرف سے بھلا دیے جانے کی شکایت اور بے التفاتی سے لاحق ہونے والی پریشانی کی حکایت کے سوا کچھ نہیں سوجھا۔ آپ کی طرف سے نہ سلام، نہ پیغام، کیا میں اس تجاہل کا سبب آپ کی مہر و محبت ہی کا تقاضا سمجھوں یا کاغذ اور قلم سے گریز؟

کی داشتم آن گمان کہ شادم نکنی
کاری چو زمانہ بر مرادم نکنی
با آنکہ بہ یادت گذرانم ہمہ عمر
عمر گذرانی تو کہ یادم نکنی

جو ہوا سو ہوا، اب آپ سے گزارش ہے کہ ماضی کے برخلاف، ہمیشہ ایک خط لکھ کر اس احقر کو مشرف کیا کریں اور اپنی فرصت کے مطابق، اپنے حالات سے آگاہی فرمایا کریں، تاکہ اس شکستہ خاطر کو تسلی حاصل ہو۔

نی دولت آنکہ دیدہ رویش نگرد
نی قوت پا کہ رہ بہ کویش سپرد

ای کاش رساند سخنی قاصد ازاو
با یک دو نفس بہ گفتگویش گذرد (۲۳۴)

**دیوانِ جامی:** نو شعروں کی غزل، جس کا مطلع ہے:

پیرانہ سر کشیدم سر در رہِ سگانت
موی سپید کردم جاروبِ آستانت

خواجہ احرار کے لیے کہی گئی ہے۔ (۲۳۵) جامی نے احرار کی مدح میں ایک قصیدہ، ایک قطعہ اور سات بند پر مشتمل ایک ترکیب بند بھی کہہ رکھا ہے۔ (۲۳۶)

**سلسلۃ الذہب:** دفترِ اوّل میں جامی نے ۱۶۵ اشعار پر مشتمل ایک نظم جس کا عنوان ہے، ''اس بیان میں کہ عرفا اور کاملین کو کثرتِ ملاحظہ صورت، مشاہدۂ سرِّ وحدت سے دور نہیں کرتی''، اس میں انھوں نے سلطان ابوسعید کے خواجہ احرار کے مرو میں استقبال کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مطلع یوں ہے:

خواجہ بندگانِ کار آگاہ
قبلۂ مقبلان عبیداللہ (۲۳۷)

اور اِس کے فوراً بعد ۳۹ اشعار پر مشتمل ایک نظم ''حضرت خواجہ اور آپ کے اصحاب کے بعض اوصاف واخلاق کے بارے میں'' ہے، جس کا مطلع ہے:

زدہ اصحاب و خواجہ حلقہ بہ ہم
چون نگین اند حلقہ در خاتم (۲۳۸)

''اعتقادنامہ'' جو کہ سلسلۃ الذہب کے دفترِ اوّل میں شامل ہے، جامی نے خواجہ احرار کے صاحبزادے کی فرمائش پر لکھا تھا۔ (۲۳۹)

**تحفۃ الاحرار:** جامی نے یہ مثنوی خواجہ احرار کے نام منسوب کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

تحفۃ الاحرار لقب دادمش
تحفہ بہ احرار فرستادمش (۲۴۰)

اس میں سولہ اشعار ''در دعای دادخواہی جناب ارشاد پناہی خواجہ ناصر الدین عبیداللہ

تعالیٰ ظلال ارشاده علی مفارق الطالبین الی یوم الدّین ‘‘ کے زیرِ عنوان ہیں۔ مطلع یوں ہے:

زد بہ جہان نوبتِ شاہنشہی
کوکبہ فقرِ عبیداللّٰہی [۲۴۱]

**یوسف وزلیخا:** خواجہ احرار کی مدح میں ۳۵ اشعار اس عنوان کے تحت ہیں، ’’تبرک جستن بہ ذکرِ خواجہ ای کہ بہ مقتضای ’عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة‘‘ ذکر او سرمایۂ استنزال رحمت نورِ شہود است و پیرایۂ استخلاص از زحمتِ ظہور وجود‘‘۔ مطلع یہ ہے:

کتابِ فقر را دیباچہ راست
سوادِ نوکِ کلکِ خواجہ ماست [۲۴۲]

**خردنامہ اسکندری:** خواجہ احرار کی مدح میں ۳۵ اشعار درج ذیل عنوان کے تحت موجود ہیں، ’’دردعای دولت خواہی جناب ولایت ارشاد پناہی عبیداللّٰہی لازالت ایام بقا ئه مصونه عن التناهی و مأمونه من اصابة الدواهی‘‘۔ مطلع ہے:

بہ فضلِ ازل ہر کرا ہمرہی ہست
دلِ روشنش ہم پُر و ہم تہی است [۲۴۳]

**نفحات الانس:** اس کتاب کے بارے میں پہلے بات ہوچکی ہے۔

۴۔ **خواجہ عزیز اللہ بوزجانی** (م ۲۷ ربیع الثانی ۹۰۲ھ/ ۱۴۹۶ء)، مولانا سعد الدین کاشغری کے مرید تھے اور خواجہ احرار کی صحبت میں بھی رہے تھے۔[۲۴۴] روضۃ الریاحین اور رشحات القدس شرحِ نفحات الانس کے مصنّف درویش علی بوزجانی آپ ہی کے مرید ہیں۔

۵۔ **میر حسین بن معین الدین میبدی** (م۹۰۹ھ/۴-۱۵۰۳ء) آپ کی منشآت میں آپ کا ایک خط خواجہ احرار کے نام موجود ہے جس میں ان سے روحانی مدد طلب کی گئی ہے۔[۲۴۵]

۶۔ **سیّد احمد بخاری حسینی** (م۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء استنبول)۔ ابتدا میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد میں انھی کے حکم پر شیخ عبداللہ الٰہی سماوی کے حلقہ ارادت میں چلے گئے۔[۲۴۶]

۷۔ **سیّد احمد** (مدفون سمرقند)۔ شیخ کمال الدین کے مرید تھے لیکن خواجہ احرار کی صحبت میں بھی جاتے رہے۔ (۲۴۷)

۸۔ **حسامی خوارزمی**۔ رندِ آزاد اور قلندر مشرب تھے، خواجہ احرار کے ساتھ ملاقاتیں تھیں۔ (۲۴۸)

۹۔ **کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی** صاحبِ مطلع سعدین و مجمع بحرین کو بھی خواجہ احرار کے ساتھ ملاقات کی خواہش تھی۔ (۲۴۹)

۱۰۔ **محمود سندھی**، جن کی عمر ۱۲۰ سال سے متجاوز رہی اور زین الدین خوافی اور قاسم انوار کے ہم صحبت تھے، سمرقند میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ (۲۵۰)

جب فضل اللہ خنجی (م ۹۲۸ھ/۱۵۲۲ء) سِغناق کے علاقے میں گئے تو خواجہ احرار کے بعض درویش تاشقند سے ان کے ہمراہ تھے۔ (۲۵۱)

''آداب و شرائطِ شیخ و مرید'' کے نام سے ایک رسالہ، جو احرار کے ہی کسی مرید کی تصنیف ہے، کتاب خانۂ رضا، رام پور (ہند) میں موجود ہے۔ (۲۵۲)

## متفرق احراری

بعض قدیم مآخذ میں بہت سے ایسے لوگ ملتے ہیں جن کے ناموں کے ساتھ ''احراری'' نسبت لکھی ہے اور یہ یقیناً خواجہ احرار کی وجہ سے ''احراری'' ہیں۔ لیکن ابھی اس امر کی تحقیق نہیں ہو سکی کہ احرار کے ساتھ ان لوگوں کی نسبت صُلبی ہے یا طریقتی۔ چونکہ یہ تمام لوگ صاحبانِ علم و فضل ہیں لہٰذا ان کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔

۱۔ **اجری دیوانہ بلخی**، تذکرۂ عرفات العاشقین کے مؤلف تقی الدین بلیانی نے ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء میں آگرہ میں ان سے ملاقات کی اور ان سے جو اشعار سنے وہ اپنے تذکرے میں نقل کیے۔ (۲۵۳)

۲۔ **خواجہ بہاء الدین** (۱۰۱۰ھ/ ۱۶۰۱ء کے لگ بھگ حیات تھے) مؤلفِ رسالہ ارقام نجوم۔ (۲۵۴)

۳۔ **رحمت اللہ بیگ بن شیخِ اسلام خواجہ احراری** (۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء میں حیات تھے)،

رشحاتِ عین الحیات، خطی، کتاب خانۂ اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۱۴۹۱۷ کے کاتب ہیں۔ (۲۵۵)

۴۔ **سلطان خواجہ شیخ الاسلام سمرقندی** متخلص بہ ادا (م ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء)، صاحبِ دیوان، خطی، کتاب خانۂ اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۸۲۰۰۔ (۲۵۶)

۵۔ **خواجہ عبیداللہ بن محمد باقی زاہدی**، مؤلفِ زاد المعاد، فارسی، خطی، سچل سرمست پبلک لائبریری، خیر پور، سندھ، شمارہ ۶، ۲۹۷ (ع ب ی)۔ (۲۵۷)

۶۔ **عمر خواجہ** (۱۲۵۷ھ میں حیات تھے)، امیر خسرو کے خمسہ کے کاتب، خطی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۷۷۷۔ (۲۵۸)

۷۔ **محمد علی خواجہ سمرقندی** (۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں حیات تھے)، مجموعۃ الشعرا کے کاتب، خطی، کتاب خانۂ اکیڈمی آف سائنسز آف تاجیکستان، دوشنبہ، شمارہ ۱۵۳۰۔ (۲۵۹)

## خواجہ احرار کا سیاسی کردار؛ بادشاہوں اور اُمرا کی ان سے ارادت مندی

ماوراء النّہر میں خواجہ احرار کا روحانی اور معاشرتی اثر و رسوخ اور بے شمار جائداد اس علاقے میں ان کے بھرپور سیاسی کردار کا باعث تھا۔ اربابِ اقتدار کے لیے ناگزیر ہو گیا تھا کہ وہ خواجہ احرار کی حمایت اور خوشنودی حاصل کریں۔ خواندمیر لکھتے ہیں:

> ''خواجہ ناصر الدین عبیداللہ اپنے جاہ و حشمت اور دولت و جائداد کی فراوانی میں ماوراء النّہر کے تمام اکابر اور ترکستان کے تمام مشائخ میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ آپ کا آستانہ بادشاہی و سروری کا نشان بن گیا۔ آغازِ سرحدِ ترکستان سے اختتامِ حدودِ عراق و آذربایجان تک کے سلاطینِ عصر اور اُمرائے عہد آپ سے بھرپور عقیدت و ارادت رکھتے تھے اور جو بات بھی آپ سے سنتے تھے اسے درِّ مکنون کی طرح زیورِ گوشِ ہوش بنا لیتے اور آپ کی بات سے انحراف کی مجال نہ رکھتے تھے۔'' (۲۶۰)

آپ کے ہم عصر حکمران آپ سے قربت حاصل کرنے کے لیے آپ کے مریدوں کا وسیلہ بھی اختیار کرتے تھے اور اپنے اہم عرایض کے لیے انھیں استعمال کرتے تھے۔[۲۶۱] ذیل میں ہم تاریخی ترتیب کے ساتھ معاصر بادشاہوں اور اُمرا کے ساتھ خواجہ احرار کے روابط اور تعلقات کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

## شاہرخ (حک: ۸۰۷-۸۵۰ھ/ ۱۴۰۵-۱۴۴۷ء)

جس زمانے میں خواجہ احرار ہرات میں مقیم تھے (۸۲۸-۸۳۳ھ/ ۱۴۲۵-۱۴۳۰ء) تب انھیں شاہرخ کی حکومت کی وجہ سے فراغت اور جمعیتِ خاطر حاصل تھی۔ جب شاہرخ کے پوتے ابوالقاسم بابر بن بایسنقر نے سمرقند کا محاصرہ کیا (شوال ۸۵۸ھ/ ۱۴۵۴ء) اور خواجہ احرار سمرقند میں سلطان ابوسعید کا ساتھ دے رہے تھے، اس حسّاس موقع پر بھی بابر کے مقابلے میں خواجہ احرار نے اس کے دادا کے حقوق کا پاس رکھتے ہوئے، بابر اور ابوسعید کے درمیان صلح کروادی۔[۲۶۲]

## ابوسعید (حک: ۸۵۵-۸۷۳ھ/ ۱۴۵۱-۱۴۶۹ء)

ماوراء النّہر کے بادشاہوں میں ابوسعید، خواجہ احرار کا سب سے بڑھ کر فرمانبردار تھا۔ عبدالواسع نظامی لکھتے ہیں:

> ''دنیا کے بادشاہوں میں کوئی بھی خواجہ (احرار) کا اتنا معتقد نہیں تھا جتنا کہ سلطان سعید۔ جب بھی آپ کی طرف سے اس کو کوئی رقعہ پہنچتا، چوم کر دستار میں رکھ لیتا اور اپنی ذات کو بھول جاتا۔''[۲۶۳]

ابوسعید امورِ مملکت میں ہمیشہ خواجہ احرار سے مشورہ کرتا تھا اور کبھی فرطِ عقیدت سے پیدل اُن کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چل کر نیازمندی کا اظہار کرتا۔[۲۶۴]

ابوسعید اور خواجہ احرار کے تعلقات کا آغاز اُس خواب کی وجہ سے ہوا جو ابوسعید نے دیکھا تھا۔ اس خواب کے بعد ابوسعید، خواجہ احرار کی تلاش میں لگ گیا اور آخر تاشقند میں انھیں پا لیا۔[۲۶۵] جب سلطان نے ۸۵۵ھ/ ۱۴۵۱ء میں خواجہ احرار کی دعا سے سمرقند فتح کیا تو خواجہ احرار کو تاشقند سے اس شہر میں منتقل کرلیا۔[۲۶۶]

✦ ابو القاسم بابر نے ۸۵۸ھ/۱۴۵۴ء میں سمرقند پر حملہ کیا۔ ابو سعید نے مقابلے کے لیے خواجہ احرار سے مدد کی درخواست کی اور آپ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ خواجہ احرار نے شہر کی حفاظت کا منصوبہ پیش کیا۔ ابوسعید کے سپاہی اور سمرقند کے عوام چالیس دن تک بابر کے لشکر کے سامنے ڈٹے رہے۔ آخر کار خواجہ احرار کی کوششوں سے یہ جنگ صلح پر منتج ہوئی اور سمرقند ابوسعید ہی کے زیرِ نگین رہا۔ (۲۶۷)

✦ ۸۶۲ھ/ ۱۴۵۸ء میں بلخ پر لشکر کشی کے موقع پر خواجہ احرار سے خروج کی اجازت مانگی۔ (۲۶۸)

✦ ۸۶۵ھ/ ۱۴۶۱ء میں امیر نور سعید نے سلطان ابوسعید کے خلاف بغاوت کر دی۔ خواجہ احرار نے اس کو نصیحت کی کہ ابوسعید کی اطاعت کرے۔ (۲۶۹)

✦ ۸۶۷ھ/۱۴۶۳ء میں ابوسعید نے قلعۂ شاہرخیہ کا محاصرہ کیا۔ نور سعید، میرزا محمد جوگی اور قلعہ میں محصور دیگر افراد نے خواجہ احرار سے مدد مانگی۔ خواجہ احرار سمرقند سے شاہرخیہ گئے اور ابوسعید کو قسم دی کہ وہ محصور افراد کو قتل نہ کرے۔ ابوسعید نے خواجہ احرار کی قسم قبول کر لی اور محصورین کی جان بخشی کی۔ (۲۷۰)

✦ ابوسعید نے عراق اور آذربایجان پر لشکر کشی سے پہلے مشورے کے لیے خواجہ احرار کو سمرقند سے مرو بلایا۔ (۲۷۱) جب خواجہ احرار مرو پہنچے تو سلطان نے آپ کے استقبال اور تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ وہ روزانہ آپ سے مشورہ کرتا۔ مسلسل کئی روز کے مشوروں کے بعد ابوسعید نے عراق پر چڑھائی کر دی۔ (۲۷۲) اسی لشکر کشی کے دوران اوزن حسن بیگ ترکان کے ہاتھوں ابوسعید گرفتار ہوا اور ۲۲ رجب ۸۷۳ھ/ ۱۴۶۹ء کو آذربایجان میں قتل کر دیا گیا۔ (۲۷۳)

## بخارا کے خراج کی معافی

۲۳ صفر ۸۶۵ھ/ ۱۴۶۰ء کو خواجہ احرار بخارا سے تیموریوں کے دار الحکومت ہرات گئے۔ سلطان ابوسعید نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور خواجہ احرار نے جو چاہا اُس نے قبول کیا۔ چنانچہ بخارا کا خراج، جو بڑی بھاری رقم تھا، احرار کی درخواست پر بالکل معاف کر دیا گیا اور ابوسعید نے وعدہ کیا کہ وہ تمام مفتوحہ علاقوں کا خراج معاف کر دے گا اور برائیوں کا قلع قمع کرے گا۔ (۲۷۴)

## ماوراء النّہر کے خراج کی معافی

ایک دور میں، شاید ۸۷۲ھ/ ۶۸-۱۴۶۷ء میں، خواجہ احرار ابوسعید سے ملنے مرو گئے تھے۔ خواجہ احرار کے صاحبزادے خواجہ یحییٰ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ سلطان نے نیازمندی کے اظہار اور خواجہ احرار کے مطالبے پر ماوراء النّہر کا خراج معاف کر دیا جس سے کافی رقم وصول ہوتی تھی۔ (۲۷۵)

## مالیات وغیرہ کی معافی

خواجہ احرار بعض مظلوم افراد کے اخراجات اور خراج وغیرہ کی معافی کے لیے بھی کبھی کبھار ابوسعید کو سفارش کرتے رہتے تھے اور اُسے یاددہانی کرواتے رہتے تھے کہ تم نے رعایا پر جو ٹیکس عائد کر رکھے ہیں وہ خلافِ شریعت ہیں اور میری سفارش کے بغیر ہی تمھیں لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔ (۲۷۶)

## احمد میرزا ابن ابوسعید (حک: ۸۷۲-۸۹۹ھ)

میر خواند کے مطابق ابوسعید کے بیٹے بھی اپنے والد کی روایت کی پیروی کرتے ہوئے حضرت خواجہ احرار کی فرمان برداری سے انحراف جائز نہیں سمجھتے تھے اور ہمیشہ یہ کوشش کرتے کہ خواجہ احرار کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رہے۔ (۲۷۷) چنانچہ احمد میرزا نے علاقہ قرشی کے تیس دیہات خواجہ احرار کے لیے بطور نذر وقف کر رکھے تھے۔ (۲۷۸) اس عہد کا اہم ترین واقعہ اور خواجہ احرار کے سیاسی اثر و رسوخ کی ایک مثال، سلطان احمد میرزا، عمر شیخ اور سلطان محمود کے درمیان صلح کروانا ہے۔ ۸۹۰ھ/ ۱۴۸۵ء میں عمر شیخ نے محمود کے ساتھ مل کر شاہرخیہ پر چڑھائی کی اور سلطان احمد نے بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ہمراہ شاہرخیہ کا رُخ کیا اور خواجہ احرار کو اپنے ساتھ لے گیا۔ چالیس روز تک دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ آخر کار خواجہ احرار کی ثالثی سے ان کے درمیان صلح ہوئی۔ صلح نامے کے مطابق میرزا سلطان احمد نے تاشقند سلطان محمود کے حوالے کر دیا۔ (۲۷۹)

خواجہ احرار نے ۸۸۵ھ/ ۱۴۸۰ء سے کچھ پہلے مرغینان جا کر یونس خان (۸۸۱-۸۹۲ھ) اور عمر شیخ اور سلطان احمد کی صلح کروائی تھی۔ (۲۸۰)

بظاہر ۸۸۰ھ/ ۱۴۷۵ء میں احرار نے سلطان احمد سے ''دہ یازدہ'' ٹیکس کی معافی کا کہا تھا۔ (۲۸۱)

## حسین بایقرا (حک: ۸۷۲-۹۱۲ھ/ ۱۴۶۸-۱۵۰۶ء)

سلطان ابوسعید کی حکومت کے خاتمے کے بعد اُس کے دربار کے چند خواص سمرقند سے ہرات چلے گئے اور بایقرا سے انعام واکرام پایا۔ لیکن سمرقندی فوجیوں میں سے چند مشاہیر ایسے بھی تھے جو اپنا مال اسباب اور خویش قبیلہ ہرات میں چھوڑ کر بایقرا کی اجازت کے بغیر ہی واپس سمرقند لوٹ آئے اور خواجہ احرار سے درخواست کی کہ وہ سلطان سے ان کے خویش قبیلے کی منتقلی کی سفارش کریں۔ خواجہ احرار نے مولانا جامی کو ایک سفارشی خط لکھا۔ چونکہ سلطان، مولانا جامی کا بے حد عقیدت مند تھا، لہٰذا اُس نے سب کو سمرقند واپسی کی اجازت دے دی۔ (۲۸۲)

خواجہ احرار کے ساتھ بایقرا کی عقیدت مندی کا واضح ثبوت اس خط سے بھی ملتا ہے جو اُس نے خواجہ احرار کو لکھا تھا جس میں اس افواہ کی تردید کی گئی ہے کہ بایقرا نے خواجہ احرار کے ایک معتقدِ خاص علاء الدین مولانا کی توہین کی ہے۔ اس خط میں بایقرا لکھتا ہے:

> ''جب سے میرا آپ سے رشتہ ارادت وعقیدت قائم ہوا ہے، آپ کی خوشنودی کے لیے میری تمام تر کوشش یہی رہی ہے کہ اعلاء دین ہو اور ظالمانہ رسموں کا بوجھ عوام الناس کے کندھوں سے اتارا جائے۔'' (۲۸۳)

احرار کی وفات کے موقع پر بایقرا نے اپنے ایک ملازم کے ہاتھ سلطان احمد میرزا کو تعزیت نامہ بھجوایا اور رسمِ پُرسہ ادا کی۔ (۲۸۴)

## امیر علی شیر نوائی (۸۴۱یا۸۴۴-۹۰۶ھ/ ۱۴۳۸یا۱۴۴۰-۱۵۰۰ء)

سلطان حسین بایقرا کا یہ دانش مند وزیر خواجہ احرار سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا اور آپ سے خط وکتابت کرتا تھا۔ اس نے اپنے نام خواجہ احرار کے خطوط ایک مرقّع میں جمع کیے (جس کا ذکر خواجہ احرار کے خطوط کے ضمن میں ہوا ہے)۔ نوائی نے احرار کو ''قطبِ وقت'' قرار دیا ہے (۲۸۵) اور آپ کے حالاتِ زندگی نسایم المحبۃ میں بیان کیے ہیں (جس کا ذکر پہلے گذر چکا

ہے)اور خواجہ احرار کی وفات کا مادّۂ تاریخ ''خلد برین'' نکالا ہے۔[۲۸۶]

## ظہیرالدین محمد بابر (۸۸۸-۹۳۷ھ/۱۴۸۳-۱۵۳۱ء)

ہندوستان کا پہلا مغل حکمران؛ اگرچہ خواجہ احرار کی وفات کے وقت اس کی عمر آٹھ سال تھی اور بظاہر خواجہ احرار سے ملاقات بھی نہیں تھی لیکن اپنے اجداد کی سنّت کے مطابق خواجہ احرار اور ان کی اولاد سے ارادت رکھتا تھا اور ۹۰۶ھ/ ۱۵۰۰ء کی فتح سمرقند کو خواجہ احرار کی معنوی برکت کا نتیجہ سمجھتا تھا۔اس نے ۹۰۶ھ سے کچھ عرصہ پہلے خواجہ احرار کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے اس کو فتح سمرقند کی بشارت دی ہے۔[۲۸۷] ۸ ربیع الاوّل ۹۳۵ھ/ ۱۵۲۸ء کو خواجہ احرار کے رسالہ والدیہ کا ترکی میں ترجمہ کیا (جس کا ذکر خواجہ احرار کی تصانیف میں ہوگا)۔

بابر خواجہ احرار کے پوتوں کو اپنے ہمراہ کابل اور آگرہ لے گیا تھا۔(دیکھیے :عنوان ''احراری برّصغیر پاک و ہند میں'')

## سلطان محمد دوّم فاتح (حک:۸۵۵-۸۶۶ھ/۱۴۵۱-۱۴۶۲ء)

یہ بادشاہ غائبانہ طور پر خواجہ احرار سے عقیدت رکھتا تھا۔ ایک بار اُس نے خواجہ مصطفیٰ رومی[۲۸۸] کے ہاتھ دس ہزار اشرفیاں اور مخمل و کمخواب اور فرنگی ریشمی کپڑے کے کئی جوڑے خواجہ احرار کی خدمت میں بھجوائے تھے۔خواجہ احرار نے یہ نذر قبول کی اور اسے عام بھلائی کی تعمیرات مثلاً پل قرشی وغیرہ پر خرچ کیا۔سلطان محمد نے تحائف کے ساتھ ایک مصوّر بھی بھجوایا تھا جس نے خواجہ احرار کی تصویر بنائی اور سلطان کے لیے روم لے گیا۔[۲۸۹]

## امرا کی خواجہ احرار سے عقیدت مندی

سلطان یونس خان (م۸۹۲ھ/ ۱۴۸۷ء)؛[۲۹۰] عبدالقدوس داماد محمد حیدر میرزا؛[۲۹۱] امیر درویش محمد ترخان[۲۹۲] اور عبدالعلی امیر بخارا[۲۹۳] خواجہ احرار سے ارادت رکھتے تھے۔ حاکمِ بلخ احمد مشتاق ماوراءالنّہر کے لوگوں کے اموال لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔خواجہ احرار

نے اس کو خط لکھا کہ لوگوں کے مال ومتاع واپس کردے۔ (۲۹۴)

ملک التجار عماد الدین محمود گاوان (۸۰۸-۸۸۶ھ/ ۱۴۰۵-۱۴۸۱ء) جو اصل میں گیلان کا رہنے والا تھا، ہندوستان چلا گیا اور بہمنیانِ دکن کے دربار میں منصبِ صدارت پر فائز ہوا۔ وہ بھی خواجہ احرار کا ارادت مند تھا اور آپ کو عقیدت بھرے خطوط لکھتا تھا۔ (۲۹۵) محمود گاوان مولانا جامی سے بھی عقیدت رکھتا تھا اور ان کے درمیان خطوط اور کتابوں کا تبادلہ ہوتا تھا۔ (۲۹۶)

## خواجہ احرار کے مخالفین اور معترضین

خواجہ احرار معاشرے میں اپنے مقام ومرتبہ اور روحانی قدر ومنزلت کی وجہ سے بعض معاصرین کے حسد وعناد کا شکار بھی رہے۔ سلطان ابوسعید جو کہ آپ کا حامی تھا، اُس کے قتل (۲۲ رجب ۸۷۳ھ/ ۱۴۶۹ء) کے بعد کئی لوگ خواجہ احرار کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ (۲۹۷) یہ مخالفت خواجہ احرار کی موت کی خواہش (۲۹۸) اور قتل کے ارادے تک جا پہنچی۔ (۲۹۹) آپ کے مخالفین نے یہ سلسلہ خواجہ احرار کے صاجزادوں اور دیگر متعلقین تک جاری رکھا۔

ابوسعید کے بیٹے سلطان محمود میرزا نے جب سمرقند کا محاصرہ کیا تو خواجہ احرار نے اس کو خط لکھا اور اسے اس کام سے باز رہنے کی تاکید کی۔ (۳۰۰) محمود بداعتقاد شخص تھا اور خواجہ احرار کو خفیف کرتا رہتا۔ (۳۰۱) خواجہ احرار اور محمود کے سوتیلے بھائی سلطان احمد میرزا کی وفات کے بعد سمرقند محمود کے زیرنگین آ گیا (۸۹۹ھ/۱۴۹۴ء) اور اُس نے خواجہ احرار کے متعلقین کے ساتھ سختی شروع کردی۔ چنانچہ اس کے ظلم وستم اور سختیوں کا یہ سلسلہ خواجہ احرار کے اخلاف تک جا پہنچا۔ اس نے احرار کے ملازمین اور مزارعوں پر بے پناہ ٹیکس لگا دیے۔ (۳۰۲)

بے حد معمولی حیثیت کے لوگ اور سمرقند کے بعض ''شیخ الاسلام'' بھی خواجہ احرار پر تنقید کرتے تھے۔ مثلاً:

### ایک قلندر کا اعتراض

ایک دن خواجہ احرار داتج، جو کہ آپ کی ملکیت ہے اور سعد سمرقند میں واقع ہے، جا رہے

تھے۔ ایک قلندر راستے میں آپ سے ملا اور کہا: ''اے دنیا دار! کتنی دنیا جمع کرو گے؟''[۳۰۳]

## ایک واعظ کا اعتراض

خواجہ مولانا، جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا، کے مریدوں میں سے ایک، نعمت واعظ اپنی مجالسِ وعظ میں احرار کی غیبت کرتا تھا اور آپ کے متعلق نامناسب اشعار پڑھتا تھا۔[۳۰۴]

## بہاء الدین عمر کے صاحبزادے کی تنقید

ایک روز ہرات میں ایک محفل میں ہرات کے کئی امرا اور اکابر جمع تھے۔ شیخ بہاء الدین عمر کے بیٹے[۳۰۵] نے اپنی برتری اور آپ [احرار] کی تحقیر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت خواجہ احرار نے ہمارے شیخ [بہاء الدین عمر] کی بہت جستجو کی۔[۳۰۶]

## شیخ زادہ الیاس کا اعتراض

شیخ زادہ الیاس ساکن کوہ تون، خواجہ احرار کی تجارت اور کھیتی باڑی کو خلافِ شریعت سمجھتے تھے۔ انھوں نے امیر درویش محمد خان کو خواجہ احرار کے خلاف رپورٹ دی۔[۳۰۷] الیاس کے بیٹے ابوالحسن کہتے تھے: ''ملک کی تباہی کا سبب خواجہ احرار ہیں، وہ مغلوں کو ولایت [سمرقند] تک لائے اور مسلمانوں کی مال و دولت اور اہل و عیال سب اسیری اور تاخت و تاراج کا شکار ہوئے۔''[۳۰۸]

## خواجہ مولانا سمرقندی (م ۸۷۶ھ/۱۴۷۶ء) کی دشمنی

خواجہ احرار کے ایک شدید مخالف سمرقند کے خواجہ مولانا نامی شخص تھے۔[۳۰۹] ان کے اجداد سمرقند کے ''شیخ الاسلام'' کے منصب پر فائز تھے۔ ان کے اپنے بھی مرید تھے۔ وہ خواجہ عبدالملک بن خواجہ ابونصر پارسا کے خالو رماموں تھے۔ خواجہ احرار کو حقارت سے ''شیخِ روستایی'' (دیہاتی ملّانہ) کہتے تھے۔[۳۱۰] ان کا دعویٰ تھا کہ ان کی کرامات خواجہ احرار کی کرامات سے زیادہ ہیں۔[۳۱۱] وہ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے: ''غلاظت کے اس کیڑے [احرار] کو چھوڑ دو جس

کی ساری ہمت دنیا جمع کرنے پر لگی ہوئی ہے۔'' (۳۱۲) خواجہ مولانا نے ایک بار عبدالرزاق نامی ایک بدنام اور پیشہ ور ڈاکو کو کثیر اُجرت کے عوض خواجہ احرار کے قتل پر لگایا۔ لیکن یہ شخص اس انتہائی اقدام سے پہلے ہی گرفتار ہو گیا اور اس نے اعتراف کیا کہ ''تین بار آپ [احرار] اکیلے میرے سامنے آئے۔ میں نے ہزار کوشش کی کہ تیر و شمشیر نکال کر آپ کا کام تمام کر دوں مگر ایسا نہ کر سکا۔'' (۳۱۳)

آخری وقت تک خواجہ مولانا نے خواجہ احرار کی مخالفت ترک نہیں کی۔ بس جان کنی کے عالم میں مولانا محمد معمائی کے توسط سے احرار سے کوتاہیوں کی معذرت کی اور کہا: ''ہم نے جو کچھ کیا نفس کی ترغیب پر کیا۔'' احرار نے آپ کی غلطیوں کو نظرانداز کیا۔ (۳۱۴)

تاشقند کے ایک اور شیخ بھی احرار کے مخالف تھے۔ (۳۱۵)

## بارتھولڈ کا تجزیہ

روسی مورّخ بارتھولڈ [ V.V. Barthold ] نے احرار کے بارے میں جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ مادّی نقطہ نظر سے ہے۔ بارتھولڈ کا کہنا ہے:

> ''شیخ آسمانی [احرار] نے سمرقند کی معاشرت کو انحطاط کے پست ترین درجہ تک پہنچا دیا۔ ماوراء النّہر کی نام ور شخصیات اور دانش ور وطن چھوڑ کر ہرات چلے گئے..... وسطی ایشیا کے تصوّف کا دوسرا نام، تہذیب اور معاشرت کی دشمنی ہے۔'' (۳۱۶)

## اعتراضات کے جوابات

سلطان محمود نے سمرقند پر دھاوا بول دیا تھا اور خواجہ احرار ''ولی سمرقند'' ہونے کے ناطے اپنے آپ کو اِس امر کا پابند سمجھتے تھے کہ اس غارت گری کو روکیں۔ محمود کی دشمنی کا سبب یہی تھا۔ جب اس نے سمرقند پر قبضہ کر لیا تو خواجہ احرار کے خدشات درست ثابت ہوئے اور اہلِ سمرقند محمود اور اُس کے اراکینِ حکومت کے ظلم و ستم سے بلبلا اُٹھے۔ اور اس کے زوال کی دعائیں مانگنے لگے۔ (۳۱۷)

بعض علما اور مشائخ کا خواجہ احرار کی ثروت اندوزی پر اعتراض اُس صورت میں بجا ہوسکتا تھا اگر انھوں نے اس دولت کا غلط استعمال کیا ہوتا۔ آپ نے اپنی املاک وقف کر رکھی تھیں۔ [۳۱۸] انھوں نے تو اپنے خویش قبیلے کو بھی اجازت نہ دی کہ وہ ان کے مقام و مرتبہ سے غلط فائدہ اٹھائیں۔ خواجہ احرار نے ان کے لیے نہایت معمولی وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ [۳۱۹] خواجہ احرار کی جائداد کی بحث میں یہ بات ہو چکی ہے کہ آپ کس طرح اپنا مال مظلوم مسلمانوں اور غربا پر خرچ کرتے تھے اور وہ خود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

## خواجہ احرار کو لاحق امراض

خواجہ احرار اپنی زندگی میں کئی بار مختلف بیماریوں کا شکار ہوئے۔ مثلاً جب آپ سمرقند میں مدرسۂ قطب الدین میں تھے (۸۲۸ھ/ ۱۴۲۵ء کے لگ بھگ) تو آپ ٹائیفائڈ کا شکار ہوئے [۳۲۰] اور بظاہر وہیں آپ پر کھانسی کا شدید حملہ بھی ہوا۔ [۳۲۱] ۸۲۸ھ/ ۱۴۲۵ء کے آس پاس خواجہ احرار بخارا میں مدرسۂ مبارک شاہ میں تھے کہ چالیس دن تک آشوبِ چشم کا شکار رہے۔ [۳۲۲] جب آپ ہرات سے بلخ جا رہے تھے تو راستے میں شبرغان اور بلخ کے درمیان آپ کے پاؤں میں شدید آبلے نکل آئے۔ [۳۲۳] طاعون کی پہلی وبا ۸۴۰ھ/ ۳۷-۱۴۳۶ء میں نیلے رنگ کا ایک بڑا دانہ آپ کے بائیں پہلو میں نکل آیا لیکن آپ کے ایک مرید باصفا نور الدین [قاسم] تاشقندی نے آپ کی بیماری اپنے میں جذب کر لی اور اپنی جان خواجہ احرار پر قربان کر دی۔ [۳۲۴] خواجہ احرار کا وصال اسہال کے مرض سے ہوا تھا۔ [۳۲۵]

## خواجہ احرار کے آخری ایام [۳۲۶]

خواجہ احرار ماہ محرّم ۸۹۵ھ/ ۱۴۸۹ء میں نسف کے علاقے میں عارضۂ اسہال میں مبتلا ہوئے۔ روز بروز مرض میں شدّت آتی گئی اور ضعف طاری ہونے لگا۔ اسی سال بیس ربیع الاوّل، بدھ کو سمرقند کے تکفشیر والے گھر سے ''دِہ کمان گران'' کو روانہ ہوئے۔ راستے میں باغ قوچیان میں قیام کیا اور جمعرات کی شب وہاں گذاری۔ جمعرات کی صبح دوبارہ سفرِ کمان گران شروع کیا لیکن شدتِ ضعف کے سبب مصر میں، جو بظاہر سمرقند کے نزدیک ایک گاؤں ہے، رات گذاری اور

جمعہ کی صبح کو پھر کمان گران کی طرف چل نکلے۔ رات کو وہاں پہنچے اور سات دن تک وہاں رہے۔

### وصیت نامہ

خواجہ احرار نے ۲۸ ربیع الاوّل ۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء بروز جمعرات اپنی اولاد، اخلاف، دامادوں (میر عبدالاوّل اور میر عبداللہ) اور رسالہ خوارقِ عاداتِ احرار کے مؤلف مولانا شیخ کی موجودگی میں اپنی وصیت زبانی بیان کی اور کہا:

''ہم نے تہیہ کر رکھا تھا کہ رباط میر میں ایک سرائے بنوائیں گے۔ اینٹوں وغیرہ کا انتظام ہو چکا تھا۔ مزید یہ کہ جو زمین مسجد نگارین کے سامنے خریدی گئی تھی وہاں مدرسہ تعمیر کروائیں گے جس میں درسِ تفسیر و حدیث و فقہ ہوگا اور امام غزالی کی تصانیف پڑھائی جائیں گی۔ پچاس ہزار دینار کی زرعی زمین خرید کر اسے مسجدِ بازارِ سوزن فروشان کے لیے وقف کر دیا جائے تا کہ اس کے مدرّس، موالی، امام اور موذّن کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے اور اگر مرمّت کی ضرورت ہو تو مرمّت کی جائے اور وہ تمام زرعی زمینیں جن سے ہماری زندگی میں غلہ جمع کر کے ہمارے پاس لایا جاتا تھا اس مدرسے کے لیے وقف کر دی جائیں۔ جس طرح ہماری زندگی میں اس کے ثمرات ہمیں پہنچتے تھے، بعد از وفات بھی اس کا اجر و ثواب ہمیں ملتا رہے۔ ان باتوں پر عمل کیا جائے۔'' (۳۲۷)

### وفات

خواجہ احرار جمعہ، ۲۹ ربیع الاوّل/ ۱۹ فروری ۱۴۹۰ء کو جنوبی سمرقند میں دامنِ کوہ میں واقع دِہ کمان گران میں عشا کی نماز کے وقت واصل بہ حق ہوئے۔ (۳۲۸)

احمد میرزا شاہِ سمرقند اور اُس کے حکومتی اراکین جو جمعے کو آپ کی بیمار پرسی کے لیے کمان گران گئے تھے، ہفتے کو آپ کا جسدِ مبارک پالکی پر رکھ کر سمرقند لے آئے اور اسی دن عوام و خواص نے احاطہ ملایان میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ (۳۲۹)

## مدفن

آپ کو احاطہ ملایان کے باہر خواجہ کفشیر، سمرقند میں دفن کیا گیا۔ اسی موقع پر آپ کی اولاد نے آپ کی قبرِ مبارک پر ایک عظیم عمارت کی بنیاد رکھی اور اسے بہترین شکل میں تعمیر کروایا۔(۳۳۰) آپ کے مزار کے آس پاس آپ کے اخلاف، خلفا اور سمرقند کے دیگر علما کی قبور ہیں۔(۳۳۱)

آپ کے مزار کی سجادگی نسل بہ نسل آپ کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی ہے۔(۳۳۲)

## مرثیے اور قطعاتِ تواریخِ وفات

آپ کے معاصر شعرا مولانا جامی اور علی شیر نوائی نے آپ کی وفات پر مرثیے اور قطعاتِ تاریخ کہے۔(۳۳۳) متاخر شعرا نے بھی قطعات تاریخِ وفات کہے ہیں۔(۳۳۴) یہاں مولانا جامی کا ایک مرثیہ نقل کیا جارہا ہے۔

گویی امروز از بخارا رفت شاہ نقشبند ماتم او رخنہ در سور سمرقند اوفکند
کشتی خوارزمیان را رخنہ در جیحون فکند از سمرقند و بخارا بس کہ سیل اشک رفت
شد جہان تاریک بر بادام چشمان نجند دود این آتش ہمہ اطراف ترکستان گرفت
موج زد این سیل اندوہ آن حصار از بیخ کند اہل ترمذ ہر حصاری کز صبوری داشتند
تلخ شد بر عیش سازان تلخیی بس ناپسند چون چشید این چاشنی را بلخ چون تصحیف خویش
سینہ ہا شد چاک و دلہا ریش و جانہا دردمند تیز گوشان ہری را از سماع این خبر
در عراق و فارس ہم چون فاش گردد این حدیث
محنت و اندوہ شان خواہد گذشت از چون و چند(۳۳۵)

سلطان حسین بایقرا نے آپ کی وفات پر ایک تعزیت نامہ لکھا۔(۳۳۶)

## سمرقند میں خواجہ احرار سے منسوب عمارات

- **مسجدِ احرار:** یہ مسجد عطاروں، صرافوں، کاغذ فروشوں اور جلد سازوں کے بازار میں واقع تھی۔ ۹۱۵ھ/۱۵۰۹ء میں اس بازار میں آگ لگ گئی لیکن مسجدِ احرار کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔(۳۳۷)
- **مدرسۂ احرار:** خواجہ احرار نے اس مدرسے کی بنیاد رکھی تھی۔(۳۳۸) اس کے لیے

جائداد بھی وقف تھی۔ تیرھویں صدی ہجری کے اواسط تک یہ مدرسہ موجود تھا اور اس کی حالت یوں بیان ہوئی ہے:

''یہ مدرسہ شہر سمرقند کے اندر جنوب میں اُس شاہراہ کے مغرب میں واقع ہے جہاں سے لوگ دروازۂ سوزان گران میں داخل ہوتے ہیں۔ آپ [احرار] کو اہلِ علم اور علما سے زبردست محبت تھی۔ اسی وجہ سے اہلِ علم کے لیے یہاں عظیم الشان مدرسہ بنوایا۔ یہ مدرسہ سمرقند کی تاراج میں ویران ہو گیا۔ جناب محی السنۃ امیر معصوم غازی نے مدرسۂ میرزا الغ بیگ کے جنوب میں واقع مدرسۂ جامع علیک کوکلتاش جو ویران ہو چکا تھا، کی اینٹیں علمائے دین کے فتوے سے اٹھا کر مدرسۂ عالیہ حضرت خواجہ احرار پر لگا دیں اور اس کا وقف بھی جاری کر دیا۔ اب اس مدرسے میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔''(۳۳۹)

**دروازۂ احرار:** ابو طاہر سمرقندی نے سمرقند کے چشموں کا حال بیان کرتے ہوئے بتایا ہے: ''چشمہ ناوہ دان وہ چشمہ ہے جو جنوب کی طرف سے سمرقند شہر میں آتا ہے اور شہر کے اُس دروازے کے پہلو سے، جسے دروازۂ حضرت خواجہ احرار کہتے ہیں......''(۳۴۰) اس دروازے کو ''دروازۂ گازران'' بھی کہتے تھے۔(۳۴۱)

## خواجہ احرار کی اولاد اور پس ماندگان (۳۴۲)

خواجہ احرار کے والد نے اپنی بھتیجی کا ہاتھ ان کے لیے مانگ رکھا تھا اور ایک بار مولانا نظام الدین خاموش کو بھی واسطہ بنایا تھا تا کہ وہ خواجہ احرار کو اِس نسبت پر راضی کریں۔(۳۴۳) لیکن پتا نہیں کہ خواجہ احرار نے اپنے چچا کی اسی بیٹی سے شادی کی یا کسی اور سے؟

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے محمد عبداللہ پیدا ہوئے اور دوسری بیوی، جو عمر باغستانی کی اولاد میں سے تھیں اور پہلی بیوی کی وفات کے بعد خواجہ احرار کے عقد میں آئی تھیں، ان سے محمد یحییٰ اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔(۳۴۴) اس طرح دو بیویوں میں سے آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کا مختصر احوال درج ذیل ہے:

۱۔ **شمس الدین محمد عبداللہ المعروف ''خواجکا'' و ''خواجہ کلان''، خواجہ احرار کے بڑے**

**صاحبزادے:** آپ خواجہ ابوالقاسم شیخ ابولیثی سمرقندی کے شاگرد تھے۔ عقلی و نقلی علوم میں ماہر تھے۔ بالخصوص تفسیر، حدیث اور عرب قبائل کی زبانیں خوب جانتے تھے۔ صحیح بخاری پڑھاتے تھے۔ علمی فضائل کے باعث خواجہ احرار انھیں بے حد عزیز رکھتے تھے اور کبھی کبھی ان سے علمی استفسارات بھی فرمالیتے۔ خواجہ احرار کہا کرتے: ''ایسا بیٹا کم ہی کبھی کس کا اور ہوا ہے۔'' شاہ بیگ کے حملے اور سمرقند پر ازبکوں کی چڑھائی کے وقت آپ اندجان کی طرف نکل گئے اور وہیں ۹۰۸ھ/ ۳-۱۵۰۲ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار اندجان میں ہے۔ مرقّع میر علی شیر نوائی میں آپ کے تین خطوط موجود ہیں۔ (۳۴۵) آپ کے سات صاحبزادے تھے، جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

۲۔ **قطب الدّین محمد یحیٰ، (۳۴۶) خواجہ احرار کے چھوٹے صاحبزادے:** خواجہ احرار نے اواخرِ عمر میں انھیں اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا۔ مولانا جامی کو ان سے بہت عقیدت تھی اور فرماتے تھے: ''خواجہ محمد یحیٰ کو طریقتِ خواجگان سے بھرپور مناسبت ہے، نسبتِ علمی میں خواجکا اور جذبے میں خواجہ یحیٰ برتر ہیں۔'' آپ بے حد غیور اور تند خو تھے۔ کئی بار اپنے والدِ گرامی کی صحبت ترک کی اور سالہا سال آپ کے اپنے سوتیلے بھائی خواجکا سے تعلقات کشیدہ رہے۔

جب شاہ بیگ خان نے سمرقند فتح کیا تو آپ کی تمام جاگیریں اور جائداد قبضے میں لے لیں اور انھیں ان کے دو صاحبزادوں سمیت قتل کر دیا (۱۵ یا ۱۷ محرّم ۹۰۶ھ/ ۱۱ یا ۱۳ اگست ۱۵۰۰ء)۔ آپ کے تیسرے صاحبزادے محمد امین سلامت رہے۔ محمد یحیٰ کا مزار سمرقند میں مزار خواجہ احرار کے نزدیک واقع ہے۔

خواجہ یحیٰ کے چھ خطوط مرقّع میر علی شیر نوائی میں محفوظ ہیں اور اب شائع ہو چکے ہیں۔ (۳۴۷)

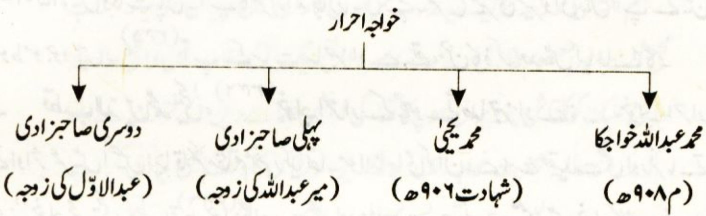
قاضی میر حسین بن معین الدین میبدی (م ۹۰۹ھ) کی منشآت میں دو خطوط خواجہ یحیٰ کے نام ہیں جس سے ان کی خواجہ سے عقیدت و ارادت کا پتا چلتا ہے۔ (۳۴۸)

۳۔ **خواجہ احرار کی بڑی صاحبزادی:** آپ میر عبداللہ بن میر تقی الدین محمد کرمانی کے عقد میں تھیں۔ (۳۴۹)

۴۔ **خواجہ احرار کی چھوٹی صاحبزادی:** ملفوظاتِ احرار کے جامع میر عبدالاوّل نیشاپوری کے عقد میں تھیں۔ (۳۵۰)

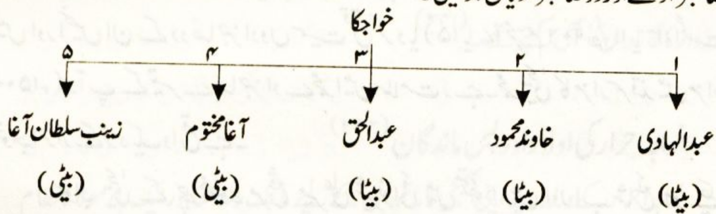
بعض کتب میں خواجہ ملاّ یا مولانا خواجہ علی کو خواجہ احرار کا داماد کہا گیا ہے۔ (۳۵۱) گویا خواجہ احرار کی ایک اور صاحبزادی بھی تھیں، یا مذکورہ دو صاحبزادیوں میں سے کوئی ایک، پہلے یا بعد میں خواجہ علی کے عقد میں آئی۔ واللہ اعلم۔

## اولادِ خواجہ احرار کا شجرہ

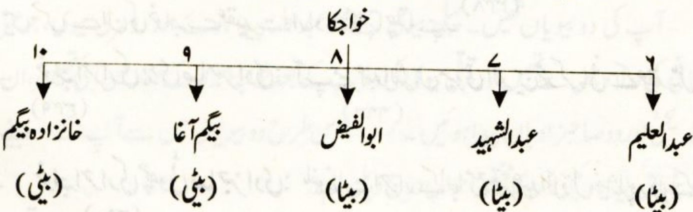



## فرزندانِ خواجکا

پہلے آپ نے میر تقی الدین محمد کرمانی کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ ان سے آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔




پہلی بیوی کی وفات کے بعد آپ نے شیخ الاسلام نظام الدین کی صاحبزادی سے شادی کی۔ اس سے حسبِ ذیل تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں:




آپ کی تیسری بیوی ترک تھیں۔ ان سے آپ کا ایک ہی صاحبزادہ ہوا۔

خواجکا



محمد یوسف

۱۔ **عبدالہادی:** آپ نے حجاز اور روم کا سفر کیا۔ بادشاہِ روم نے آپ کی درخواست پر روم کے لوگوں کا عشر معاف کر دیا تھا۔ عبدالہادی مولانا جامی کے سلسلے کو پسند کرتے تھے۔ خواجہ احرار کی زندگی میں چالیس سال کے تھے۔ آپ ۸۵۶ھ/۱۴۵۲ء کے آس پاس پیدا ہوئے۔ (۳۵۲)

۲۔ **شہاب الدین محمود المعروف خاوند محمود:** علومِ ظاہری و باطنی پر دسترس حاصل تھی اور طریقِ خواجگان کی تلقین خواجہ احرار سے پائی تھی۔ مولانا جامی سے بھی ملاقاتیں تھیں۔ کچھ عرصہ تک شیراز میں مولانا جلال الدین محمد دوانی (۸۳۰-۹۰۸ھ) کے ہاں تحصیلِ علم کے لیے مقیم رہے۔ (۳۵۳) آپ نے طبّ کی تعلیم عماد الدین محمود شیرازی (زندہ ۹۵۴ھ) سے حاصل کی۔ دو بار مکّہ، مدینہ اور ہندوستان گئے۔ کاشغر اور طرخان کا سفر بھی کیا۔ شہنشاہ ہمایون اور تاریخ رشیدی کے مؤلف میرزا حیدر دوغلات آپ کے معتقدین میں سے تھے۔ ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء سے دو چار سال اوپر فوت ہوئے۔ انھیں سمرقند میں دفن کیا گیا۔ آپ نے تحفۂ خانی کے نام سے طبّ کی ایک کتاب بھی لکھی، جو ۱۹۵۹ء میں مدراس سے شائع ہو چکی ہے۔ (۳۵۴)

۳۔ **محی الدین عبدالحق:** مکّہ اور ہندوستان کا سفر کیا۔ کمال الدین حسین خوارزمی سے ملاقات ہوئی۔ (۳۵۵) ہمایون آپ کا ارادت مند تھا۔ ۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء میں فوت ہوئے اور سمرقند میں دفن کیے گئے۔ (۳۵۶) رسالہ فقرات میں خواجہ احرار کا ایک خط آپ کے نام ہے۔

۴۔ **عبدالعلیم:** زراعت پیشہ تھے اور اپنے بھائیوں کی خوب خدمت کرتے تھے۔ شاہ بیگ خان کے حملہ سمرقند کے وقت عبدالعلیم کاشغر کی طرف نکل گئے اور وہیں وصال ہوا۔ (۳۵۷)

۵۔ **عبدالشہید:** آپ ۸۹۳ھ/ ۱۴۸۸ء کے قریب پیدا ہوئے۔ روایت کے مطابق خواجہ احرار نے آپ کے کان میں اذان دی اور شہد چٹایا۔ آپ کو مطالعہ اور عارفانہ رسائل لکھنے کا بہت شوق تھا۔ (۳۵۸) آپ نے ایک کتب خانہ بھی بنا رکھا تھا۔ ۹۶۶ھ/ ۱۵۵۹ء میں ہندوستان گئے۔ دس بارہ ہزار لوگ آپ کی وجہ سے صراطِ مستقیم پر آئے۔ شہنشاہ اکبر آپ کا معتقد تھا اور اُس نے پنجاب کا پرگنہ چماری یا چمیاری آپ کو بطورِ نذر دیا تھا۔ آپ پندرہ سال ہند میں رہے اور ۹۸۲ھ/

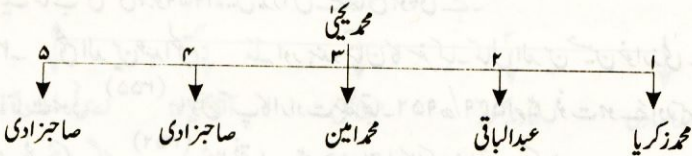
۱۵۷۴ء میں سمرقند لوٹ آئے۔ اس سفر میں نسب نامہ احرار کے مؤلف عبدالحئی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کا وصال ۸ رمضان ۹۸۲ھ/ ۲۲ دسمبر ۱۵۷۴ء کو سمرقند میں ہوا اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ (۳۵۹)

۶۔ **ابوالفیض:** نہایت کریم، سخی، بامروّت، مشفق اور باہمّت آدمی تھی۔ (۳۶۰)

۷۔ **محمد یوسف:** آپ شاہ بیگ خان کے دورِ انتشار میں سمرقند سے کاشغر چلے گئے۔ والی کاشغر سلطان سعید خان مغل نے آپ کو بہت عزت واحترام دیا۔ تاریخ رشیدی کا مصنف میرزا حیدر دوغلات آپ سے مل چکا تھا اور آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ محمد یوسف ۱۴ صفر ۹۳۷ھ/ ۷ اکتوبر ۱۵۳۰ء کو کاشغر میں واصلِ حق ہوئے۔ میرزا حیدر نے آپ کا مادۂ تاریخِ وصال ''طائرِ بہشتی'' تجویز کیا ہے۔ (۳۶۱)

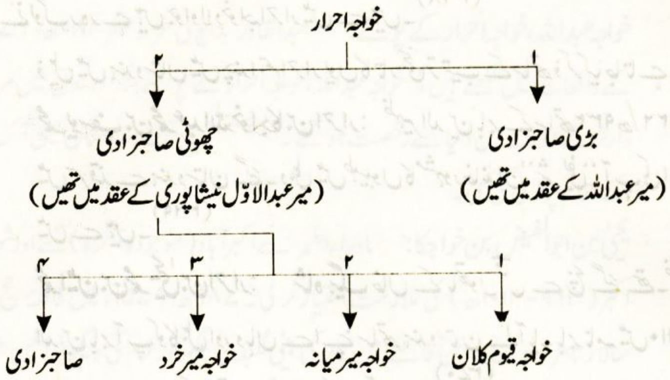
## خواجہ یحیٰ کی اولاد

خواجہ محمد یحیٰ کے عقد میں میر محمد ارغون کی صاحبزادی تھیں۔ (۳۶۲) میر محمد ارغون سلطان ابوسعید میرزا کے امرا میں تھے۔ اس خاتون سے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔




محمد زکریا اور عبدالباقی صحبتِ خواجہ احرار سے مستفیض رہے تھے، آپ کی زندگی ہی میں شادی بھی کر لی تھی اور اپنے والدِ محترم کے ہمراہ محرّم ۹۰۶ھ/ اگست ۱۵۰۰ء میں مارے گئے۔ آپ کے تیسرے فرزند محمد امین تھے، جو قتل ہونے سے بچ نکلے۔ مغل شہنشاہ بابر انھیں اپنے ساتھ کابل اور ہندوستان لے گیا۔ (۳۶۳)

## خواجہ احرار کی صاحبزادیاں (۳۶۴)




میر عبدالاوّل کی صاحبزادی، خواجہ محمد یحیٰ کے صاحبزادے خواجہ عبدالباقی کے عقد میں تھیں۔

## احراری برّصغیر پاک و ہند میں

محرّم ۹۰۶ھ/ اگست ۱۵۰۰ء میں سمرقند پر شاہ بیگ خان کے قبضے کے بعد اولادِ احرار مشکلات کا شکار ہو گئی۔ اسی حملے میں خواجہ احرار کے صاحبزادے محمد یحیٰ اور اُن کے دو بیٹے مارے گئے۔ خواجہ احرار کے پوتے بھی ظلم و ستم کا شکار ہوئے۔ اب ان کا مولد و مسکن ــــ سمرقند ــــ کوئی پرامن جگہ نہ رہا تھا۔ مجبوراً خواجہ احرار کے پس ماندگان کو کاشغر (۳۶۵) اور ہندوستان کا رُخ کرنا پڑا۔ ماوراء النّہر کے احراریوں کے لیے سفرِ ہند میں کشش برّصغیر کے تُرک نژاد امرا کی نقشبندی خواجگان سے عقیدت و ارادت تھی۔ اگرچہ برّصغیر میں سلسلۂ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کا سہرا امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۳۶۶) (۹۷۱-۱۰۳۴ھ) کی مساعی جمیلہ کے سر ہے۔ بظاہر خواجہ احرار کے مریدوں میں سب سے پہلے جو ہندوستان آئے، شیخ فیضی بخاری ہیں۔ وہ ۹۳۸ھ/۱۵۳۲ء سے ذرا پہلے ماوراء النّہر سے ناگور پہنچے اور یہیں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ (۳۶۷)

یہاں اس بحث کا مقصد سلسلۂ نقشبندیہ احراریہ کی برّصغیر میں تاریخ بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اولادِ خواجہ احرار میں سے بعض اہم افراد کی ہندوستان آمد و رفت اور یہاں موجودگی کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ان میں سے بعض لوگ ہندوستان میں ہی رہ گئے اور یہاں خاندان تشکیل دیے اور

ہندوستان میں احراریوں کی تعداد میں اضافے کا سبب بنے۔ آج بھی ہندوستان میں کئی جانے پہچانے لوگ رہ رہے ہیں جو اولادِ خواجہ احرار میں سے ہیں۔ (۳۶۸)

ذیل میں ہندوستان میں چند اہم احراریوں کا تاریخی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

- **محمد یوسف بن محمد عبداللہ خواجکا بن احرار:** ظہیر الدین بابر کے ساتھ ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۶ء میں سمرقند سے ہندوستان گئے۔ دہلی میں طبیبوں کا مشہور خاندان ''شریفی'' آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ (۳۶۹)
- **محمد امین بن محمد یحییٰ بن احرار:** شاہ بیگ خاں کے ہاتھوں قتل سے بچ گئے تھے۔ ظہیر الدین بابر آپ کو کابل اور وہاں سے اپنے ساتھ ہندوستان لے آیا۔ بابر نامہ میں ۹۱۰ھ، ۹۱۳ھ اور ۹۲۵ھ کے واقعات میں ان کا نام آیا ہے۔ (۳۷۰)
- **شہاب الدین محمود المعروف خاوند محمود بن خواجکا بن احرار:** دو بار ہندوستان کا سفر کیا۔ شہنشاہ ہمایون (حک: ۹۳۷-۹۶۳ھ) اور تاریخ رشیدی کے مؤلف میرزا حیدر دوغلات آپ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ (۳۷۱)
- **عبدالحق بن خواجکا بن احرار:** ہندوستان گئے تھے لیکن بالآخر سمرقند لوٹ آئے۔ بابر ۹۳۵ھ کے وقایع میں لکھتا ہے کہ عبدالحق کو اجازت دی گئی کہ آپ آگرہ ہی میں رہیں۔ (۳۷۲)
- **عبدالشہید بن خواجکا بن احرار:** ۹۶۶ھ/ ۱۵۵۹ء میں ہندوستان گئے۔ پندرہ سال تک وہاں رہے اور دس بارہ ہزار افراد کو حلقہ بہ گوشِ اسلام کیا۔ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں سمرقند لوٹ آئے۔ (۳۷۳)
- **قاسم بن خاوند محمود مذکور:** ماوراء النّہر سے ہندوستان گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کا جسد بعد میں سمرقند منتقل کیا گیا۔ (۳۷۴)
- **معین الدین احمد بن خاوند محمود مذکور:** ہندوستان میں درباری ملازمین کے زمرے میں آتے تھے۔ ۱۰۳۰ھ/ ۱۶۲۱ء میں مکّہ کے سفر کے دوران گجرات کے نواح میں وفات پائی اور کالے پانی کے قریب دفن ہوئے۔ (۳۷۵)
- **ہاشم بن ابوالفیض خواجکا:** اپنے چچا عبدالشہید مذکور کے ہمراہ ہندوستان گئے اور

۹۸۲ھ/۷۴-۱۵۷۵ء میں انھی کے ہمراہ سمرقند لوٹ آئے۔ (۳۷۶)

- **خواجہ عبداللہ، خواجہ احرار کے پوتے:** عبدالقادر بدایونی غرّہ صفر ۹۸۴ھ/ ۱۵۷۶ء کے واقعات میں لکھتے ہیں، ''خواجہ عبداللہ، خواجہ احرار کے پوتے جنگ خندق میں مردانہ وار لڑتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔''(۳۷۷) یہ جنگ ہندوستان میں آک محل کے مقام پر لڑی گئی تھی۔
- **یحیٰی بن ابوالفیض بن خواجکا:** ماوراءالنّہر سے اکبر آباد (موجودہ آگرہ) گئے اور شہنشاہ اکبر (۹۶۳-۱۰۱۴ھ) کی ملازمت اختیار کر لی۔ ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۹ء میں قافلۂ حج کے سالار نامزد ہوئے۔ اس قافلے میں بابر کی بیٹی گلبدن بیگم اور حرم کی دیگر خواتین شامل تھیں۔ ابوالفضل نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

  ''ایک واسطے سے ان کا نسب خواجہ عبداللہ [ ؟]— جنھیں تورانی ''خواجگانِ خواجہ'' [خواجہ خواجگان] کہتے ہیں— تک پہنچتا ہے۔ اگرچہ روحانیت کا راستہ کم طے کیا تھا لیکن کچھ حکمت اور صوفیہ کے اقوال پڑھ رکھے تھے۔ درستی اور راستی میں یکتائے روزگار تھے۔''

  آپ ہفت قلم خطاط تھے۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۹۹۹ھ/ ۲۶ دسمبر ۱۵۹۰ء کو اکبر آباد میں وفات پائی اور دریائے جمنا کے کنارے راج گھاٹ میں مدفون ہوئے۔ (۳۷۸)
- **خواجہ کلان بن عبدالباقی بن محمد یحیٰی:** اُزبک حکمرانوں اور خوانین نے آپ کو صلح کا سفیر بنا کر بابر کے پاس ہندوستان بھیجا۔ بابر نے ۹۳۵ھ/ ۱۵۲۹ء میں انھیں سمرقند واپس جانے کی اجازت دی اور اِسی سال بابر نے بابرنامہ کا ایک نسخہ ان کی خدمت میں سمرقند بھیجا۔ (۳۷۹)
- **خواجہ اشرف بن عبدالہادی (۳۸۰) بن خواجکا:** اکبر کے زمانے میں ہندوستان میں تھے اور ۱۰۰۷ھ/ ۹۹-۱۵۹۸ء میں اس جہانِ فانی سے کوچ کیا۔ (۳۸۱)
- **عبداللطیف معنوی بخارایی:** فارسی شاعری کرتے تھے۔ عہدِ اکبری میں ہندوستان گئے۔ (۳۸۲)
- **عبدالغنی بن میر مخدوم، خواجکا کے نواسے:** ۹۷۷ھ/ ۷۰-۱۵۶۹ء میں ہندوستان میں

فوت ہوئے۔ (۳۸۳)

- **عبداللہ بن عبدالسّلام:** آپ کی والدہ ماجدہ ابوالفیض بن خواجکا کی بیٹی تھیں۔ ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء میں اجین (ہندوستان) میں فوت ہوئے۔ (۳۸۴)
- **محمد صادق بن یحییٰ بن ابوالفیض بن خواجکا:** اکبر بادشاہ کے ہاں ملازم تھے۔ ۸ ذی الحجہ ۱۰۱۱ھ/ ۹ مئی ۱۶۰۳ء کو مرزا کوکہ کی بیٹی سے نکاح کیا۔ (۳۸۵)
- **میرزا اشرف الدین حسین بن معین الدین احمد مذکور:** اکبر بادشاہ کی ملازمت میں بہت ترقی کی اور بہت مراعات پائیں۔ چنانچہ نارنول، ناگور، اجمیر، مرتہ اور جالور آپ کی جاگیر میں شامل تھے۔ پھر اکبر سے منہ موڑ لیا اور ۹۹۱ھ/ ۱۵۸۳ء سے پہلے مارے گئے۔ (۳۸۶)
- **ابوالاعلیٰ:** شاہجہان کے زمانے (حک: ۱۰۳۷-۱۰۶۸ھ) میں زندہ تھے۔ محمد صادق دہلوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اولادِ احرار میں سے ہیں۔ ابتدا میں سپاہی تھے۔ اس کے بعد میر عبداللہ احرار [ی] کے مرید ہوگئے اور آپ کے منظورِ نظر بن کر زیرِ تربیت رہنے لگے...... جو بھی آپ کی صحبت اختیار کرتا ہے اس میں جذبہ ظاہر ہونے لگتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر آپ کی خدمت میں ہی رہنے لگتا ہے...... اللہ آپ کی عمر دراز کرے۔'' (۳۸۷)

- **عبدالمنعم:** مولانا عبدالحیٰ نے کمال محمد سنبھلی کی تالیف اسراریہ کے حوالے سے آپ کو عبداللہ بن شیخ کبیر عبیداللہ احرار کا فرزند لکھا ہے۔ عبداللہ بن احرار کا کوئی بیٹا عبدالمنعم نامی نہیں ہے۔ یہ عبدالعلیم کے نام کی تصحیف بھی نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ کاشغر میں رہتے تھے اور کبھی ہندوستان نہیں گئے تھے۔ ممکن ہے یہ بزرگ، عبداللہ کے اخلاف میں سے یا چند نسل بعد کے ہوں۔ جیسا کہ آپ کے زمانۂ حیات گیارہویں صدی ہجری سے ظاہر ہے۔ عبدالمنعم شیخ وفقیہ تھے۔ اور شاہجہان نے آپ کو سلیم پور کے علاقے میں کچھ دیہات انعام دیے تھے۔ شیخ وہیں اقامت پذیر تھے۔ ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء سے ایک دو سال بعد فوت ہوئے۔ (۳۸۸)

- **زین العابدین المعروف خواجہ میر بن خواجہ شاہ بن خواجہ کلاں مذکور:** اکبر کے منظورِ نظر تھے۔ فتح پور (ہندوستان) میں مارے گئے۔ (۳۸۹)
- **عبداللہ خان فیروز جنگ:** ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۲ء میں ہندوستان گئے اور اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کے درباروں میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ کچھ عرصہ کے لیے حاکمِ گجرات اور بہار والہ آباد کے صوبہ دار بھی رہے۔ ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء میں فوت ہوئے۔ (۳۹۰)
- **ابوالعلا اکبر آبادی:** ہندوستان کے معروف نقشبندی مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی والدہ خواجہ احرار کے خاندان سے تھیں۔ ابوالعلا کے جدّ عبدالسّلام اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہندوستان آئے۔ ابوالعلا ۹۹۰ھ/ ۱۵۹۲ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی بسر کی۔ صفر ۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۹ء میں وفات پائی اور اکبر آباد (موجودہ آگرہ) میں دفن ہوئے۔ (۳۹۱)
- **عبدالرحیم ملقب بہ نواب سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ:** آپ کے والد خواجہ عبدالکریم احراری، سمرقند سے ہندوستان گئے تھے۔ اسی سفر کے دوران، عبدالرحیم اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں اپنے ماں باپ کے ہمراہ سمرقند لوٹ آئے اور جوانی میں دوبارہ ہندوستان مراجعت کی۔ پہلے اورنگ زیب عالمگیر (حک: ۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ) کے دربار سے وابستہ رہے، بعد میں محمد شاہ (حک: ۱۱۳۱-۱۱۶۱ھ) کے دورِ سلطنت میں ہفت ہزاری منصب پر فائز رہے اور ۲۶ جمادی الاوّل ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۴ء سے اپنی وفات ۹ ربیع الثانی ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء تک لاہور اور ملتان کے "صوبہ دار" رہے۔ برّصغیر میں آپ "خواجہ زادۂ احراری" کے لقب سے مشہور ہیں۔ (۳۹۲) ان کا بیٹا زکریا خان ۱۱۵۰ھ تا ۱۱۵۸ھ/ ۱۷۳۷ تا ۱۷۴۵ء لاہور کا صوبہ دار رہا۔ زکریا خان کہا کرتا تھا "خواجہ احرار کے اخلاف [برّصغیر پاک و ہند میں] سلسلۂ نوشاہیہ کے بانی حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ (م: ۱۰۶۴ھ) کے روحانی تصرّف میں چلے گئے ہیں۔" (۳۹۳)
- **خواجہ امیر خان:** فارسی گو شاعر تھے۔ ۱۲۱۷ھ/ ۱۸۰۲ء میں لکھنؤ میں رہ رہے تھے۔ (۳۹۴)
- **حاجی غلام علی نقیب الاولیا:** ان کے آبا و اجداد محمد شاہ کے زمانے میں ہندوستان گئے۔ غلام علی ۱۱۸۱ھ/ ۶۸-۱۷۶۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ/ ۱۵ دسمبر

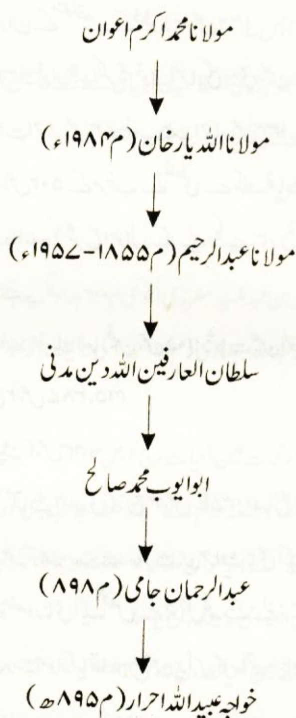
۱۸۴۵ء کو دہلی میں فوت ہوئے۔ ہندوستان میں مغلوں کے دربار میں ''نقیب الاولیا'' کا منصب انھی کے اجداد کے پاس تھا۔ آپ خود بھی اپنے زمانے کے ''نقیب الاولیا'' تھے اور بادشاہِ وقت کی طرف سے فقرا کی مالی اعانت اور عارفانِ گوشہ نشین کی خبر گیری پر مأمور تھے۔ (۳۹۵)

- **حیدر علی آتش لکھنوی (تقریباً ۱۱۹۲-۱۲۶۳ھ):** اردو کے معروف شاعر ہیں۔ (۳۹۶)
- **قاضی محمد صادق خان اختر ہوگلوی (۱۲۰۱-۱۲۷۶ھ):** ان کے آبا و اجداد ترکستان سے دہلی اور وہاں سے بنگال گئے۔ اختر ۱۹ کتابوں اور رسالوں کے مؤلف ہیں جن میں سب سے اہم تذکرۂ آفتاب عالمتاب ہے۔ (۳۹۷)

اس کے علاوہ بھی کچھ لوگوں کے ناموں کے ساتھ ''احراری'' نسبت لکھی گئی ہے لیکن یہ طے نہیں کہ یہ لوگ خواجہ احرار کے پس ماندگان میں سے ہیں یا آپ کے سلسلۂ طریقت سے وابستہ ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں، صلاح الدین احراری اور نور اللہ احراری کے نام نمایاں ہیں۔ صلاح الدین احراری کو شیخ احمد سرہندی (م: ۱۰۳۴ھ) نے ایک خط بھی لکھا۔ (۳۹۸) نور اللہ احراری شاہجہان آباد میں تھے اور ۱۰۷۳ھ/ ۶۳-۱۶۶۲ء میں فوت ہوئے۔ مثنوی مولوی، یوسف وزلیخائے جامی اور گلستانِ سعدی کی شرحیں لکھیں۔ (۳۹۹)

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں برِصغیر بالخصوص پنجاب میں ایک سیاسی، مذہبی اور عوامی تنظیم ''مجلس احرار الاسلام'' یا ''مجلس احرار'' (۴۰۰) سے وابستہ افراد بھی خود کو ''احراری'' کہلاتے تھے، ظاہر ہے وہ ہمارے موضوع سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

دار العرفان منارہ، ضلع چکوال، پنجاب میں سلسلۂ اویسیہ نقشبندیہ کا مرکز ہے، اس کے موجودہ شیخ، مولانا محمد اکرم اعوان، خود کو بطریق اویسی خواجہ عبید اللہ احرار سے منسلک کرتے ہیں۔ ان کا شجرۂ طریقت اس طرح ہے: (۴۰۱)


مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا اللہ یار خان (م۱۹۸۴ء)
مولانا عبدالرحیم (م۱۸۵۵-۱۹۵۷ء)
سلطان العارفین اللہ دین مدنی
ابوایوب محمد صالح
عبدالرحمان جامی (م۸۹۸)
خواجہ عبیداللہ احرار (م۸۹۵ھ)

## حواشی

۱۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے: ملفوظاتِ احرار، بند ۳۸۸، ۵۶۲، ۶۹۱؛ سلسلۃ العارفین، ص ۹۷، ۱۰۵، ۱۱۹-۱۲۰، ۱۲۳، ۱۳۳؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۶۶-۳۹۰؛ خوارقِ عادات احرار (پٹنہ)، ص ۶۴، ۶۵، ۷۰، ۷۱؛ نسب نامہ احرار، ص ۸، ۹

۲۔ <خواجہ عبیداللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط> ص ۱۴۶

۳۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۳۳۔ خواجہ عبدالکریم خواجہ احرار کی بڑی بہن کے بیٹے تھے۔ ۲۲ سال کے صالح جوان تھے۔ خوارقِ عاداتِ احرار، ص ۳۷؛ نسب نامہ احرار، ص ۱۳۴

۴۔ روضات الجنات، ج ۱، ص ۵۰۲ کے مرتب نے غلطی سے ملک غیاث الدین آل کرت کے وزیر مولانا ناصر الدین عبیداللہ زندہ ۷۱۱ھ (شرحِ احوال کے لیے دیکھیے: تاریخ نامہ ہرات، ص ۴۰۷) کو اور خواجہ احرار کو ایک شخص سمجھ لیا ہے۔

۵۔ ملفوظات، بند ۳۸۹، ۴۲، ۴۷؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۰۵؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۹۰-۳۹۱

۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۷، ۴۱۵

۷۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۶۳

۸۔ دیکھیے: سنن ابی داؤد (کتاب المہدی)، ج ۴، ص ۷۷۴؛ مصابیح السنۃ (کتاب الفتن، باب اشراط الساعۃ)، ج ۳، ص ۴۹۴۔ ترجمہ حدیث: حارث بن حراث نامی ایک شخص دریا کے اُس پار سے خروج کرے گا جس کا پیش رو منصور نامی ایک شخص ہے جو آلِ محمد کے لیے زمین ہموار کرے گا جس طرح قریش نے رسول اللہؐ کے لیے رستہ ہموار کیا تھا۔ ہر مومن پر اُس کا ساتھ دینا واجب ہے۔

۹۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۰۶

۱۰۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۲۵؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۵

۱۱۔ تاش، تاشکنت، جس کے معنی ترکی زبان میں پتھریلے شہر کے ہیں۔ اس کا املاء تاشکند، طاشکند، تاشقند بھی ہے۔

۱۲۔ معجم البلدان، ج ۱، ص ۴۶۷

۱۳۔ جغرافیای تاریخی سرزمینہای خلافتِ شرقی، ص ۵۱۱-۵۱۳؛ تقویم البلدان، ص ۵۷۲-۵۷۳

۱۴۔ جغرافیای تاریخی سرزمینہای خلافتِ شرقی، ص۴۹۲-۴۹۳؛ جس میں سمرقند کے بارے میں قدیم ترین ماخذ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے؛ دائرۃ المعارف فارسی (مصاحب)، ذیل ''سمرقند''

۱۵۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۴

۱۶۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۰۸-۱۰۹

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۲۴؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۷

۱۸۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۷

۱۹۔ اس تصویر کا عکس خدا بخش لائبریری کی انتظامیہ کی مہربانی سے مجھے حاصل ہوا۔

۲۰۔ ملفوظات، بند ۲۳۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۲

۲۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۴

۲۲۔ سلسلۃ العارفین، ص ۲۵۲

۲۳۔ المصباح، تالیف امام ناصر بن عبد السیّد مطرزی النحوی م ۶۱۰ھ؛ دیکھیے: کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۷۰۸

۲۴۔ قاضی ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بیضاوی (م ۶۲۲ھ) کی تالیف انوار التنزیل واسرار التاویل کی طرف اشارہ ہے۔

۲۵۔ سلسلۃ العارفین، ص ۲۵۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۳

۲۶۔ ملفوظات، بند ۴۰۹، ۶۷۹، ۷۱۶۔ راقم نے ''چند نکتہ جالب طبی در یک متن عرفانیِ قرنِ نہم ہجری (ملفوظات عبید اللہ احرار)'' کے زیرِ عنوان مقالہ ۲-۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو تہران یونیورسٹی میں منعقد ہونے والے تاریخِ طب کے بین الاقوامی سیمینار میں پڑھا۔

۲۷۔ ملفوظات، بند ۳۰۶؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۹۳

۲۸۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۲۸-۴۲۷؛ ملفوظات، بند ۶۹۴ میں احرار کا واقعہ کتابت مذکور ہے۔

۲۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۴-۴۱۶

۳۰۔ دیکھیے: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۲-۴۳۲؛ ملفوظات احرار، اشاریہ کی مدد سے۔

۳۱۔ ملفوظات، بند ۳۷۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۷۶-۳۷۷

۳۲۔ ملفوظات، بند ۱۷۵، ۲۱۴، ۲۸۳، ۴۱۶، ۶۸۴، ۶۹۹؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۹۶، ۲۹۵، ۲۹۷، ۳۰۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۲۵-۴۲۸

۳۳۔ ملفوظات، بند ۳۶۹، ۳۷۰؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۷۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۶۶-۱۶۷؛ ج ۲، ص ۴۱۶

۳۴۔ فقرات (نسخہ کراچی)، ص ۱۹۶؛ ملفوظات، بند ۱۴۵، ۳۹۸؛ سلسلۃ العارفین، ص ۲۸۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۶

۳۵۔ لمحات من نفحات القدس، ص ۱۶۱-۱۶۴

۳۶۔ ملفوظات، بند ۱۲۸؛ سلسلہ، ص ۱۰۹-۱۱۱، ۳۸۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۷۹-۱۸۲

۳۷۔ ملفوظات، بند ۱۶۹، ۳۰۳، ۴۱۶، ۷۳۰، ۷۳۱؛ سلسلۃ العارفین، ص ۲۹۶، ۳۷۳، ۳۸۸، ۳۸۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۶

۳۸۔ ملفوظات، بند ۶۸۳

۳۹۔ ملفوظات، بند ۱۵۷، ۳۱۶؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۸۷، ۲۹۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۳۴-۱۳۵، ۴۱۶

۴۰۔ ملفوظات، بند ۱۳۷؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۹۵؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۴

۴۱۔ ملفوظات، بند ۳۹۲، ۵۸۴؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۹۳

۴۲۔ ملفوظات، بند ۵۴۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۹۳

۴۳۔ ملفوظات، بند ۱۷۷، ۳۵۳، ۵۲۲؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۱۵-۱۱۶؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۶

۴۴۔ ملفوظات، بند ۳۴۵؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۱۴؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۳

۴۵۔ ملفوظات، بند ۳۴۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۷۲

۴۶۔ ملفوظات، بند ۱۸۰؛ نیز بہ مدد اشاریہ بذیل ''قاسم''؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۷-۴۲۵؛ خوارق عادات احرار (پٹنہ) ص ۱۲۶؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۵۱، ۳۵۵

۴۷۔ ملفوظات احرار (محمد امین)، بند ۱۳۲، ۱۵۰

۴۸۔ لمحات من نفحات القدس، ص ۱۴۸-۱۵۰

۴۹۔ ملفوظات، بند ۵۷۹، سلسلۃ العارفین، ص ۲۲۷

۵۰۔ ملفوظات، بند ۲۳۶؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۰۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۴

۵۱۔ ملفوظات، بند ۳۴۸؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۵۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۱۴

۵۲۔ ملفوظات، بند ۱۹۵، ۱۹۷-۱۹۸؛ سلسلۃ العارفین، ص ۲۰۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۹۲؛ ج ۲، ص ۴۱۳-۴۱۴؛ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۱۲۷

۵۳۔ سلسلۃ العارفین، ص ۳۹۲

۵۴۔ آپ کے شرح احوال و آثار کے لیے دیکھیے: نفحات الانس، ص ۴۰۲-۴۰۳؛ ملفوظات، بند ۱۷۶؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۴۶-۱۴۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۲۸-۴۳۲؛ خوارقِ عاداتِ احرار، ص ۱۴۳؛ حامد الگار، انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا، ج ۴، ص ۸۱۹-۸۲۰ '' ''؛ عارف نوشاہی، دانشنامہ جہان اسلام، تہران، ۲۰۰۷ء، ج ۱۱، ص ۸۱۱-۸۱۲ ''چرخی، یعقوب''

۵۵۔ ملفوظات، بند ۱۷۶؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۲۸-۴۳۲؛ محمد نذیر رانجھا صاحب نے پاکستان میں مولانا چرخی کی تصانیف کی تدوین و ترجمہ کا کام انجام دیا ہے۔ ان کے مرتبہ رسائل ابدالیہ، انسیہ، جمالیہ، شرح اسماء الحسنٰی وغیرہ شایع ہو چکے ہیں انھوں نے اردو دان طبقہ کے لیے مذکورہ رسائل کے علاوہ تفسیر اور نائیہ کا اردو ترجمہ بھی شایع کیا ہے۔ ۲۰۰۷ء میں تہران میں مجھے نادر کریمیان سردشتی ملے جو رسائل چرخی مرتب کر رہے ہیں۔ ان کے پاس بعض ایسے قلمی نسخے تھے جو رانجھا صاحب نے استعمال نہیں کیے ہیں۔

۵۶۔ دیکھیے: جمرات الشوق؛ سلسلۂ خواجگان، سلسلۃ الصادقین، موخر الذکر دونوں احمد کاسانی کی تصنیف ہیں، خطی، گنج بخش، شمارہ ۱۴۰۱؛ نسب نامہ احرار، ص ۱۱-۱۳؛ قدسیہ (مطبوعہ راولپنڈی) بالمقابل ص ۲۴۴، (مطبوعہ تہران) حصہ تصاویر، ص ۹۲ کے بعد؛ انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص ۱۱۳-۱۱۵

۵۷۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۲۳

۵۸۔ ملفوظات، بند ۷۶، ۱۹۳؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۵۰، ۲۵۶

۵۹۔ ملفوظات، بند ۳۷۵؛ گویا اعتمادی نے مقالہ ''مسجد جامع ہرات'' مطبوعہ مجلّہ آریانا، کابل، س ۲، ش ۲، ص ۶ میں اُس چلہ خانہ کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں خواجہ احرار خلوت میں بیٹھتے تھے۔

۶۰۔ ملفوظات، بند ۳۲۳؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۰۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۸۲

۶۱۔ ملفوظات، بند ۳۲۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۰۱-۲۰۲

۶۲۔ ملفوظات، بند ۶۸۰، ۱۳۷؛ سلسلۃ العارفین، ص ۴۱۴-۴۶۴

۶۳۔ دیکھیے: رسالہ خوارقِ عاداتِ احرار؛ سلسلۃ العارفین، فصل سوم؛ رشحات عین الحیات، مقصد سوم۔ مزید

دیکھیے:

Jo-Ann Gross, "Authority and miraculous behavior: Reflections of *Kar m t* stories of Khw ja 'Ubaydullah Ahr r" in *The legacy of Mediaeval Persian Sufism*, ed. by Leonard Lewisohn, London, 1992, pp. 159-171

۶۴۔ ملفوظات، بند ۵۶

۶۵۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۶-۴۱۲ میں بعض نمونے پیش کیے گئے ہیں۔

۶۶۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۲۸؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۱

۶۷۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۴۳

۶۸۔ ملفوظات، بند ۵۳۷

۶۹۔ ملفوظات، بند ۵۰۷، ۶۷۷

۷۰۔ ملفوظات، بند ۵۸۹

۷۱و۷۲۔ ملفوظات، بند ۷۳۹، ۷۴۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۱-۴۱۲

۷۳۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۹۹-۴۰۰

۷۴۔ ملفوظات، بند ۷۱۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۰

۷۵۔ ملفوظات، بند ۷۲۸

۷۶۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۹۸، ۱۰۰

۷۷۔ ملفوظات، بند ۵۶۵، ۵۶۶، ۶۹۵، ۷۱۵

۷۸۔ ایضاً، بند ۶۹۵

۷۹۔ ملفوظات، بند ۵۶۵

۸۰۔ ملفوظات، بند ۹۰، ۳۳۵

۸۱۔ ایضاً، بند ۷۰۰

۸۲۔ ایضاً، بند ۶۲۸

۸۳۔ ایضاً، بند ۲۳۹، ۲۴۶

۸۴۔ ایضاً، بند ۵۸۶

۸۵۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۶۷

۸۶۔ یہ واقعہ نظام الدین احمد بن حسین بن محمد شاہ نے مثنویات عطار کے ترقیمہ ۱۵ جمادی الآخر ۸۹۴ھ میں بیان کیا ہے۔ جو نیشنل پبلک لائبریری لنین گراڈ میں شمارہ HC-256)IV-2-57) کے تحت موجود ہے۔ دیکھیے: تصوف و ادبیاتِ تصوف، ص ۵۱۴

۸۷۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۱۳۱-۱۳۲

۸۸۔ ملفوظات، بند ۱۱۱، ۳۷۸ تا ۳۸۲، ۴۹۲ تا ۴۹۵، ۵۸۰، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۶۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۹۳، ۶۹۴

۸۹۔ ایضاً، بند ۶۳

۹۰۔ ایضاً، بند ۷۷، حافظ کے مشہور شعر کی شرح: معاشران گرہ از زلفِ یار باز کنید

۹۱۔ ایضاً، بند ۴۸۲، ۵۶۸، احرار کے رسالہ فقرات اور والدیہ میں بھی مولانا روم کے اشعار مکرر درج ہیں۔

۹۲۔ خوارقِ عاداتِ احرار، ص ۵۹

۹۳۔ بیاض کرم اللہ کریمی قادری بلگرامی، قلمی نسخہ، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ ۴۰۵۸، ص ۱۱۰ پر یہ رُباعی خواجہ احرار سے منسوب ہے:

ای نالہ پیر خانقاہ از غمِ تو — گریان گریان غریب و شاہ از غمِ تو
وی گریۂ طفلِ بی گناہ از غمِ تو — آہ از غمِ تو، ہزار آہ از غمِ تو

ہم سیّد کرم اللہ بن لطف اللہ بلگرامی (م رجب ۱۰۷۳ھ) اور سیّد کرم اللہ بن معین الدین بلگرامی (شہادت ۱۱۳۴ھ) کو جانتے ہیں جن کے حالاتِ زندگی مآثر الکرام تألیف غلام علی آزاد بلگرامی، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۷۰-۷۱ اور ۲۷۲-۲۷۳ پر مذکور ہیں۔

۹۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۵۱-۶۵۲

۹۵۔ مجالس العشاق (قلمی)، ص ۲۶۶؛ (مطبوعہ)، ص ۱۷۴-۱۷۷

۹۶۔ سلسلۃ العارفین، ص ۳۶۵ پر بھی آیا ہے۔

۹۷۔ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۲۶

۹۸۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۲۷

۹۹۔ سلسلۃ العارفین، ص ۳۶۳ میں بھی یہ واقعہ درج ہے۔

۱۰۰۔ روضات الجنات، ج ۲،ص ۲۶۳

۱۰۱۔ سنوات الاتقیا، ورق ۱۴۰

۱۰۲۔ دیوان بہرام سقا، عکسی، تہران یونیورسٹی، شمارہ ۳۹ -- ۲۶۴۰، ورق ۱۲۵؛ نقشی از خالد نقشبندی، ص ۳۲۷

۱۰۳۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۲۳؛ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۳۹۵

۱۰۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۰۴، ۴۱۶

۱۰۵۔ ملفوظات، بند ۲۷۸، ۳۷۵

۱۰۶۔ ایضاً، بند ۴۷۵

۱۰۷۔ ایضاً، بند ۶۹۸؛ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۰۵

۱۰۸۔ خوارقِ عاداتِ احرار، ص ۵۳

۱۰۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۰۵

۱۱۰۔ ایضاً، ص ۴۰۴

۱۱۱۔ یوسف وزلیخا، ص ۵۸۸

۱۱۲۔ جائدادِ احرار کے بارے میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے:

O.A. YEXOB Y:CAMAPKAHACK E AOKYMEHT

B1 XV0XVI BB, MOCKBA, 1974

محترمہ چیخووچ [O.D. Hekhaovich] نے اس کتاب >پندرھویں اور سولھویں صدی کے سمرقند کی دستاویزات< مطبوعہ ماسکو، ۱۹۷۴ء میں خواجہ احرار کی جائداد کے فارسی وقف نامے، روسی توضیحات کے ساتھ شائع کیے ہیں۔ یہ کتاب املاکِ احرار کے زمرے میں اہم ترین مأخذ ہے۔ مزید دیکھیے:

ج۔م راجرس، انسائکلو پیڈیا ایرانیکا، مقالہ ''AHR R'':

Jo-Ann Gross, "The Economic Status of a Timurid Sufi Shaykh: A Matter of Conflict or Perception?", *Iranian Studies*, vol. xxi, No. 1-2, 1988, pp. 84-104

ملفوظاتِ احرار میں بھی آپ کے وسایلِ معیشت کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھیے: بند ۱۱۵، ۱۷۹، ۶۹۴، ۶۹۸، ۷۳۴؛ بابرنامہ، (ترکی) b۵۹؛ (انگریزی) ص ۹۷؛ سلسلۃ العارفین، ص ۴۳۳، ۴۴۵، ۴۵۱

۱۱۳۔ ملفوظات، بند ۲۷۸، ۴۷۵، ۵۳۸

۱۱۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۴

۱۱۵۔ ''موقوفاتِ خواجہ احرار در کابل''، مجلہ آریانا، ص ۳۲ (۱۳۵۳ش)، شمارہ ۳، ص ۲۱-۳۱ (اس مقالہ کی بنیاد چیخووچ کی محولہ کتاب ہے)۔

۱۱۶۔ لمحات من نفحات القدس، ص ۴۴۳

۱۱۷۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۷۳

۱۱۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۵

۱۱۹۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۹

۱۲۰۔ ایضاً، ص ۱۸

۱۲۱۔ ایضاً، ص ۲۰

۱۲۲۔ ایضاً، ص ۴۹

۱۲۳۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۵۸

۱۲۴۔ ملفوظات، بند ۶۸۸

۱۲۵۔ ایضاً، بند ۵۲۸؛ خواجہ احرار نے اپنے ایک مکتوب <خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط>، ص ۱۴۶ میں لکھا ہے کہ ان کے والد حج پر جا رہے تھے، وہ بھی ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن کچھ رکاوٹوں کے باعث نہ جا سکے۔

۱۲۶۔ رشحات عین الحیات، ص ۵۶۹

۱۲۷۔ نفحات الانس، ص ۴۰۳

۱۲۸۔ ملفوظات، بند ۳۹۹

۱۲۹۔ خوارق، ص ۴۴، ۹۹

۱۳۰۔ ملفوظات، بند ۵۴، ۱۷۷، ۲۷۹، ۳۲۶، ۶۳۳؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۱۵، ۴۵۵-۴۵۶

۱۳۱۔ ملفوظات، بند ۳۹۹

۱۳۲۔ ایضاً، بند ۴۳۸

۱۳۳۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۴۲

۱۳۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۷۴

۱۳۵۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۵۸؛ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۱۳۱

۱۳۶۔ نفحات الانس، ص ۴۰۳؛ ملفوظات، بند ۱۷۶

۱۳۷۔ فقرات (نسخہ کراچی) ص ۲۰۹؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۹۸، ۳۰۳؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۷۸

۱۳۸۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۵-۴۵۶

۱۳۹۔ ایضاً، ص ۴۵۵-۴۵۶

۱۴۰۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۴

۱۴۱۔ ملفوظات، بند ۶۵۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۷

۱۴۲۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۲۵

۱۴۳۔ ملفوظات، بند ۷۱۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۰

۱۴۴۔ ملفوظات، بند ۳۹۹

۱۴۵۔ ایضاً، بند ۴۸۲

۱۴۶۔ ایضاً، بند ۳۹۲

۱۴۷۔ ایضاً، بند ۳۹۹

۱۴۸۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۵-۴۵۶

۱۴۹۔ ایضاً، ص ۳۰۲، ۴۳۶، ۴۵۵-۴۵۶

۱۵۰۔ ملفوظات، بند ۶۹۵

۱۵۱۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۷، ۴۴۰

۱۵۲۔ لمعات، ص ۱۲۲

۱۵۳۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۵-۴۵۶

۱۵۴۔ تاریخِ رشیدی، ص ۱۲۵-۱۲۶؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۴۹

۱۵۵۔ ملفوظات، بند ۳۴۸، ۴۲۳

۱۵۶۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۱۷-۱۸؛ نامہ ہای دست نویسِ عبدالرحمٰن جامی، خط ۲۶۷

۱۵۷۔ ملفوظات، بند ۵۳۰

۱۵۸۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۵-۴۵۶

۱۵۹۔ ملفوظات، بند ۲۴۲

۱۶۰۔ ایضاً، بند ۱۱۸

۱۶۱۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۵-۴۵۶

۱۶۲۔ ملفوظات، بند ۱۷۶، ۴۰۳

۱۶۳۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۲۹۴؛ روضۃ الصفا، ص ۸۳۵

۱۶۴۔ ملفوظات، بند ۱۲۸

۱۶۵۔ اس موضوع پر مفید مأخذ میں سے ایک، محمد بن حسین بن عبداللہ قزوینی کی تألیف ''سلسلہ نامہ خواجگان نقشبند'' ہے۔ جس کا قلمی نسخہ بہ قلم درویش حسین البسنوی، مکتوبہ جمادی الآخر ۹۸۱ھ، کتاب خانۂ سلیمانیہ، مخزن لالہ لی، استنبول، شمارہ ۱۳۸۱ میں محفوظ ہے۔ اس رسالے میں احرار کے مریدوں کے نام، ضروری معلومات کے ساتھ درج ہیں۔ نسخے کا عکس ڈاکٹر نجدت طوسون (استنبول) کی وساطت سے میرے پاس موجود ہے۔

۱۶۶۔ دیکھیے: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۲۱ - ۶۲۶؛ <خواجہ عبیداللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط>، ص ۸۶ میں ان کے تین مکتوب شامل ہیں۔

۱۶۷۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۵۳-۶۵۴؛ سلسلہ نامہ، ۱۱۳ الف

۱۶۸۔ نسب نامہ احرار، ص ۲۹-۳۰؛ نسمات القدس، ص ۱۰۵؛ الشقایق النعمانیہ، ص ۳۵۶؛ زاد المتقین، برگ ۱۰۸ ب-۱۰۹ ب

۱۶۹۔ رشحات عین الحیات، ص ۶۴۷-۶۵۱؛ سلسلہ نامہ، ۱۱۳ الف

۱۷۰۔ رشحات عین الحیات، ص ۶۵۱-۶۵۳؛ سلسلہ نامہ، ۱۱۳ الف

۱۷۱۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۳

۱۷۲۔ نسمات القدس، ص ۹۷۸

۱۷۳۔ رشحات عین الحیات، ص ۶۱۰-۶۱۴؛ خوارق (پٹنہ)، ص ۹۷

۱۷۴۔ تاریخِ رشیدی، ص ۱۶۲، ۵۳۵-۵۳۶؛ نسمات القدس، ص ۱۰۴

۱۷۵۔ رشحات عین الحیات، ص ۶۰۸-۶۱۰؛ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۹۵

۱۷۶۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۲؛ نسمات القدس، ص ۱۰۲-۱۰۳

۱۷۷۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۴۳

۱۷۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۴

۱۷۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۹۴-۵۹۷

۱۸۰۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۹۸

۱۸۱۔ الشقایق النعمانیہ، ص ۵۴۴؛ حدائق الشقایق، ص ۴۳۵؛ آپ کا مزار استنبول کے ایوب سلطان کے کوچہ Balci Yokusu میں واقع ہے۔ میں تین بار (۱۹۹۲ء، ۱۹۹۴ء، ۲۰۰۸ء) ان کے مزار پر گیا ہوں، وہاں دو کتبے نصب ہیں، ایک عربی زبان میں ہے، جو پہلے حجرے کی دیوار پر نصب تھا لیکن اب سیڑھیوں کی دیوار پر آ گیا ہے؛ اور دوسرا ترکی زبان (عربی رسم الخط) میں ہے، یہ قبر کی پائینتی لگا ہوا ہے۔ کتبوں کی عبارت یہ ہے:

دیوار پر نصب کتبہ (ترتیب سطور مطابق اصل):

اذا لخیر تم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور

هذا مزار ساطع الانوار قطب الابرار والاخیار

حضرت بابا حیدر النقشبندی من خلفا حضرت خواجه

احرار سمرقندی قدس الله سرهما تو فی ۹۵۷

قبر پر لگا ہوا کتبہ (ترتیب سطور مطابق اصل):

قطب الابرار والاخیار بابا حیدر النقشبندی السمرقند

حضرتلرینک مرقدِ منورلریدا کہ عزیز مشار الیہ اکابر

خواجگانِ نقشبندیہ دن خواجہ عبید اللہ احرار

حضرتلرینک خلفای کرامندن اولوب طقوز یوز

اللی یدیلی تاریخندہ ارتحال دار بقا بیور مشلر

درقدس سرہما ۹۵۷ھ

دونوں کتبے خوبصورت نستعلیق میں ہیں اور ان کی تصاویر میرے پاس موجود ہیں۔ حدائق الشقایق، ص ۴۳۵ میں بابا حیدر سمرقندی کے بارے میں ترکی میں جو لکھا ہے، اُس کا ترجمہ یہ ہے:

"آپ بچپن سے مکمل بلوغت تک خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں رہے۔ خواجہ احرار کی رحلت کے بعد ان کے اصحاب کے ساتھ مصاحبت رکھی۔ تمام اہل روم ان کے عقیدت مند تھے۔ مرحوم سلطان سلیمان غازی نے ان کا دل جیتنے کے لیے قسطنطنیہ [استنبول] سے باہر اُن کے لیے ایک مسجد اور عبادت گاہ بنوادی۔ بابا حیدر نماز پنجگانہ اسی مسجد میں ادا کرتے تھے اور اسی حالت میں فوت ہوئے۔ مسجد کے صحن میں دفن ہیں۔"

۱۸۲۔ لمحات من نفحات القدس، ص ۳۳۲

۱۸۳۔ نسمات القدس، ص ۱۰۸؛ لمحات من نفحات القدس، ص ۴۲۶

۱۸۴۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۳۴

۱۸۵۔ ایضاً، ص ۳۹

۱۸۶۔ بخاری نے مفتاح التوحید کے نام سے مثنوی مولوی کا انتخاب کیا ہے۔ اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ وہ عبید اللہ احرار کے خادموں میں سے ہیں اور ماہ ذوالحجہ ۹۰۹ھ میں جمعہ کی رات انھوں نے خواب میں خواجہ بہاء الدین نقشبند کو دیکھا اور اُن کے اشارے پر یہ انتخاب کیا ہے۔ مفتاح التوحید کا قلمی نسخہ نیشنل میوزیم اف پاکستان، کراچی (شمارہ N.M.1985-253/5) میں ہے۔ فہرستِ نسخہ ہای خطی فارسی موزۂ ملّی پاکستان، ص ۶۳۶

۱۸۷۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۲۰؛ خوارق (پٹنہ)، ص ۴۲

۱۸۸۔ سلسلہ نامہ، ۱۱۲ الف

۱۸۹۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۴۲

۱۹۰۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۰۳ - ۶۰۸

۱۹۱۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۴۳

۱۹۲۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۸ - ۶۴۹

۱۹۳۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۲۶۱

۱۹۴۔ رشحات عین الحیات، ص ۴۱۵؛ سلسلہ نامہ، ۱۱۳ الف؛ نسمات القدس، ص ۹۷

۱۹۵۔ نسمات القدس، ص ۱۰۵

۱۹۶۔ روضات الجنان، ج ۱، ص ۲۱۵؛ نسمات القدس، ص ۹۷؛

Hamid Algar, "Naqshbandis and Safavids, A contribution to the religious history of Iran and her neighbors", p. 9

اس مقالے میں انھیں عبدالوہاب ہمدانی لکھا گیا ہے۔

۱۹۷۔ مرآت الادوار، ص ۸۷۰

۱۹۸۔ ملفوظات، بند ۷۷۵؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۳۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۱-۶۳۴، جو۔این گروس نے انھیں خواجہ احرار کا داماد لکھا ہے (ص ۷۶) اور < خواجہ عبیداللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط > میں ان کے ۲۲ خطوط چھپے ہیں۔ ان کے دامادِ احرار ہونے کی کسی اور مأخذ سے تصدیق نہیں ہو سکی۔

۱۹۹۔ سلسلہ نامہ، ۱۲اب؛ نسمات القدس، ص ۱۰۳

۲۰۰۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۲

۲۰۱۔ نسمات القدس، ص ۹۷

۲۰۲۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۴۵

۲۰۳۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۶۴؛ نسمات القدس، ص ۱۰۵

۲۰۴۔ سلسلہ نامہ، ۱۲اب؛ نسمات القدس، ص ۹۷-۱۰۰

۲۰۵۔ آئینِ اکبری، ص ۲۰۲-۲۰۳

۲۰۶۔ ملفوظات، بند ۴۷۳، ۴۷۹؛ رشحات عین الحیات، ص ۵۹۷-۶۰۳؛ < خواجہ عبیداللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط > میں ان کے ۲۰ خطوط چھپے ہیں۔

۲۰۷۔ نسمات القدس، ص ۹۷

۲۰۸۔ ثمرات القدس، ص ۱۲۵۴

۲۰۹۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۹، ۶۲، ۱۰۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۰۷-۶۱۴

۲۱۰۔ روضات الجنان، ج ۱، ص ۴۱۴-۴۱۸؛ نسمات القدس، ص ۹۷؛ حامد الگار، محولہ بالا، صفحات ۷-۴۸

۲۱۱۔ آپ کا نام نقشبندیہ کے قدیم متون میں کہیں نہیں ملتا اور بظاہر گیارہویں صدی ہجری میں خواجہ باقی باللہ نے اپنے مکتوبات (رقعہ ۱، ص ۷۱، طبع لاہور، ۱۹۶۷ء، در کلیات باقی باللہ) میں اور اُن کے خلیفہ حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات (دفتر اوّل، مکتوب ۱۸۰) میں پہلی بار اُن کا نام لیا ہے

اور اُن کی تاریخی حیثیت متعیّن کی ہے۔ ان کے بعد محمد ہاشم کشمی نے جو شیخ احمد سرہندی کے ارادت مند تھے اور انھوں نے ہی مکتوبات امام ربانی کو جمع کیا تھا، نسمات القدس میں اور محمد عمر پشاوری نے ظواہر السرایر میں وَخشی کے حالات بیان کیے ہیں۔ شیخ احمد سرہندی کے تمام مریدوں کا شجرۂ طریقت محمد زاہد وَخشی کے واسطے سے خواجہ احرار تک پہنچتا ہے۔ دیکھیے: نسمات القدس، مقالہ دوم موسوم بہ مقاماتِ باقیہ احمدیہ، ص ۱۵۲

۲۱۲۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۲۴

۲۱۳۔ ایضاً، ص ۴

۲۱۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۲۶-۶۳۱؛ سلسلہ نامہ، ۱۳ اب

۲۱۵۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۷؛ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۳؛ نسمات القدس، ص ۹۷

۲۱۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۸۶؛ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۳؛ نسمات القدس، ص ۹۷

۲۱۷۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۱۷-۶۲۰؛ حدائق الشقایق، ص ۲۷ میں مولایی شیخ کا ذکر ہوا ہے، گمان ہے کہ مولانا شیخ مراد ہیں۔

۲۱۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۴۱-۶۴۵

۲۱۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۶؛ سلسلہ نامہ، ۱۳ الف؛ نسمات القدس، ص ۹۷

۲۲۰۔ سلسلۃ الطرق فی التصوف از خط شناس، قلمی، ذخیرۂ اسعد افندی، کتب خانۂ سلیمانیہ، استنبول، شمارہ ۳۶۸۰، ورق ۶۰ ب؛ نجدت طوسون، ص ۲۸۴؛ حامد الگار، محولہ بالا، ص ۸

۲۲۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۵-۶۳۸؛ خوارق (پٹنہ)، ص ۹۱-۹۲ پر نور الدین قاسم کے نام سے ذکر ہوا ہے۔

۲۲۲۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۱۸، ۵۱

۲۲۳۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۴۵-۶۴۷؛ سلسلہ نامہ، ۱۲ اب

۲۲۴۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۲۱

۲۲۵۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۳؛ مرآۃ الادوار، ص ۸۷۰

۲۲۶۔ سلسلہ نامہ خواجگان، ورق ۱۳ اب؛ الشقایق النعمانیہ، طبع فرات، ص ۹۹، ۲۴۹-۲۵۱

۲۲۷۔ رشحات عین الحیات، ج ا،ص ۲۴۹

۲۲۸۔ سلسلۃ الذہب، دفتر ا،ص ۱۵۸-۱۶۱؛ رشحات عین الحیات، ج ا،ص ۲۴۷؛ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۵۵؛ مقاماتِ جامی،ص ۱۴۲،۱۴۴

۲۲۹۔ رشحات عین الحیات، ج ا،ص ۲۴۹

۲۳۰۔ سلسلۃ العارفین،ص ۳۹۸؛ رشحات عین الحیات، ج ا،ص ۲۵۲

۲۳۱۔ مقاماتِ جامی،ص ۱۲۳۔اس کتاب کے نام کے بارے میں صراحت سے کچھ نہیں کہا گیا۔

۲۳۲۔ رشحات عین الحیات، ج ا،ص ۲۴۸-۲۴۹ میں ان دو رقعات کا متن درج ہے۔احرار کا ایک اور خط جامی کے نام مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳،ص ۱۳۹۸ اور روضات الجنات، ج ۲،ص ۳۳۶ میں منقول ہے۔

۲۳۳۔ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳،ص ۱۳۹۸

۲۳۴۔ نامہ ہا و منشآت جامی،ص ۲۱۳-۲۱۴

۲۳۵۔ دیوان جامی، ج ا،ص ۲۵۷ - ۲۵۸۔ صاحبِ تاریخِ رشیدی،ص ۲۹۷ نے خواجہ علاء الدین عطّار کے حالات میں خواجہ احرار کے پوتے خواجہ خاوند محمود کی زبان سے یہ بات لکھی ہے کہ جب مولانا جامی ''حضرت ایشان'' کی خدمت میں اظہار عقیدت کے لیے آئے تو یہ غزل کہہ کر ساتھ لائے۔''حضرت ایشان'' کا لقب عام طور پر خواجہ احرار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور خود تاریخ رشیدی میں بھی اسی طرح استعمال ہوا ہے [''درین تاریخ ہر جا کہ ''حضرت ایشان'' مذکور شود، مقصود حضرت خواجہ اند''ص ۲۴۲] اسی لیے میں نے اس غزل کو خواجہ احرار کی مدح میں قرار دیا ہے،لیکن احتمال ہے کہ تاریخ رشیدی کے اس بیان میں ''حضرت ایشان'' سے مراد خواجہ علاء الدین عطّار ہوں۔

۲۳۶۔ دیوان کامل جامی،ص ۳۰-۳۱، ۵۶، ۱۲۱-۱۲۴

۲۳۷۔ سلسلۃ الذہب،ص ۱۵۸-۱۶۱

۲۳۸۔ ایضاً،ص ۱۶۱-۱۶۳

۲۳۹۔ ایضاً،ص ۱۷۱-۱۸۲

۲۴۰۔ تحفۃ الاحرار،ص ۴۴۲

۲۴۱۔ ایضاً،ص ۳۸۴

۲۴۲۔ یوسف و زلیخا،ص ۵۸۸-۵۸۹؛ علی اصغر حکمت نے جامی،ص ۷۱-۷۶ میں مولانا جامی اور خواجہ احرار

کے گوناگون رابطوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۴۳۔ خردنامہ اسکندری، ص ۹۱۸-۹۱۹

۲۴۴۔ روضۃ الریاحین، ص ۱۲۴

۲۴۵۔ منشآتِ میبدی، ص ۵۵

۲۴۶۔ نسمات القدس، ص ۱۰۲؛ الشقایق النعمانیہ، ص ۳۵۸-۳۶۱؛ الکواکب السائرہ، ج ۱، ص ۱۵۲-۱۵۳۔ احمد بخاری کا مزار استنبول کے فاتح میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے نام سے منسوب ایک مسجد بھی ہے۔ آپ کے مزار کی شمالی دیوار پر منظوم ترکی کتبہ عربی رسم الخط میں نصب ہے۔ میں ۱۹۹۴ء میں مزار پر حاضر ہوا تھا۔

۲۴۷۔ لمحات من نفحات القدس، ص ۱۵۵-۱۵۶

۲۴۸۔ مجمع النفائس، ج ۱، ص ۳۵۹، تذکرہ کی مرتب نے غلطی سے ''ناصر الدین بن عبداللہ احرار'' لکھا ہے؛ تحفۂ سامی، ص ۲۲۰ میں بھی آپ کے حالاتِ زندگی بیان کیے گئے ہیں البتہ خواجہ احرار کے ساتھ آپ کی مصاحبت کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔

۲۴۹۔ مطلع سعدین، ج ۲، ص ۱۰۷۸-۱۰۷۹

۲۵۰۔ الشقایق النعمانیہ، ص ۷۰-۷۱

۲۵۱۔ مہمان نامہ بخارا، ص ۲۵۱

۲۵۲۔ تصوّف برّصغیر میں، ضمیمہ ۳۶

۲۵۳۔ عرفات العاشقین، ورق ۷۸ پ

۲۵۴۔ <فہرست ازبکستان>، ج ۶، شمارہ ۴۲۶۳

۲۵۵۔ ایضاً، ج ۹، شمارہ ۶۰۵۱

۲۵۶۔ ایضاً، ج ۸، شمارہ ۵۷۵۵

۲۵۷۔ فہرستِ مشترکِ پاکستان، ج ۱۱، ص ۹۰۰

۲۵۸۔ <فہرست ازبکستان>، ج ۲، شمارہ ۱۰۱۶

۲۵۹۔ <فہرستِ تاجیکستان>، ج ۲، شمارہ ۳۰۹

۲۶۰۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۱۰۹؛ ہفت اقلیم، ج ۳، ص ۴۶۹؛ نیز:

J rgen Paul, "Forming a Faction: The *him yat* system of Kh wja Ahr r", *International Journal of Middle East Studies*, (USA), vol. 23 (1991), pp. 523-548

۲۶۱۔ تاریخِ رشیدی، ص ۱۴۷

۲۶۲۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۶۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۲۴، بارتھولڈ نے کتاب الغ بیگ و زمان وی، ص ۱۹۳-۱۹۴ پر شاہرخ کے بیٹے الغ بیگ کے خواجہ احرار کے ساتھ خشونت آمیز سلوک کے بارے میں جو لکھا ہے وہ صریحاً رشحات عین الحیات (ج ۲، ص ۳۹۴) کی عبارت کو غلط سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ خدا جانے اس غلط فہمی کا شکار خود مؤلف ہوا ہے یا بارتھولڈ کی کتاب کا فارسی مترجم۔

۲۶۳۔ مقاماتِ جامی، ص ۱۹۷

۲۶۴۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۱۰۹؛ ابوسعید اور خواجہ احرار کے مراسم کے لیے دیکھیے: ملفوظات، بند ۲۹۲، ۳۲۳

۲۶۵۔ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۰۶۳

۲۶۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۱۹-۵۲۲

۲۶۷۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۱۷۷-۱۷۹؛ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۲۲؛ حبیب السیر، ج ۴، ص ۵۲-۵۴

۲۶۸۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۳۰

۲۶۹۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۲۴۸-۲۴۹

۲۷۰۔ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۲۶۵، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵

۲۷۱۔ ایضاً، ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۲۱

۲۷۲۔ سلسلۃ الذہب، ص ۱۵۶؛ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۲۱، ۱۳۵۱؛ مقامات جامی، ص ۱۴۲-۱۴۳؛ روضات الجنات، ج ۲، ص ۲۷۸-۲۷۹؛ حبیب السیر، ج ۴، ص ۸۷

۲۷۳۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۱۲-۱۳ کا مصنف ابوسعید کی شکست کی وجہ اس کی خواجہ احرار کے حکم سے روگردانی سمجھتا ہے۔ اصل قصے کے لیے اسی مأخذ سے رجوع کریں۔

۲۷۴۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۲۴۹-۲۵۰؛ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۲، ص ۳۵۳؛ روضۃ الصفا، ج ۶، ص ۸۳۶

۲۷۵۔ خوارقِ عادات احرار (پٹنہ)، ص ۱۷-۱۸

۲۷۶۔ ملفوظات، بند ۳۳۲، ۴۵۹، ۵۸۹

۲۷۷۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۱۰۹

۲۷۸۔ لمحات من نفحات القدس، ص ۴۴۲-۴۴۳

۲۷۹۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۴۵؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۱-۵۴۹، ۶۱۱؛ تاریخِ رشیدی، ص ۱۴۵

۲۸۰۔ تاریخِ رشیدی، ص ۱۲۵-۱۲۶

۲۸۱۔ ملفوظات، بند ۵۲۷

۲۸۲۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۳۳۶-۳۳۷؛ مقاماتِ جامی، ص ۱۵۱؛ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۹۸-۱۳۹۹

۲۸۳۔ اسناد و مکاتبات تاریخی ایران (از تیمور تا شاہ اسماعیل)، ص ۳۹۰-۳۹۳

۲۸۴۔ ایضاً، ص ۳۹۴-۳۹۵

۲۸۵۔ مجالس النفائس، ترجمہ شاہ محمد قزوینی، ص ۱۸۴

۲۸۶۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۱۰۹

۲۸۷۔ بابر نامہ (ترکی)، b۸۳، (انگریزی)، ص ۱۳۲؛ حبیب السیر، ج ۴، ص ۲۸۲

۲۸۸۔ آپ ملازمینِ احرار میں سے تجارت پیشہ تھے۔ دیکھیے: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۷

۲۸۹۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۷؛ حدائق الشقائق، ص ۲۷۲ پر بھی سلطان کی خواجہ احرار سے غائبانہ مدد لینے کا واقعہ درج ہے۔

۲۹۰۔ تاریخِ رشیدی، ص ۲۴۲

۲۹۱۔ ایضاً، ص ۱۴۳

۲۹۲۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۳۳

۲۹۳۔ ایضاً، ص ۲۷۴

۲۹۴۔ ملفوظات، بند ۶۶۷

۲۹۵۔ ریاض الانشا، ص ۲۳-۲۷

۲۹۶۔ نامہ ہای جامی، صفحات ۲۱۵، ۲۶۷، ۲۸۰

۲۹۷۔ الغ بیگ وزمان وی، ص ۲۹۲

۲۹۸۔ ملفوظات، بند ۲۷

۲۹۹۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۳

۳۰۰۔ ملفوظات، بند ۳۲۱، ۲۶۶

۳۰۱۔ بابرنامہ (ترکی) ۲۶a؛ ملفوظات، بند ۳۱۹

۳۰۲۔ بابرنامہ (ترکی) ۲۳b؛ خوارقِ عاداتِ احرار، ص ۲۶؛ حبیب السیر، ج ۴، ص ۹۷-۹۸

۳۰۳۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۳۸، دابج کے لیے دیکھیے: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۱۵۔ لیکن خواجہ احرار ولی، ص ۳۷ میں اس کا املاء دابچ اور موجودہ نام لائیش لکھا ہے۔

۳۰۴۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۲

۳۰۵۔ شیخ بہاء الدین عمر کا ایک بیٹا نور الدین محمد تھا۔ خواجہ احرار ۸۶۴ھ میں ہرات میں شیخ بہاء الدین عمر کی تعزیت کے لیے اس کے پاس گئے تھے (مطلع سعدین، ص ۱۱۵۵، ۱۱۵۷، ۱۲۳۳، ۱۲۹۸)۔ معلوم نہیں آیا یہی بیٹا احرار کو خفیف کرتا تھا؟

۳۰۶۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۲

۳۰۷۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۳۳؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۴۱-۵۴۳؛ خوارق، ص ۵۰-۵۱

۳۰۸۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۵۲

۳۰۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۴۴-۵۴۹؛ حبیب السیر، ج ۴، ص ۱۰۴

۳۱۰۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۳

۳۱۱۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۲

۳۱۲۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۴

۳۱۳۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۳

۳۱۴۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۵

۳۱۵۔ رشحات عین الحیات، ص ۵۴۳-۵۴۴

۳۱۶۔ الغ بیگ وزمان وی، ص ۲۹۶-۲۹۷

۳۱۷۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۹۸

۳۱۸۔ چیخوویچ کی کتاب < اسناد سمرقند > انھی وقف ناموں پر مشتمل ہے۔

۳۱۹۔ ملفوظات، بند ۶۸۸

۳۲۰۔ ملفوظات، بند ۶۳۹؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۵۱

۳۲۱۔ ملفوظات، بند ۶۴۰

۳۲۲۔ ایضاً، بند ۳۲۶

۳۲۳۔ ایضاً، بند ۳۹۹

۳۲۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۷ - ۶۳۸

۳۲۵۔ ملفوظات، بند ۴۴۷

۳۲۶۔ خواجہ احرار کے مرض اور وفات کے بارے میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے: ملفوظات، بند ۳۸۹، ۴۴۷؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۰۵، ۴۰۵؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۵۵ - ۶۵۸

۳۲۷۔ خوارقِ عاداتِ احرار، ص ۶۱ - ۶۲

۳۲۸۔ ملفوظات، بند ۳۸۹، ۴۴۷ کے مطابق ۶۲ سلخ ربیع الاوّل شنبہ کی رات اور رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۵۵ کے مطابق ۲۹ سلخ ربیع الاوّل ہے یعنی ربیع الاوّل ۲۹ دن کا تھا اور ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو جمعہ تھا۔ لیکن وسٹن فیلڈ اور ماہلر کے حساب کے مطابق یکم ربیع الاوّل ہفتے کے دن تھی اور مہینہ ۳۰ دن کا تھا۔ (دیکھیے: تقویم تطبیقی ہزار و پانصد سالہ ہجری قمری و میلادی، بہ اہتمام حکیم الدین قریشی، تہران، ۱۹۸۱ء، ص ۱۷۹) پس اس حساب سے ۲۹ ربیع الاوّل کو ۲۰ فروری بنتا ہے۔ خواندامیر نے خواجہ احرار کا سالِ وفات ۸۹۶ھ لکھا ہے۔ (حبیب السیر، ج ۴، ص ۱۰۹) اور میر علی شیر نوائی کا کہا ہوا قطعہ تاریخ نقل کیا ہے جس کا مادۂ تاریخ "خلد برین" بھی ۸۹۶ھ ظاہر کرتا ہے۔ خواندامیر اور علی شیر نوائی دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔

۳۲۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۵۷ - ۶۵۸

۳۳۰۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۵۸

۳۳۱۔ تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبانِ فارسی، ج ۲، ص ۸۴۹ پر خواجہ احرار کی خانقاہ اور قبر کی تصویر (تصویر نمبر ۸۸) چھپی ہے۔ سمریہ (طبع اوّل) ص ۹۱ - ۹۸

۳۳۲۔ مختلف زمانوں میں مزارِ احرار کے متولیوں کے نام نسب نامہ احرار کے مختلف صفحوں پر آئے ہیں۔

۳۳۳۔ دیوان جامی، ج ۲،ص ۴۵۴-۴۶۰؛حبیب السیر ،ج ۴،ص ۱۰۹

۳۳۴۔ خزینۃ الاصفیا، ج ۱،ص ۵۸۵-۵۸۶۔مفتی غلام سرور لاہوری (م ۱۳۰۷ھ ) کا قطعہ تاریخ درج ہے۔

۳۳۵۔ دیوان جامی، ج ۲،ص ۴۵۸

۳۳۶۔ اسناد و مکاتبات تاریخی ایران، ص ۳۹۴

۳۳۷۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ )،ص ۵۸

۳۳۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۶۵۳

۳۳۹۔ سمریہ، ص ۵۰-۵۱

۳۴۰۔ ایضاً،ص ۳۵

۳۴۱۔ ایضاً،ص ۷۷

۳۴۲۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے: بابرنامہ، تاریخ رشیدی، نسب نامہ احرار، نسمات القدس

۳۴۳۔ ملفوظات، بند ۶۴۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۱۳

۳۴۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۵۹۲، ۶۸۱؛نسب نامہ احرار،ص ۱۷

۳۴۵۔ <خواجہ عبیداللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط> ،صفحات ۲۶۹، ۳۲۹، ۳۳۲

۳۴۶۔ محمد یحییٰ کے حالات کے لیے دیکھیے: مقاماتِ جامی، ص ۲۰۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۵۷۹-۵۹۱؛ بابرنامہ (ترکی) ۳۷-b۳۸، b۵۹، b۷۸، ۸۰، b۸۴؛ نسب نامہ احرار، ص ۱۷، ۱۰۰، ۱۵۵؛ خوارقِ احرار، ص ۴۷-۸۹؛ حبیب السیر ،ج ۴،ص ۶۲ ۷اور ۸۵ ۷بہ مدد اشاریہ؛

۳۴۷۔ <فہرست از بکستان> ، ج ۱،ش ۳۵۶؛ <خواجہ عبیداللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط> ،صفحات ۲۶۸، ۲۷۴، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۳

۳۴۸۔ منشآت میدی، برگ ۵۹ ب-۵۵الف

۳۴۹۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۸؛ میر عبداللہ کے والد میر تقی الدین محمد کرمانی کا ایک خط بنام میر علی شیر نوائی شائع ہو چکا ہے۔دیکھیے: <خواجہ عبیداللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط> ،ص ۲۱۷

۳۵۰۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۳۳

۳۵۱۔ مقامات جامی، ص ۱۸۰؛ لمحات من نفحات القدس، ص ۱۸۰

۳۵۲۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۹-۲۰؛نسمات القدس، ص ۷۸

۳۵۳۔ نسخہ ملفوظاتِ احرار، دیوان ہند، لندن، گنجینۂ دہلی، شمارہ D.P.890 ورق ۲۰۳ پر خواجہ خاوند محمود سے دو روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ مذکورہ نسخہ ۹۳۳ھ یعنی حیاتِ خواجہ خاوند محمود میں کتابت ہوا۔ پہلی روایت میں خواجہ خاوند نے خواجہ احرار کی معیت میں اپنے سفرِ داتج کے زمانے کو یاد کیا ہے اور دوسری روایت میں اپنے استاد جلال الدین دوانی کا لطیفہ اور ایک شعر نقل کیا ہے۔ دوانی کہتے تھے، اشعار عالم بالا سے ہمارے لیے اترتے تھے، اپنے گھر کا رَستہ بھول کر جامی کے گھر چلے جاتے تھے۔ یہ شعر ان کا (دوانی) ہے:

رندان قلندر صفت ساده مزاجیم
با درد تو خو کرده، فارغ ز علاجیم

۳۵۴۔ نسب نامہ احرار، ص ۳۲ - ۳۵؛ نسمات القدس، ص ۷۸-۸۲؛ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۱، ص ۴۸۵-۴۸۷

۳۵۵۔ جادۃ العاشقین، ص ۴۵

۳۵۶۔ نسب نامہ احرار، ص ۴۳ - ۴۸؛ نسمات القدس، ص ۸۲-۸۵

۳۵۷۔ نسب نامہ احرار، ص ۶۱؛ نسمات القدس، ص ۸۵

۳۵۸۔ میں نے آپ کی تصنیفات میں سے کتابخانۂ جامع سلیمانیہ، استنبول میں ولی الدین افندی ذخیرہ، شمارہ ۳۲۲۹ میں تصوّف پر ایک رسالہ (بغیر عنوان کے) دیکھا ہے۔ جو ایک مجموعہ رسائل میں ورق ۲۴ تا ۲۹ موجود ہے۔ یہ مجموعہ بارھویں ہجری میں رمزی بن مست علی کابلی کے ہاتھ سے لکھا گیا۔ اس رسالے میں درویشوں کے لیے دستور العمل متعیّن کیا گیا ہے۔ رسالہ یوں شروع ہوتا ہے: ''ای درویش اگر ہمّت و قوت آنت ہست بر اثر گرم روان طریق کعبہ مقصود پویی، از جادۂ طریقِ عبادت کہ از طریقۂ مستقیمہ۔'' رسالہ ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے: ''تمت ہٰذہ الرسالہ الشریفہ حضرت علیہ مسندِ ارشاد و ہدایت جامع نعوت و خصایص ولایت ملازمان قطب اہلِ حقیقت و عرفان مظہر صفات زبانی مورد اخلاقِ سبحانی انسان عیون المحققین وارث الانبیاء والمرسلین قطبِ عالم مرید اعنی حضرت خواجہ عبد الشہید سلمہ اللہ وابقاہ در تاریخ ہژدہم شہر رجب المرجب سنہ ۹۸۲ بود کہ حضرت ایشان سلمہ اللہ وابقاہ از بلدۂ آگرہ عنانِ عزیمت بہ جانبِ بلدۂ محفوظہ سمرقند و ماوراء النہر تافتند و ماور النہریان را سرفراز ساختند و فقیر حقیر سلطان بخاری در ہمین سال بہ شرفِ پابوسیِ آن حضرت مشرف گشت ''**بدل ذکر گو**'' [۹۸۲] تاریخ یافت۔ قطعہ:

به قطبِ جهان خواجه عبدالشهید مشرف شدم من به پابوسِ او
چو تاریخ او جستم از پیر عقل بگفتا که سلطان "بدل ذکر گو"

۳۵۹۔ نسب نامہ احرار، ص ٦۴-٦۷؛ لمحات من نفحات القدس، ص ۳۲۵؛ مجمع الفضلا، ص ۱۳۳-۱۳۵؛ نزہتہ الخواطر، ج ۴، ص ۱۵۸؛ مآثر الامرا، ج ۲، ص ۳۷۹ میں آپ کی تاریخِ وفات ۹۸۴ھ لکھی ہے۔

۳٦۰۔ نسب نامہ احرار، ص ۸۷؛ نسمات القدس، ص ۸۸-۹۹

۳٦۱۔ تاریخِ رشیدی، ص ۵۵٦-۵۵۷؛ نسب نامہ احرار، ص ۹۱؛ نسمات القدس، ص ۸۹-۹۰

۳٦۲۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۰۱

۳٦۳۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۱۴-۱۱۵؛ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۸۸؛ نسمات القدس، ص ۷۷-۷۸

۳٦۴۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۱۳-۱۳۲ میں خواجہ احرار کے نواسوں، نواسیوں کے بارے میں زیادہ معلومات موجود ہیں۔

۳٦۵۔ خواجہ احرار کے پوتوں میں سے عبدالعلیم اور محمد یوسف فرزند خواجکا نے کاشغر ہجرت کی اور اُن کا انتقال بھی ادھر ہی ہوا۔ نسمات القدس، ص ۸۵، ۸۹

۳٦٦۔ آپ کا شجرۂ طریقت یوں خواجہ احرار تک پہنچتا ہے: احمد سرہندی ← محمد باقی باللہ کابلی (م ۱۰۱۲ھ) ← محمد امکنگی (م ۱۰۰۸ھ) ← درویش محمد (م ۹۷۰ھ) ← محمد زاہد (م ۹۳٦ھ) ← خواجہ احرار۔ محمد باقی باللہ خواجہ احرار کے بہت معتقد تھے۔ انھوں نے رسالہ سلسلۃ الاحرار، خواجہ احرار کے ذوق اور کلام کے مطابق لکھا اور اپنے بڑے بیٹے کا نام آپ ہی کے نام پر "عبیداللہ" رکھا۔ سلسلۃ الاحرار میں فرماتے ہیں:

این سکه که من زدم به نامِ فقر است وین روشنی از نور تمام فقر است
بر خیز و رہِ خواجه احرار بگیر کان راه ز سرحد مقام فقر است

سلسلۃ الاحرار (کلیاتِ باقی باللہ میں)، ص ۱۸۸؛ رسالہ طریقۂ خواجگانِ نقشبندیہ، ص ۵-٦؛ زبدۃ المقامات، ص ۵۱

۳٦۷۔ آئینِ اکبری، ص ۲۰۲-۲۰۳؛ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، ج ۸، ص ۴۲۹ میں مادّہ "مبارک ناگوری" (م ۱۰۰۱ھ) کے مقالہ نگار نے ناگوری کو احرار کے فیض یافتگان میں شمار کیا ہے جو درست نہیں ہے۔ کیونکہ خواجہ احرار ۸۹۵ھ میں فوت ہو چکے تھے اور ناگوری ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ممکن ہے ناگوری نے فیضی بخاری سے کسبِ فیض کیا ہو۔

۳۶۸۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر عبدالعلیم، سابق وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی، علی گڑھ ہیں، جن کی وجہ سے خواجہ احرار کے رسالہ والدیہ کا ترکی ترجمہ اشاعت پذیر ہوا۔

۳۶۹۔ دلّی اور طب یونانی، ص ۶۶-۶۷

۳۷۰۔ بابر نامہ (ترکی)، ص ۱۴۶، ۲۱۵، ۲۴۸؛ (انگریزی)، ص ۲۳۰، ۳۴۳، ۴۱۸؛ نسب نامہ احرار، ص ۱۱؛ نسمات القدس، ص ۷۸

۳۷۱۔ تاریخِ رشیدی کے مصنف نے متعدد مقامات پر مختلف مناسبتوں سے آپ کا ذکر کیا ہے اور نام کی بجائے، تعظیم سے آپ کا لقب ''حضرت مخدومی نورا'' لکھا ہے، ص ۵۶۵ اور اس کے بعد آپ کے مستقل حالات درج کیے ہیں، نیز بہ مدد اشاریہ ص ۸۱۵؛ نسب نامہ احرار، ص ۳۴؛ نسمات القدس، ص ۷۸، ۸۲۔ آپ کو خاوند محمود نقشبندی المعروف حضرت ایشان (م ۱۰۵۳ھ، مدفون لاہور) کے ساتھ گڈمڈ نہیں کرنا چاہیے جن کے احوال عملِ صالح، ج ۳، ص ۲۸۴ پر مذکور ہیں۔

۳۷۲۔ بابر نامہ (ترکی)، ص b۳۵۷؛ (انگریزی)، ۶۴۱؛ نسب نامہ احرار، ص ۴۶؛ نسمات القدس، ص ۸۲-۸۵

۳۷۳۔ بابر نامہ (ترکی)، ص a۳۵۲، ۲۶۳؛ (انگریزی)، ۶۳۱-۶۳۲، ۶۵۳؛ اکبر نامہ، ج ۳، ص ۷۸-۷۹؛ نسب نامہ احرار، ص ۶۴-۶۹ و مابعد؛ نسمات القدس، ص ۸۶-۸۸؛ نزہۃ الخواطر، ج ۴، ص ۱۵۸

۳۷۴۔ نسب نامہ احرار، ص ۳۶-۳۷

۳۷۵۔ ایضاً، ص ۳۹

۳۷۶۔ مجمع الفضلا (قلمی نسخہ)، ص ۱۳۳-۱۳۵

۳۷۷۔ منتخب التواریخ، ج ۲، ص ۲۲۹-۲۳۰

۳۷۸۔ تذکرۂ ہمایون و اکبر، ص ۳۵۶؛ اکبر نامہ، ج ۳، ص ۲۰۸، ۲۶۴، ۳۸۵، ۴۰۴؛ نسب نامہ احرار، ص ۸۰، ۱۱۰ حاشیہ؛ نسمات القدس، ص ۹۳؛ نزہۃ الخواطر، ج ۴، ص ۳۵۰

۳۷۹۔ بابر نامہ (ترکی)، ص b۳۵۷، ۳۶۳؛ (انگریزی)، ص ۶۴۱-۶۴۲، ۶۵۲-۶۵۳

۳۸۰۔ اکبر نامہ، ج ۳، ص ۴۴۷، دراصل: عبدالباری؛ لیکن خواجکا کا کوئی بیٹا عبدالباری نامی نہیں تھا۔ میرا خیال ہے کہ خواجکا کے صاحبزادے عبدالہادی کا نام غلطی سے عبدالباری لکھا گیا ہے۔ اکبر نامہ کے ایک اور نسخے میں عبدالباری کی جگہ عبدالعلیم لکھا ہے۔ البتہ اس نام کا صاحبزادہ خواجکا کا تھا۔

۳۸۱۔ اکبرنامہ، ج ۳،ص ۴۴۷

۳۸۲۔ منتخب اللطائف،ص ۵۳۴ (یادداشتِ مصحح)

۳۸۳۔ نسمات القدس،ص ۹۴

۳۸۴۔ منتخب التواریخ،ص ۲۲۹؛ طبقاتِ شاہجہانی (طبقہ تاسعہ)،ص ۱۰

۳۸۵۔ نسب نامہ احرار،ص ۸۰-۸۱

۳۸۶۔ تذکرۂ ہمایون و اکبر،ص ۲۲۴، ۲۷۷؛ اکبرنامہ،ص ۲۹، ۳۰۳، ۳۹۹ وغیرہ؛ نسب نامہ احرار،ص ۳۸

۳۸۷۔ طبقاتِ شاہجہانی (طبقہ عاشرہ)،ص ۳۳

۳۸۸۔ نزہۃ الخواطر، ج ۵،ص ۲۶۸

۳۸۹۔ نسب نامہ احرار،ص ۱۰۲-۱۰۴

۳۹۰۔ مآثر الامرا، ج ۲،ص ۷۷

۳۹۱۔ نزہۃ الخواطر، ج ۵،ص ۲۱-۲۳

۳۹۲۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، ج ۱۱،ص ۵۲۵-۵۲۸، مقالہ ''سیف الدولہ عبدالصمد خان دلیر جنگ''

۳۹۳۔ تحایفِ قدسیہ،ص ۲۰۴

همیشه از زبانِ خان بهادر شده تعریف حاجی نوشه صادر
که بر اولادِ خواجه حضرت احرار تسلّط گشت از نوشه جهاندار

۳۹۴۔ مخزن الغرائب، ج ۱،ص ۱۷۲

۳۹۵۔ آثار الصنادید، ج ۲،ص ۴۶

۳۹۶۔ ریاض الفصحا،ص ۴

۳۹۷۔ خوش معرکہ زیبا، ج ۱،ص ۳۰۱، غلطی سے ''عبداللہ'' احرار چھپا ہے۔

۳۹۸۔ مکتوباتِ امام ربانی، ج ۳، مکتوب ۵۸

۳۹۹۔ فہرستِ نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۵،ص ۳۴۸۹، ۳۴۹۶؛ فہرستِ مشترکِ پاکستان، ج ۷،ص ۲۴۸، ۵۷۷

۴۰۰۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، ج ۱۸،ص ۵۷۳-۵۷۵ مادّہ ''مجلس احرار''

۴۰۱۔ دلایل السلوک،ص ۳۰۹؛ نیز حیاتِ طیّبہ (سوانح مولانا اللہ یار خان) از ابوالاحمدین، ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ، دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، ۲۰۰۵ء

# تصنیفات وتالیفاتِ خواجہ احرار

## خواجہ احرار کی تصنیفات وتالیفات

خواجہ احرار کی تصانیف کی بحث کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف: وہ تصانیف جو مصدّقہ طور پر خواجہ احرار کی ہیں؛ فقرات، والدیہ، حورائیہ، رقعات، ملفوظات، بے نام متفرق رسائل۔

ب: وہ تصانیف جو خواجہ احرار سے منسوب ہیں لیکن یہ طے نہیں ہو سکا کہ واقعی انھی کی ہیں؛ انیس السالکین، تحفۃ الاحرار، رسالہ کلیات۔

ج: وہ تصانیف جو خواجہ احرار سے منسوب ہوئیں، لیکن تحقیق سے پتا چلا کہ ان کی نہیں ہیں؛ انفاسِ نفیسہ، تذکرۂ خواجہ عبید اللہ احرار، ذوقیات، شرح اشعارِ مشکلِ فصوص الحکم، صدائے دل، نورِ وحدت۔

### الف: وہ تالیفات جو یقیناً خواجہ احرار کی ہیں۔

#### ۱۔ فقرات/متن اور مندرجات کا جائزہ

خواجہ احرار نے اس کا کوئی نام نہیں رکھا۔ چونکہ اس کے موضوعات کو ''فقرہ'' لفظ کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ کیا گیا ہے [(۱)] متاخرین نے اسے فقرات، [(۲)] فقرات شریف [(۳)] اور فقرات العارفین [(۴)] کا نام دیا ہے۔ کہیں اس کا نام ارشاد السالکین بھی آیا ہے۔ [(۵)]

اگر چہ مصنّف نے تاریخِ نگارش نہیں لکھی لیکن یقیناً یہ کتاب ۸۹۰ھ/ ۱۴۸۵ء سے بعد کی تصنیف ہے [(۶)] کیوں کہ اس میں ایک ایسی محفل کا ذکر ہوا ہے جو جمعہ ۲۸ جوزا [جمادی الثانی] ۸۹۰ھ کو برلبِ جوے عباس منعقد ہوئی تھی۔ [(۷)]

کتاب کا آغاز ایک طویل مناجات سے ہوتا ہے۔ بیشتر موضوعات اہلِ سنت و جماعت

کے عقائد اور تعلیم طریقۂ خواجگان، خاص طور پر اذکار و عبادات سے متعلق ہیں۔ مصنّف نے بکثرت آیات، احادیث اور اقوال و ابیات کا حوالہ دیا ہے۔ اس کتاب میں مصنّف کی ذاتی اور معاشرتی زندگی کے بارے میں بہت کم حوالے پائے جاتے ہیں۔ البتہ کتاب میں بادشاہ وقت اور حکّام کے نام خواجہ احرار کے چند ایسے خطوط ضرور نقل ہوئے ہیں جن سے تاریخی اشارے ملتے ہیں۔ ایک فقرہ میں خواجہ احرار کے سفرِ بخارا اور مولانا حمید الدین شاشی کے فرزند مولانا حسام الدین کی خدمت میں جانے کا ذکر موجود ہے۔ (۸)

اس کتاب کا موضوع اور طرزِ بیان دونوں تبلیغی ہیں۔ خواجہ احرار نے یہ کتاب اپنے مریدوں اور شاگردوں کو بھجوائی تھی۔ (۹) بعض باتیں ''اگر کوئی پوچھے'' اور ''کہو'' کے انداز میں تحریر ہوئی ہیں (۱۰) اور کئی جملوں میں ''تم'' کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ (۱۱) اسی طرح اس کتاب میں درج خواجہ کے خطوط، وصیّت اور نصیحت نامہ بھی اسی مفہوم کے حامل ہیں۔ (۱۲)

آغاز: خداوندا بہ عزت آنکہ بہ فردانیت ذات متفردی و بہ وحدانیت صفات ذاتِ مصطفیٰ استحقاق عبادت و عبودیت جز تو کسی را ثابت نی۔ (۱۳)

اختتام

ذکر گو ذکر تا ترا جانست  پاکیِ دل بہ ذکر یزدان است
چون تو فانی شوی ز ذکر بہ ذکر  ذکر خفیہ کہ گفتہ اند آن است (۱۴)

## قلمی نسخے

فقرات کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں۔ (۱۵) بعض قدیم نسخوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ذخیرۂ حبیب گنج، شمارہ ۲۱/ ۵۷، مکتوبہ ۹۳۴ھ

۲۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۵۶۸۵، خوبصورت نستعلیق، مجموعہ مکتوبہ ۹۴۱ھ، ص ۱۶۹-۱۸۴

۳۔ تاشقند یونیورسٹی، شمارہ HB.Kat09/934 ۔ خواجہ احرار کے عقیدتمندوں میں سے ایک عبدالرشید بن محمد سکاکی مشہدی کے قلم سے لکھا ہوا، مجموعے میں شامل ہے۔ مکتوبہ ۹۴۵ھ، ورق ۱۲ اب-۶۷

میرے زیرِ مطالعہ کراچی اور تاشقند کے نسخے رہے ہیں۔ [(۱۶)] موضوعات اور ترتیب کے حوالے سے دونوں نسخوں میں اختلاف ہے۔ نسخہ کراچی میں حورائیہ بھی متنِ فقرات میں شامل ہے۔ [(۱۷)] لیکن نسخہ تاشقند میں شامل نہیں ہے۔ اسی طرح خواجہ احرار کے بعض خطوط جو نسخہ کراچی میں شامل ہیں، نسخہ تاشقند میں نظر نہیں آتے۔

## اشاعت:

۱۔ تاشقند ، ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء، مجموعہ رسائلِ احرار میں، ص ۱-۵۴ [(۱۸)]

۲۔ [حیدر آباد، دکن] مطبع آئین دکن، بلا تاریخ، ۶۴ ص، بہ اہتمام و تصحیح مولوی عبدالقیوم صاحب آغایی ابو العلایی وکیل درجہ اوّل سرکار نظام۔ [(۱۹)] یہ اشاعت مقدّمے اور توضیحات کے بغیر ہے اور مہتمم نے نہیں بتایا کہ اس نے کس قلمی نسخے یا نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔

## ترکی ترجمہ

فقرات کے دو ترکی ترجمے موجود ہیں۔

پہلا ترجمہ مولانا خضر بیگ نے کیا جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ سلیمانیہ، ذخیرۂ بغدادلی وہبی، استنبول، نمبر ۲۰۴۷، ورق ۵۸ الف-۲۲۲ الف میں موجود ہے۔ [(۲۰)]

دوسرا ترجمہ مصطفیٰ حسین صادقی [(۲۱)] یا مصلح الدین نقشبندی امام جامع سلطان احمد اوّل [(۲۲)] کے قلم سے ہے۔

ترجمے کا آغاز: حمد وثنای ممتنع الاحصا جناب کبریا قباب رب الارباب وباری البرایا۔

دار الکتب قاہرہ میں موخر الذکر ترجمہ کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ شمارہ ۵۴ مجامیع ترکی طلعت، خوبصورت نسخ، علی مصری کے ایک شاگرد عمر الوہبی کی کتابت، مورخہ ۱۷ شعبان ۱۲۲۷ھ۔ مجموعے میں تیسرا رسالہ، ورق ۳۵ تا ۴۷ ا۔ دوسرا نسخہ شمارہ ۱۶-م تصوّف ترکی، بغیر تاریخ کے، ۴۲ اوراق پر مشتمل ہے۔ [(۲۳)] ذخیرۂ حاجی محمود افندی، کتب خانہ سلیمانیہ، استنبول میں اس ترجمے کے

ایک اور مخطوطہ (نمبر ۲۶۹۳) میں مترجم کا نام مصطفیٰ حسین صادقی آیا ہے۔ یہ نسخہ ۹۰ ورق میں، ۱۲۱۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور ۱۲۴ فقرات پر مشتمل ہے۔ مترجم نے اپنے آپ کو خواجہ احمد صادق کا مرید لکھا ہے۔ اسی ترجمے کا تیسرا نسخہ، اسی ذخیرہ میں (نمبر ۲۶۹۷)، بلا تاریخ، ۱۱۵ ورق میں موجود ہے۔

## عربی ترجمہ

خواجہ احرار کے فقرات کا عربی ترجمہ مکتوباتِ امام ربانی کے عربی ترجمہ، مترجمہ محمد مراد قزانی کے حاشیے پر صفحہ ۲۸۱ سے ۳۵۳ تک مکّہ مکرمہ سے ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوا۔ [۲۴]

## فقرات سے اخذ واکتساب

بظاہر اپنے تبلیغی پہلو کی وجہ سے یہ کتاب سلسلۂ نقشبندیہ کے حلقوں میں بہت رائج رہی اور نقشبندیوں نے اپنی کتابوں میں اس سے اخذ واکتساب کرتے ہوئے اس کے انتخاب تیار کیے ہیں۔ مثلاً جامی نے نفحات الانس [۲۵] اور شیخ احمد سرہندی نے رسالہ طریقۂ خواجگانِ نقشبند [۲۶] میں اسی کتاب سے فقرات نقل کیے ہیں۔ فقرات کا ایک خلاصہ تہران یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں (شمارہ ۵۸۶۱) موجود ہے۔ جس کا کاتب بظاہر عبداللہ المشہ، ور بہ ابورافع بن مولانا دوست محمد بن مولانا حسین (بن) مولانا ابوالحسین بن مولانا میر حسین فرغانی سمرقندی مدرسِ مدرسۂ تیمور لنگ (سمرقند) ہے، جس نے اسے ۹۱۹ھ سے ۹۲۲ھ کے درمیان لکھا ہے۔ یہ انتخاب، مجموعہ رسائلِ احرار وغیرہ میں صفحہ ۸۹ تا ۱۰۲ موجود ہے۔ دوسرا انتخاب ''کلماتِ قدسیہ خواجہ عبیداللہ'' کے نام سے ہے جس کا قلمی نسخہ مجموعہ رسائل شمارہ ۸۹۶/۰۹ کے تحت تاشقند یونیورسٹی میں موجود ہے۔ [۲۷]

تہران یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ میں مجموعۃ الفوائد کا قلمی نسخہ (شمارہ ۲۷۴۰) موجود ہے، جس میں فقرات سے کچھ چیزیں منقول ہیں۔

بارھویں صدی ہجری کے مؤلف محمد موسیٰ بن خواجہ عیسیٰ دِہ بیدی نے نوادر المعارف میں فقرات سے کچھ چیزیں نقل کی ہیں۔ تہران یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ (شمارہ ۹۸۱۸) موجود ہے۔

## ۲۔ والدیہ/متن ومندرجات کا جائزہ

والدیہ ایک مختصر رسالہ ہے جو خواجہ احرار نے اپنے والد محمود شاشی کی فرمائش پر لکھا تھا۔ وہ مقدّمے میں لکھتے ہیں:

''اس مختصر رسالے کا سببِ تألیف یہ ہے کہ مجھ فقیر کے والد کو مجھ سے جو حسنِ ظن تھا، اس کی بنیاد پر انھوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ ہمارے لیے اہل اللہ کی باتوں پر مشتمل کوئی ایسی چیز لکھو جس پر عمل اعلیٰ درجات اور حقیقی علوم، جو استدلال کے دائرہ سے خارج ہیں، تک رسائی کا سبب بنے۔ اس حکم کی بجا آوری فقیر کے لیے لازم قرار پائی۔''(۲۸)

مزید فرماتے ہیں: ''اس مختصر (رسالے) میں اس چیز کا ذکر کر دیا گیا جو حصولِ معرفت کا سبب بنتی ہے۔''(۲۹) اور اس معرفت تک ''بلکہ کسی بھی روحانی مرتبے پر حضرت رسالتمابؐ کی اطاعت و پیروی کے بغیر نہیں پہنچا جا سکتا۔''(۳۰)

مصنف نے جابجا قرآنی آیات، عرفا کے عربی اقوال اور اشعار منجملہ رابعہ بصریہ کے عربی اور مولانا روم کے فارسی اشعار سے استناد کیا ہے۔ اگرچہ خواجہ احرار نے یہ رسالہ اپنے والد گرامی کے لیے لکھا لیکن اس میں تمام پڑھنے والوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور علی کاشفی اسے ''طریقۂ خواجگان کے لیے بے حد مفید''(۳۱) اور ابوالفضل دکنی اسے ''بحرِ معرفت کا دُردانہ''(۳۲) قرار دیتے ہیں۔

آغاز: **الحمدللّٰہ الاحد بذاتہ و کبریائہ الواحد بصفاتہٖ و اسمائہٖ. والصلوٰۃ علیٰ من تجلی لہ بذاتہٖ مع جمیع صفاتہٖ بعد افائہٖ عن الکل محمد الذی اوتی جوامع الکلم لیکمل بھا طوایف الامم ویعلم جمیع الخلایق لطایف الحکم و علیٰ آلہٖ و اصحابہ الذین کشفوا الحجب عن جمال و جھہ الباقی. اما** بعد سببِ تألیف این مختصر آن بود کہ......

اختتام: چون رابطہ ای نماند، آن حال نماند وسبب این بود کہ بسیاری از کسانی کہ ایشان را ذوقی از صحبت این طایفہ حاصل شدہ بود، نماند۔

بی عنایاتِ حق و خاصانِ حق گر مَلَک باشد سیاہ، ستش ورق

**واللہ اعلم للہ الحمد و المنہ۔**(۳۳)

## اشاعت

۱۔ تاشقند، ۱۳۲۸ھ، رسائل احرار کے مجموعے میں، ص ۵۷-۶۳

۲۔ عارف نوشاہی کے مقدمہ و تصحیح کے ساتھ مجلہ تحقیقاتِ اسلامی، تہران، جلد ۹، شمارہ ۱، ۲، سال ۱۳۷۳ش، صفحات ۶۵ - ۷۷ میں شائع ہوا ہے۔ میں نے البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند کے ایک بلا تاریخ خطی نسخے (شمارہ ۵۰۷) اور کتابخانۂ ملی بورسہ، مکتوبہ ۱۰ صفر ۹۵۷ھ، شمارہ GENEL759 سے استفادہ کیا ہے۔ یہی اشاعت، مقالات عارف، جلد دوم، تہران، ۲۰۰۷ء، صفحات ۳۴۵۔۳۵۷ میں بھی شامل ہیں۔

## قلمی نسخے

والدیہ کے کئی نسخے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں، (۳۴) یہاں صرف ایسے نسخوں کو متعارف کیا گیا ہے جو خواجہ احرار کی وفات کے بعد، پچاس سال کے اندر اندر لکھے گئے۔

۱۔ کتابخانۂ مرکزی دانشگاہ تہران (شمارہ ۵۸۶۱)، مشمولہ مجموعہ رسائل، مکتوبہ ۹۱۶-۹۲۲ھ، کاتب بظاہر عبداللہ المعروف بہ ابورافع بن مولانا دوست بن مولانا حسین (بن) مولانا ابوالحسین فرغانی سمرقندی ہے۔ یہ نسخہ میں نے خود دیکھا ہے۔

۲۔ گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۳۹۳، مجموعہ، صفحہ ۱۰ تا ۳۰، ابتدا میں اس کا نام ''رسالہ خواجہ عبداللہ [کذا] سمرقندی در طریقۂ نفس'' درج ہے، تاریخ کتابت مجموعہ ۹۰۰ھ، لیکن والدیہ کے ترقیمے میں اس کی تاریخ کتابت ''تسع و عشر و سبعمائة'' (۷۱۹ھ) پڑھی جاتی ہے جو بالکل ہی غیر متعلق ہے، شاید 'تسع و عشر و تسعمائة' (۹۱۹ھ) ہو۔ اس مجموعہ کا کاتب محمد سعید، باخرز کے نواحی قریہ ارزنہ کا رہنے والا تھا اور یہ مجموعہ کسی ناگوار حادثے کے پیش نظر وطن سے دور کسی اور مقام پر بیٹھ کر کتابت کیا۔

۳۔ ذاتی کتب خانہ خواجہ محمد سلیم، استاد پشاور یونی ورسٹی، پشاور، بقلم امیر محمد بن امیر عالم بن محمد بخارائی، ۹۴۰ھ، ۲۰ص۔

۴۔ گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۵۶۸۵، فقرات کے ساتھ، مکتوبہ محرّم

۹۴۱ھ۔ (۳۵)

۵۔ تاشقند یونی ورسٹی، تاشقند، شمارہ HB.Kat 09/934، مجموعہ رسائلِ احرار میں، ورق ۱تا۸، مکتوبہ ۹۴۵ھ۔ (۳۶)

## ترکی تراجم

ظہیرالدین محمد بابر (۸۸۸-۹۳۷ھ) نے ۸ ربیع الاوّل ۹۳۵ھ کو والدیہ کا چغتائی ترکی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ مثنوی کی شکل میں ہے اور بحرِ رمل (فعلاتن فعلاتن فعلن) کے ۲۴۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ بابر نے بابر نامہ میں والدیہ کا ترجمہ کرنے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے:

''بروز جمعہ، ۲۳ ماہ صفر، ۹۳۵ھ، میرے جسم میں بخار کی کیفیت کچھ اس طرح ظاہر ہوئی کہ مسجد میں نماز جمعہ بھی بڑی مشکل سے ادا کر پایا۔ نماز ظہر احتیاطی، اپنے کتب خانہ میں آ کر کچھ توقف کے بعد، وہ بھی بدقت ادا کی۔ تیسرے روز اتوار کو پھر بخار آ گیا، مجھ پر تھوڑی کپکپی بھی طاری ہوگئی۔ منگل کی شب، ۲۷ صفر کو حضرت خواجہ عبید کے رسالہ والدیہ کو اشعار میں ڈھالنے کا خیال ہوا۔ حضرت خواجہ کی روح سے التجا کی اور دل میں یہ خیال گذرا کہ اگر یہ نظم حضرت خواجہ کے ہاں قبول ہوگئی، جیسے صاحبِ بردہ کا قصیدہ مقبول ہوا تھا اور صاحبِ قصیدہ فالج کی بیماری سے صحت یاب ہوگئے تھے، تو میں بھی اس بیماری سے شفایاب ہو جاؤں گا اور یہ میری نظم کی مقبولیت کی دلیل ہوگی۔ چنانچہ اسی نیّت سے اس رسالہ کو، بحرِ رمل مسدس مخبون، ضرب کبھی ابتر، کبھی مخبون محذوف میں، جیسا کہ مولانا جامی کی سبحۃ الابرار کا وزن ہے، ترجمہ کرنا شروع کیا۔ پہلی رات تیرہ شعر ہوگئے۔ اہتمام کے ساتھ روزانہ دس اشعار سے کم کا ترجمہ نہ ہوتا۔ غالبًا ایک روز ترجمے کا ناغہ بھی ہوا۔ گذشتہ سال، بلکہ جب بھی، مجھے ایسا عارضہ ہوتا، کم از کم چالیس روز طول پکڑتا۔ لیکن اس دفعہ عنایت الٰہی اور حضرت خواجہ کی توجہ سے، بروز جمعرات، ۲۹ صفر کو بخار کا زور ٹوٹ گیا اور پھر اس عارضہ سے خلاصی ہوگئی۔ ہفتہ کے دن، [۸] ماہ ربیع الاوّل کو، رسالہ کا منظوم ترجمہ اختتام

پذیر ہوا۔ روزانہ باون اشعار کا ترجمہ کیا۔"(۳۷)

بابر نے اپنے ترجمہ کے چار نسخے بنوائے، تین اپنے بیٹوں ہمایون، ہندال اور کامران کے لیے اور ایک خواجہ کلان میر بن مولانا محمد کو بھیجا۔(۳۸)

ابوالفضل نے اکبر نامہ میں بابر بادشاہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے: "رسالہ والدیۂ احرار کو منظوم کیا ہے اور یہ بے حد دل پذیر ہے۔"(۳۹) لیکن ترک محقق محمد فواد کوپریلی، جنھوں نے یہ ترجمہ مرتب کر کے چھاپا ہے، ان کا کہنا ہے اگرچہ اس ترجمہ کے اشعار سادہ اور دل پذیر ہیں، لیکن ان کی کوئی ادبی حیثیت نہیں ہے، اس ترجمہ کی اہمیت محض بابر کی تصوّف کی طرف جھکاؤ کے ثبوت کے طور پر ہے۔(۴۰)

بابر کا ترجمہ والدیہ تین بار چھپ چکا ہے:

۱۔

E.Denison Ross," A Collection of Poems by the Emperor Babur", *Journal of Asiatic Society of Bengal*, Calcutta,1910,Extra No.

۲۔

M.F.Koprulu, *Milli Tetecbu'lar Mecmuasi*,[Istabnul], No.1,pp.113-124.

۳۔ باہتمام اکمل ایوبی، از مطبوعات علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ۱۹۶۸ء، ۵۱+28 ص، اس کا سرورق "رسالہ والدیہ ترجمہ سی" ہے۔

صلاحی عبداللہ نے بابر کے ترجمہ کو، جو کہ چغتائی ترکی میں تھا، عثمانی ترکی میں ڈھالا ہے۔ اس ترجمہ کا ایک نسخہ روم (اٹلی) میں ہے۔(۴۱)

اس کے علاوہ بھی کچھ تراجم ہیں جیسے خضر بیگ (م۹۲۴ھ)، محمد امین توقادی (م۱۱۵۸ھ)، محمد رفعت (م۱۲۶۹ھ) اور خارپوتلو بیگ زادہ علی (م۱۳۲۲ھ) کے تراجم۔(۴۲)

مخدوم اعظم احمد کاسانی نے اپنے رسالہ بابریہ کے دیباچے میں لکھا ہے کہ عبیداللہ خان ازبک نے اپنے حالات اور رسالہ والدیہ، جو حضرت ایشان [یعنی عبیداللہ خان؟] نے نظم میں

ڈھالا ہے، میرے پاس بھیجا اور میں اس کی رباعیات کی شرح لکھ رہا ہوں۔ (۴۳)

## عربی ترجمہ

ایک نامعلوم مترجم نے، والدیہ کا عربی ترجمہ عروۃ الوثقیٰ لارباب الارتقا کے نام سے کیا ہے۔ اس ترجمے کا قلمی نسخہ ذخیرۂ علی امیری (عربی)، کتب خانہ ملت، استنبول، شمارہ ۱۰۴۱، ورق ۱تا۱۷ موجود ہے۔ (۴۴) اسماعیل پاشا بغدادی (۴۵) اور کحالہ (۴۶) نے عروۃ الوثقیٰ ہی کو احرار کی تصنیف قرار دیا ہے، حالانکہ یہ ان کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔

## ۳۔ حورائیہ/شرح رباعی ابوسعید ابوالخیر

فارسی ادب میں ''حورائیہ'' نویسی کی ایک پوری روایت رہی ہے۔ ڈاکٹر محمد رضا شفیعی کدکنی نے، جو کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر (۳۵۷-۴۴۰ھ) پر قابل قدر تحقیقات انجام دے چکے ہیں، اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ابوسعید سے منسوب ایک رباعی کا فارسی ادب میں عجیب وغریب معاملہ ہے۔ اس رباعی پر بارہ سے زائد شرحیں لکھی گئیں۔ یہ رباعی وہی حورائیہ ہے جس کے بارے میں اسرار التوحید میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے:
>
> کہتے ہیں کہ استاد بوصالح کو، جو ہمارے شیخ [ابوسعید] کے مُقری تھے، کوئی بیماری لاحق ہوئی اور وہ صاحب فراش ہوگئے۔ ہمارے شیخ نے خواجہ ابوبکر مودب کو، جو شیخ کے بیٹوں کے اتالیق تھے، بلوایا اور فرمایا کہ قلم، دوات اور کاغذ کا ایک ٹکڑا لاؤ تا کہ بوصالح کے لیے تعویذ لکھواوں اور تم لکھو۔ کاغذ، قلم اور دوات پیش ہوئے۔ شیخ نے فرمایا لکھو:
>
> حورا بہ نظارۂ نگارم صف زد
> رضوان بعجب ماند و کف بر کف زد
> یک خال سیہ بر آن رخان مطرف زد
> ابدال ز بیم چنگ در مصحف زد (۴۷)
>
> خواجہ بوبکر مودب نے ایسا ہی لکھا اور وہ تعویذ استاد بوصالح کے پاس لے

جا کر ان کے بازو سے باندھ دیا۔ ان میں فوراً صحت کے آثار نمودار ہوئے، اور وہ اسی روز گھر سے باہر آ گئے اور بیماری دور ہو گئی۔،،(۴۸)

اس کے بعد ڈاکٹر شفیعی کدکنی نے حورائیہ کی بارہ شرحیں گنوائی ہیں۔(۴۹) ہم یہاں صرف شارحین کے ناموں پر اکتفا کریں گے: شیرین مغربی (۷۴۹-۸۰۹ھ)؛ شاہ نعمت اللہ ولی (۷۳۱- ۸۳۴ھ) نے حورائیہ کی چار شرحیں لکھی ہیں؛ شاہ قاسم انوار (۷۵۷- ۸۳۷ھ)؛ یعقوب چرخی (۷۶۳-۸۵۱ھ)؛ آذری طوسی (۷۸۴-۸۶۶ھ)؛ خواجہ احرار (۸۰۶-۸۹۵)؛ قاضی میر حسین میبدی (م ۹۰۹ھ)، نجم بن قطب الاسلام شریکی (دسویں صدی ہجری)؛ نوراللہ شوشتری (م ۱۰۱۹ھ)۔ اس کے علاوہ اشرف جہانگیر سمنانی (م ۸۲۹ھ) نے بھی حورائیہ پر شرح لکھی جس کا قلمی نسخہ سید وحید اشرف، استاد مدراس یونی ورسٹی کے پاس ہے۔(۵۰) کچھ اور شرحیں بھی دستیاب ہیں جن کے شارحین کے نام معلوم نہیں ہیں۔(۵۱)

## حورائیہ احرار/متن کا جائزہ اور مندرجات

خواجہ احرار کی دیگر تصانیف کے برخلاف، حورائیہ وہ واحد تصنیف ہے جس میں خواجہ احرار نے اپنا نام بطور مصنّف ذکر کیا ہے۔ رسالہ ایک مختصر عربی دیباچہ، جو حمد و نعت پر مشتمل ہے، سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سبب تصنیف بتایا گیا ہے کہ مصنّف کو شیخ ابو سعید کی رباعی کے معانی جاننے کا شوق تھا اور اس کے لیے شیخ کی روح سے بھی استمداد کرتے رہے۔ لیکن دنیاوی مصروفیات کے باعث اس کے معانی ذہن سے نکل جاتے تھے۔ اسی اثنا میں امیر الامرا جلال الدین امیر بایزید(۵۲) نے بعض صوفیہ سے اس رباعی کے معانی پوچھے اور انھوں نے دیگر صوفیہ کی تشریح کے مطابق اس کے معانی نقل کر دیے۔ خواجہ احرار ان تشریحات سے مطمئن نہ تھے۔ خاص طور پر بیمار کے سرہانے اس رباعی کے پڑھنے کے طریقے کے بارے میں جو توجیہ کی جاتی تھی وہ ان کے خیال میں دور از فہم تھی۔ کچھ عرصہ گذرا تو خود حضرت فیّاض حقیقی نے ان کے قلب پر اس رباعی کے معانی القاء کر دیے اور وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ خواجہ احرار کے خیال میں اس رباعی کے مفہوم کا تعلق روح سے ہے، اسی لیے انھوں نے رباعی کی تشریح سے قبل انسانی روح کی تخلیق کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی ہے۔

خواجہ احرار نے اس رباعی میں استعمال ہونے والے بعض کلمات کی جو تشریح کی ہے وہ اس طرح ہے:

**حورا**: موت کے وقت، بیمار کے سرہانے حوروں اور ان کے علاوہ جو جماعت حاضر ہوتی ہے۔

**نگار**: انسانی روح، جسے مقام محبوبی حاصل ہے۔

**رضوان**: عقل، جو قلب کے بہشت کا داروغہ اور محافظ ہے۔

**خال سیاہ**: مرنے والے میں موت کے وقت ظاہر ہونے والی ذلت اور خواری، یا اس سے مراد وہ حقیقی فقر [غربت/ تہی دستی] ہے جو روح کو مشاہدہ کے وقت حاصل ہوتا ہے۔

**ابدال**: قوائے نفسانی ہیں، تغیّر وتبدّل ان کی ماہیت کا لازمہ ہے۔

**مصحف**: حقیقت انسانی ہے جو نسخہ جامع اور مظہر کلّ ہے۔

**چنگ زدن**: اپنے رتبہ کے تنزل کی اطلاع پاتے ہی [قوائے انسانی] کا روح کا دامن پکڑنا اور روح کا اونچا مرتبہ مراد ہے۔

خواجہ احرار نے رسالہ کے اختتام پر اس رباعی کی شفا بخش تاثیر کے بارے میں اپنا نظریہ یوں بیان کیا ہے:

> ''اگر کوئی یہ رباعی ایسے بیمار کے سرہانے پڑھے جس کے دل میں حقّ سبحانہ کی محبت ہو اور وہ اسے سمجھ کر خدا کی طرف رجوع کرے تو یقیناً اس کے دل میں سرور پیدا ہوگا، کیوں کہ محبت کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیّت یہ ہے کہ محبّ کو محبوب کی ملاقات سے بہتر کوئی لذّت نہیں ہوتی۔'' (۵۳)

خواجہ احرار نے یہ شرح لکھتے وقت قرآنی آیات، احادیث، اشعار اور بزرگوں کے اقوال سے مدد لی ہے۔ اس رسالہ کی اہمیّت، تصوّف میں علامت نگاری کی وجہ سے ہے۔

آغاز: **الحمد للہ فیاض الحکم والمواھب و موصل الطالبین الی المطالب. والصلوۃ علی حبیبہ الذی حلّاہ بعلوّ الھمّۃ واحراز المراتب و فاز اتباعہ فی اتباعہ بجمیع المقاصد والمآرب.** امابعد؛ بدان کہ این فقیر را بسی شعف می بود بہ دانستن معانی رباعی قطب الاولیا سلطان ابوسعید ابی الخیر قدس اللہ روحہ.

اختتام: زیرا کہ از خواص محبت آن است کہ محبّ را ہیچ لذتی بہتر از ملاقات محبوب نباشد. و اللّٰہ اعلم بالصّواب والیہ المرجع المآب.(۵۴)

مخطوطات

حورائیہ کے چند قدیم مخطوطات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- مرکزی کتب خانہ، تہران یونی ورسٹی، شمارہ ۵۸۶۱، مجموعہ رسائلِ احرار وغیرہ میں، مکتوبہ ۹۲۲-۹۱۶ھ، بہ قلم عبداللہ المشہور بہ ابورافع فرغانی سمرقندی، ص ۸۶-۸۵، میں نے یہ نسخہ دیکھا ہے۔

۲- کتاب خانۂ ملی ملک، تہران، شمارہ ۴۰۵۶، نستعلیق، مجموعہ مکتوبہ ۹۴۰ھ میں، ورق ۲۵۲الف-۲۵۴الف۔(۵۵)

۳- تاشقند یونی ورسٹی، تاشقند، شمارہ HB.Kat09/934 ، بہ قلم عبدالرشید بن محمد سکا کی مشہدی احراری، مکتوبہ ۹۴۵ھ، مجموعہ رسائلِ احرار میں، ورق ۹الف-۱۲۔(۵۶)

۴- کتب خانہ ملّی، بروسہ، ترکی، شمارہ 859GENEL؛ نستعلیق، مکتوبہ ۹۵۷ھ، مجموعہ میں، ورق ۶۶ب-۷۱۔(۵۷)

## اشاعتیں

حورائیہ کئی بار شائع ہو چکا ہے:

۱- ۱۳۱۳ھ/۹۶-۱۸۹۵ء، تہران، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید کے ساتھ بطور ضمیمہ، ص ۳۲۲-۳۲۵

۲- ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء، سینٹ پیٹرزبرگ (St.Petersburg)، مطبع الیاس میرزا بوراغانسکی اینڈ کمپنی، بہ اہتمام والنتین ژوکوفسکی (V.A.Zhukovskiy)، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید کے ساتھ بطور ضمیمہ۔

۳- ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء، تاشقند، مجموعہ رسائلِ احرار میں، ص ۵۴-۵۷

۴- ۱۳۱۳ش/۱۹۳۴ء، تہران، بہ اہتمام احمد بہمن یار کرمانی، اسرار التوحید (تجدید طبع ژوکوفسکی) کے ساتھ بطور ضمیمہ۔

۵- ۱۳۶۹ش/۱۹۹۰ء طبع سوم، تہران، سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر، بہ اہتمام سعید نفیسی، کتاب خانۂ سنائی، تہران کے ساتھ بطور ضمیمہ، ص ۱۲۶-۱۳۵؛ استاد نفیسی نے یہ متن ژوکوفسکی اور بہمن یار کرمانی کی ایڈیشنوں اور دسویں صدی ہجری کے ایک قلمی نسخے کی بنیاد پر ایڈٹ کیا ہے۔

۶- ۱۳۷۹ش/۲۰۰۰ء، بہ اہتمام عارف نوشاہی، رسالہ دانش، اسلام آباد، شمارہ ۶۰-۶۱، ص ۱۷۹-۱۸۶؛ جو بعد میں میرے فارسی مضامین کے مجموعے، مقالات عارف، جلد دوم، بنیاد موقوفات دکتر محمود افشار، تہران، ۲۰۰۷ء، صفحات ۳۵۸-۳۶۵ میں بھی شامل ہوا۔ میں نے اس اشاعت میں البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند کے مخطوطہ ۵۰۷ کو بنیاد بنایا ہے۔ اس پر کوئی تاریخ تو نہیں ہے لیکن یہ صاف ستھرے خط نسخ میں، دسویں صدی ہجری کے اوائل کی کتابت معلوم ہوتا ہے۔ یہ مخطوطہ، مجموعہ رسائلِ خواجہ احرار میں شامل ہے جس میں حورائیہ (ص ۲-۸) کے علاوہ فقرات اور والدیہ بھی موجود ہیں۔ اس نسخے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کسی نے اس کا تقابل دوبار دوسرے نسخوں سے کیا ہے اور اختلافات حاشیے پر رقم کیے ہیں۔ اس نسخہ کی مائیکرو فلم مجھے البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز کے ڈائریکٹر پروفیسر عصام الدین اورن بایف نے فراہم کی۔ میں نے نسخہ تاشقند کی نقل کا دو مزید نسخوں سے مقابلہ کیا۔ ایک گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۵۶۸۵، مکتوبہ محرّم ۹۴۱ھ اور دوسرا کتب خانہ ملّی بورسہ کا نسخہ۔ لیکن ان نسخوں میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ہے۔

## بے نام متفرق رسائل

### ۱۔ رسالہ عرفانی

آغاز: در بیان آنچہ از عزیز بزرگوار حضرت خواجہ احرار قدس سرّہ نقل کردہ می شود۔
اس ابتدائی عبارت سے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خواجہ احرار کی کسی تحریر یا ملفوظات سے اقتباس ہے اور کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔

اس کا قلمی نسخہ ذخیرۂ عبد العظیم قریب، کتب خانہ دانشسرای عالی، تہران [پرانا نمبر ۶۹/۲] میں تھا۔ (۵۸) اب یہ ذخیرہ دانشکدۂ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تہران منقل ہو چکا

ہے۔ میں نے یہ نسخہ دیکھنا چاہا، لیکن کتابدار نے جواب دیا کہ نسخہ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے!

**۲۔رسالہ در بیان توبہ واعمال طریقۂ خواجہ ہا**

اس کا قلمی نسخہ رضا لائبریری، رام پور میں ہے۔[(۵۹)]

## ب: خواجہ احرار سے منسوب رسائل، جن کا انتساب ہنوز تحقیق طلب ہے۔

**ا۔انیس السالکین** [(۶۰)]

تصوّف پر اس کتاب کے بارے میں مزید کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

**۲۔تحفۃ الاحرار**

سعید نفیسی کے بقول:

> ''خواجہ احرار کی تصوّف میں بہت سی تصنیفات ہیں، ان میں ایک تحفۃ الاحرار ہے جو اپنے موضوع پر معروف کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔''[(۶۱)]

مجھے کسی مأخذ میں خواجہ احرار کی تصنیفات میں سے اس نام کی کوئی کتاب نہیں ملی۔ شاید سعید نفیسی کو جامی کی مثنوی تحفۃ الاحرار کے ساتھ مغالطہ ہوا ہے، مولانا جامی نے اس مثنوی کا انتساب خواجہ احرار سے کیا تھا۔

## ج: خواجہ احرار سے منسوب تصنیفات جو تحقیق سے معلوم ہوئیں کہ ان کی تصنیف نہیں ہیں:

**ا۔انفاس نفیسہ** [(۶۲)]

یہ رسالہ دو بار شایع ہو چکا ہے۔ پہلی بار مقامات حضرت خواجہ نقشبند قدس سرّہ تصنیف ابوالمحسن محمد باقر بن محمد علی، طبع بخارا، ۱۳۲۷ھ کے حاشیہ پر صفحات ۲-۱۹۔ دوسری بار ستّہ ضروریہ، طبع مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۹۲۴ء، صفحات ۲-۶ میں۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے اسے اردو میں ترجمہ کر کے رسائلِ نقشبندیہ (ناشر: مکتبہ نبویہ، لاہور) میں شایع کیا ہے۔ طبع بخارا میں مولانا یعقوب چرخی (م ۸۵۱ھ) کے رسالہ انسیہ، مولانا جامی (م ۸۹۸ھ) کے اشعار اور مکتوبات امام ربانی (م ۱۰۳۴ھ) سے اخذ و اقتباس کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاس نفیسہ کے

مصنف کا تعلق گیارہویں صدی ہجری سے بعد کے دَور سے ہے۔

**۲۔تذکرۂ خواجہ عبیداللہ احرار**

یہ اردو رسالہ ''تذکرۂ خواجہ عبیداللہ احرار یعنی مختصر حالات جناب قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ہادی اولیاے زمان، پیشواے علماے دوران، حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی مجدّدی[!] رحمۃ اللہ علیہ'' عنوان سے ملک فضل دین وملک چنن دین وملک تاج دین ککے زئی، ناشران لاہور نے مطبع مشہور عالم، بلا تاریخ، ۱۲ صفحات میں شایع کیا ہے۔اور خاتمہ پر یوں لکھا ہے:'' تمام شد رسالہ خواجہ عبیداللہ احرار''۔اس رسالے کا سرورق اور خاتمہ دونوں گمراہ کُن ہیں۔یہ رسالہ نہ تو خواجہ احرار کا تذکرہ ہے اور نہ ہی ان کی تصنیفات سے کوئی چیز ہے۔بلکہ یہ وہی رسالہ ہے جو پاس انفاس (۶۳) کے نام سے مولانا جامی سے منسوب ہوا ہے۔

**۳۔ذوقیات یا ذوقیہ**

یہ عبیداللہ ملتانی کی تصنیف ہے، جو حافظ محمد جمال ملتانی (م۱۲۲۶ھ) اور خواجہ خدا بخش ملتانی (م۱۲۵۳ھ) کے مرید تھے۔اس کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر محمد اقبال مجدّدی، لاہور کے پاس ہے۔(۶۴)

**۴۔شرح اشعار مشکل فصوص الحکم**

نجیب مائل ہروی نے میری تصنیف، فہرست نسخہ ہاے خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان کراچی کے حوالے سے (۶۵) اس کتاب کو خواجہ احرار سے منسوب کیا ہے!(۶۶) جو کچھ میں نے فہرست میں لکھا ہے وہ سیتل سنگھ بیخود کی تصنیف شرح اشعار مشکل فصوص الحکم کے بارے میں ہے۔چونکہ اسی صفحہ پر، بیخود کی شرح کے بعد، خواجہ احرار کے رسالہ فقرات کا اندراج ہوا ہے، ان دو عنوانات کی قربت سے مائل ہروی صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔خواجہ احرار کی تصنیفات سے کسی ایسی شرح کا وجود نہیں ہے۔

**۵۔مثنوی صداے دل**

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ، ہمدرد لائبریری، کراچی، شمارہ: د3-42 میں موجود ہے۔اس کتب خانے کی فہرست میں اسے خواجہ احرار کی تصنیف بتایا گیا ہے!(۶۷) حالانکہ یہ ناصر علی سرہندی (م۱۱۰۸ھ) کی فارسی مثنوی نقاش وصورت ہے۔

## ۶۔نور وحدت

یہ رسالہ، کاتبوں، فہرست نویسوں اور ناشروں نے مختلف مصنّفین سے منسوب کیا ہے۔ جیسے نصیرالدین چراغ دہلی (م۷۵۷ھ)[۶۸]، خواجہ احرار[۶۹]، خواجہ باقی باللہ دہلوی (۱۰۱۲ھ)[۷۰]، خواجہ محمد عبداللہ معروف بہ خواجہ خُرد بن خواجہ باقی باللہ (م۱۰۷۵ھ)[۷۱]، اور خواجہ عبداللہ معروف بہ خواجہ حورا متخلص بہ مغربی[۷۲]۔

نور وحدت، طبع شیراز میں ایک عبارت جو متن کا حصّہ نہیں ہے، یوں ہے:

''ہذہ رسالہ المسمٰی بہ نور وحدت، من تصنیفات حضرت قدوۃ المحققین وبرہان المدققین، عارف باللہ، خواجہ عبداللہ المعروف بہ خواجہ حورا، المتخلص بہ مغربی قدس اللہ سرّہ وافاض علی الطالبین فتوحہ، شب جمعہ مبارک درعرس خواجہ بہاء الدین المعروف بہ نقشبندی [کذا] قدس اللہ سرّہ العزیز سیم ربیع الاوّل فی سنہ ۱۰۵۳ اتفاق افتاد وشروع اظہار این اسرار واقع شد۔''[۷۳]

اس عبارت میں لفظ ''عُرس'' برّصغیر کی اصطلاح ہے۔خواجہ احرار سے اس کے انتساب کی وجہ عبداللہ حورا[۷۴] کے نام کے ساتھ ان کی شباہت ہے ورنہ اس کا خواجہ احرار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

## حواشی

۱۔ نیشنل میوزیم اف پاکستان، کراچی کے قلمی نسخہ، شمارہ N. M. 1974-108 میں یوں ہی درج ہے لیکن البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۵۰۷ میں کاتب نے ''فقرہ'' کی جگہ دائرہ بطور علامت استعمال کیا ہے۔

۲۔ فہرس المخطوطات الفارسیہ، دار الکتب، قاہرہ، ج ۲، ص ۳۲

۳۔ یہ نام طبع حیدرآباد، دکن میں ہے۔

۴۔ < فہرست ازبکستان >، ج ۳، شمارہ ۲۷۱

۵۔ ایضاً، ج ۳، ش ۲۷۲

۶۔ فہرس المخطوطات الفارسیہ دار الکتب قاہرہ، ج ۲، ص ۳۲ کے مصنّف نے خواجہ احرار کے عہد حیات کو مدنظر رکھے بغیر تاریخِ تألیف ۳ ربیع الاوّل ۱۱۵۵ھ لکھی ہے۔ فہرستِ نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۳۰۱ میں یہی تاریخ وہاں سے نقل کی گئی ہے۔

۷۔ فقرات (نسخہ کراچی)، ص ۲۰۹

۸۔ ملفوظات، بند ۳۲۶، یہ سفر ۸۲۸ھ میں پیش آیا۔

۹۔ فہرست المخطوطات الترکیۃ العثمانیہ دار الکتب قومیہ مصر، ج ۱، ص ۲۳۵

۱۰۔ فقرات (نسخہ کراچی)، ص ۴، ۹

۱۱۔ ایضاً، ص ۵۵، ۸۳، ۱۴۷، ۱۷۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۳۷، ۱۷۵

۱۳۔ آغاز وانجام نسخہ کراچی سے نقل کیا گیا ہے۔

۱۴۔ آغاز واختتام نسخہ کراچی، نیشنل میوزیم اف پاکستان، نمبر N. M. 1974-108 سے نقل کیا گیا ہے۔

۱۵۔ مزید معلومات اور فقرات کے نسخوں سے متعلق مکمل راہنمائی کے لیے دیکھیے: فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، ج ۳، ص ۱۷۴۷-۱۷۴۹؛ مرآۃ التصوّف ۸۸؛ <استوری>، ج ۱/۲، ص ۹۶۴؛ < فہرست ازبکستان >، ج ۳، ش ۲۷۱-۲۷۲، ج ۸، ش ۴۲۰؛ < فہرست نسخہ ہای خطی فارسی وتاجیکی در انستیتوی آسیایی، ماسکو >، ج ۱، ص ۴۰۰؛ < فہرست مخطوطات موزہ مولانا >، ج ۲، ص ۳۳

۱۶۔ دونوں نسخوں کی اہم معلومات فہرستِ مأخذ میں درج کی گئی ہیں۔

۱۷۔ فقرات، (نسخہ کراچی)، ص ۱۰۵-۱۱۵

۱۸۔ حامد الگار نے اپنے مقالے < تاریخِ مختصر نقشبندیہ > مشمولہ < نقشبندیان >، ص ۲۱ پر ۱۳۲۷ھ میں بخارا میں چھپنے والی محمد باقر کی مقامات شاہ نقشبندیہ کے حاشیے میں شائع شدہ فقراتِ احرار سے استناد کیا ہے۔ جو رسالہ، مقاماتِ شاہ نقشبندیہ کے حاشیے پر چھپا ہے وہ خواجہ احرار سے منسوب انفاس نفیسہ ہے، فقرات نہیں۔

۱۹۔ ''نظام'' حیدر آباد کے حکمرانوں کا لقب ہے۔ آخری نظام، میر عثمان علی خان تھا جو ۱۹۱۱ء کو تخت نشین ہوا اور ۱۹۴۸ء میں معزول ہوا۔

۲۰۔ نجدت طوسون، ''انتقادی مقالہ''، فکر و نظر، اسلام آباد، اپریل-جون ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۸

۲۱۔ فہرس المخطوطات الفارسیہ دار الکتب قاہرہ، ج ۱، ص ۸۹

۲۲۔ فہرست المخطوطات الترکیۃ العثمانیہ دار الکتب قومیہ قاہرہ، ج ۱، ص ۲۳۵

۲۳۔ فہرس المخطوطات الفارسیہ دار الکتب قاہرہ، ج ۱، ص ۸۹؛ فہرست المخطوطات الترکیۃ العثمانیہ دار الکتب قومیہ قاہرہ، ج ۱، ص ۲۳۵

۲۴۔ حامد الگار نے اپنے مقالے < متقدم نقشبندیوں پر ابن عربی کے اثرات >، < نشریۂ تحقیقات اسلامی >، ص ۱۰ میں اس اشاعت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲۵۔ نفحات الانس، ص ۴۰۶-۴۱۲

۲۶۔ طریقۂ خواجگانِ نقشبند، ص ۵

۲۷۔ < فہرست دانشگاہِ تاشقند >، ص ۲۱

۲۸۔ والدیہ، (تاشقند)، ص ۲-۳

۲۹۔ ایضاً، ص ۴

۳۰۔ ایضاً، ص ۶ و ۱۴

۳۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۹

۳۲۔ اکبر نامہ، ج ۱، ص ۱۱۸

۳۳۔ اوّل و آخر کی عبارت نسخہ تاشقند سے نقل کی گئی ہے۔

۳۴۔ والدیہ کے تمام معلومہ نسخوں کا شمار بہت مشکل ہے۔ ان میں سے چند ایک کے کوائف کے لیے ملاحظہ ہو: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۳۹۷، رسالہ در معرفت؛ فہرست، مشترکِ نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، ج ۳، ص ۲۰۹۵-۲۰۹۶؛ فہرستوارۂ کتابہای فارسی، ج ۸، ص ۱۰۲۶؛ <استوری>، ج ۱/۲، ص ۹۶۴ اور اسی کتاب کا روسی ترجمہ از Yu. U. Bregel، طبع ماسکو، ۱۹۷۲م، ج ۳، ص ۸۲۹

۳۵۔ نسخہ ۲، ۳، ۴ کے کوائف کے لیے دیکھیے: فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۲۰۵۹

۳۶۔ <فہرست دانشگاہ تاشقند> ص ۱۹

۳۷۔ بابر نامہ (ترکی)، ۳۴۶، بابر نامہ (انگریزی) ۶۰۴، ۶۱۹-۶۲۰؛ بابر کے اس اقتباس کا اردو ترجمہ بابر نامہ کے فارسی ترجمہ تجارب الملوک، ص ۲۲۷ کو سامنے رکھ کر میں نے خود کیا ہے۔ بابر نامہ کے مطبوعہ اردو تراجم دستیاب ہیں، لیکن یہ غیر معتبر ہیں۔ اس کی ایک حالیہ مثال وقائع بابر، مطبوعہ شہر بانو پبلشرز، کریکاڈی، اسکاٹ لینڈ، ۲۰۰۷ء ہے۔ بابر نامہ کا یہ اردو ترجمہ، عبدالرحیم خانِ خانان کے فارسی ترجمہ [ تجارب الملوک ] پر مبنی ہے اور ڈاکٹر یونس جعفری نے کیا ہے۔ اس پر حواشی اور جزئیات کا اضافہ ڈاکٹر حسن بیگ نے کیا ہے۔ ڈاکٹر جعفری نے بھلے ترجمہ مطابق بہ اصل کیا ہو لیکن کمپوزنگ کے مرحلے میں اس کا حلیہ بالکل بگڑ چکا ہے اور شاید ہی کوئی ایسا صفحہ ہو جہاں کوئی غلطی نظر نہ آئے۔ جو اقتباس میں نے ترجمہ کیا ہے، اور میرا ماٰخذ بھی خانِ خانان ہی کا ترجمہ ہے، اسی اقتباس کا ایک ترجمہ شدہ جملہ از ڈاکٹر یونس جعفری، صفحہ ۳۱۰ سے ملاحظہ فرمائیں:

''چنانچہ میں نے بطور احتیاط باقی نماز کتب خانے میں آکر ادا کیں [ کذا: ]۔''

یہ ترجمہ ہے فارسی جملے ''نماز پیشین احتیاطی را در کتابخانہ آمدہ بعد از یک زمانی بہ تشویش گزاردم۔'' فاضل مترجم نے فقہ حنفی کے ایک اہم مسئلہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بابر نے یہ کہا ہے کہ نماز جمعہ تو اس نے مسجد میں ادا کی لیکن نماز ظہر احتیاطی جو بعض احناف، نماز جمعہ کے بعد پڑھتے ہیں، اپنے کتب خانہ میں آکر ادا کی۔ باریک بینی سے دیکھا جائے تو ترجمے میں ''بعد از یک زمانی بہ تشویش'' کی کیفیت کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس غلطی کو کمپوزنگ کے کھاتے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔

ڈاکٹر یونس جعفری: ''جس طرح مصنف کا قصیدہ بردہ قبول ہوا''

یہ ترجمہ ہے ''چنانچہ قصیدۂ صاحبِ بردہ مقبول شد'' کا۔ ترجمے میں ''مصنف کا قصیدہ'' سے ذہن بابر کی طرف جاتا ہے۔ اس سہو کو بھی بے چارے کمپوزر کی گردن پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ ہاں سبحۃ الابرار کو سبحۃ الابرار

اور بحر رمل مسدس مخبون کو مجنون لکھنا کمپوزنگ کی غلطی ہو سکتی ہے!

۳۸۔ بابر نامہ (ترکی)، ۳۴۶،

۳۹۔ اکبر نامہ، ج ۱، ص ۱۱۸

۴۰۔ محمد فواد کوپریلی، ''بابر، ظہیر الدین محمد''، مشمولہ دانشنامہ جہان اسلام، بنیاد دائرۃ المعارف اسلامی، تہران، ۱۳۶۹ش/۱۹۹۰ء، ج ۱، ص ۶۱-۶۳

۴۱۔ <ادبیات ترکی>، ص ۱۷۹

۴۲۔ نجدت طوسون، ''انتقادی مقالہ''، فکر و نظر، اسلام آباد، ج ۳۹، ش ۳، اپریل-جون ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۸

۴۳۔ فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش، ج ۲، ص ۶۷۲

۴۴۔ اس کا عکس ڈاکٹر نجدت طوسون نے مجھے فراہم کیا۔

۴۵۔ ایضاح المکنون، ج ۳، ص ۱۴۹؛ ہدیۃ العارفین، ج ۵، ص ۶۵۰

۴۶۔ معجم المولفین، ج ۶، ص ۲۴۶

۴۷۔ حورائیہ (نسخہ تاشقند)، ص ۲ میں یہ رباعی اس طرح نقل ہوئی ہے:

حورا بہ نظارۂ نگارم صف زد
رضوان ز تعجب کف خود بر کف زد
آن خال سیہ بران رخان مطرف زد
ابدال ز بیم چنگ در مصحف زد

۴۸۔ اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، ج ۱، ص ۲۷۴-۲۷۵

۴۹۔ مقدمہ، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، ج ۱، صد و نوزدہ تا صد و بیست، آج سے کوئی اکیس سال پہلے ڈاکٹر شفیعی کدکنی نے یہ مقدمہ لکھا تھا اور اس میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ انھوں نے مذکورہ بارہ شرحوں کو موجود قلمی نسخوں کی بنیاد پر تدوین کیا ہے اور یہ طباعت کے لیے تیار ہیں۔ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے یہ مجموعہ شروح حورائیہ تا حال بہ اہتمام شفیعی کدکنی شایع نہیں ہوا ہے۔

۵۰۔ مجلّہ دانش، اسلام آباد، شمارہ ۲، ص ۱۷۲

۵۱۔ حورائیہ کی معلوم اور نا معلوم شارحین کی شرحوں کی تفصیل مع کیفیت مخطوطات کے لیے دیکھیے: شفیعی کدکنی، مقدمہ اسرار التوحید، ج ۱، ص ۱۲-۲۲؛ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۳۶-۱۱۳۳؛ ج ۵،

ص ۳۴۴۸؛ فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۲۴-۱۴۲۲؛ نسخہ ہای خطی، دفتر ۱۱ و ۱۲، ص ۵۶۹ یہاں جس شرح کو میر سید علی ہمدانی سے منسوب کیا گیا ہے وہ دراصل شاہ نعمت اللہ کرمانی کی ہے؛ اسماعیل حاکمی، ''سیری در رسالہ ہای حورائیہ''، مجلّہ دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی دانشگاہ تہران، سال ۲۶، شمارہ ۱-۴، ص ۲۳-۳۲؛ فہرستوارۂ کتابہای فارسی، ج ۷، ص ۳۱۸-۳۲۲

۵۲۔ سعید نفیسی نے سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر، ص ۱۲۷ کے حاشیے پر یہ گمان ظاہر کیا ہے کہ بایزید بظاہر سلطان اویس جلایر کا، جس کا والد ۷۶۵ تا ۷۷۶ھ حکمران رہا تھا، چوتھا بیٹا ہے۔ لیکن میرے خیال میں وہ سلطان حسین بایقرا کا ایک امیر جلال الدین سید مزید (کذا) ہے، دیکھیے: مطلع سعدین، ج ۲، ص ۱۲۰۰، ۱۲۰۳، ۱۲۱۴، ۱۲۳۰

۵۳۔ حورائیہ، ورق ۱۷ب-۱۸الف

۵۴۔ آغاز اور اختتام نسخہ تاشکند، شمارہ ۵۰۷ کے مطابق ہے۔

۵۵۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۱۳۳

۵۶۔ < فہرست دانشگاہ تاشقند >، ص ۱۹-۲۰

۵۷۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانۂ بروسہ، ص ۳۲۱

۵۸۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۱۵۸؛ یہاں اسی رسالہ کا ایک اور نسخہ دارالکتب قاہرہ میں دکھایا گیا ہے، وہ دراصل والدیہ کا نسخہ ہے۔

۵۹۔ تصوف برصغیر میں، ضمیمہ، ص ۳۷

۶۰۔ ایضاح المکنون، ص ۱۴۹

۶۱۔ تاریخ نظم ونثر در ایران، ج ۱، ص ۲۶۴

۶۲۔ انفاس نفیسہ (طبع بخارا)، ص ۱۴-۱۵ میں تہجد کی نماز کی رکعتوں کے بیان میں یہ حوالہ موجود ہے: ''چنانچہ امام ربانی در مکتوبات این چنین قرار دادہ اند''، لیکن طبع دہلی میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

۶۳۔ پاس انفاس کے لیے دیکھیے: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان کراچی، ص ۸۷۰

۶۴۔ کتابخانہ ہای پاکستان، ج ۱، ص ۱۴۵؛ فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۱۴۶۸

۶۵۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان کراچی، ص ۲۴۶

۶۶۔ مقدمہ مصحح، الجانب الغربی فی حل مشکلات الشیخ محی الدین ابن عربی، ص ۱۵؛ مزید حیرت انگیز امر یہ ہے

کہ مائل ہروی نے لکھا ہے کہ اس شرح کے کچھ اور نسخے بھی پاکستانی کتب خانوں میں موجود ہیں! اور چند فہرستوں کا حوالہ دیا ہے۔ درحقیقت محولہ فہرستوں میں فقرات کا تعارف ہوا ہے نہ کہ شرح اشعار فصوص الحکم کا۔ حامد الگار نے بھی مائل ہروی کے اسی بیان کے حوالے سے اپنے مضمون < متقدم نقشبندیوں پر ابن عربی کے اثرات > ص ۹ میں اس شرح کو خواجہ احرار کی تصنیف قرار دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۶۷۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانۂ ہمدرد کراچی، ص ۱۲۷

۶۸۔ فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۲۰۸۴

۶۹۔ نسخہ ہای خطی، دفتر ۹، ص ۱۷۸؛ دفتر ۱۲۱۱، ص ۹۴۷؛ فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانۂ ملّی ملک، ج ۵، ص ۳۵۱

۷۰۔ فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۲۰۸۳۔۲۰۸۴

۷۱۔ ایضاً

۷۲۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۴۷۲، نور وحدت کے ایرانی ایڈیشن میں مصنف کا نام خواجہ عبداللہ حورا مغربی اور ہندوستانی ایڈیشن میں خواجہ عبداللہ معروف بہ خواجہ خُرد آیا ہے۔ دیکھیے: مجموعہ رسائلِ عوارف المعارف، از آثار عرفای نامی، انتشارات کتابخانۂ احمدی، شیراز، ۱۳۶۳ش، ص ۸۴۔۱۰۳؛ نور وحدت، طبع لکھنو، ۱۳۰۱ھ

۷۳۔ نور وحدت (طبع شیراز)، ص ۸۴

۷۴۔ ریاض العارفین، ص ۲۱۴ کے مصنف نے لکھا ہے کہ "شیخ مغربی نام کے بہت سے لوگ گذرے ہیں۔" ان میں سے معروف ترین ہمنام محمد شیرین مغربی تبریزی (م ۸۰۹ھ) ہیں جن کے حالات نفحات الانس، ص ۶۱۰ پر موجود ہیں۔

# ملفوظات ومکتوباتِ خواجہ احرار

# ملفوظاتِ خواجہ احرار کے مجموعے

خواجہ احرار کے ملفوظات کے دو مجموعے مرتّب ہوئے ہیں۔

## پہلا مجموعہ ملفوظات

میر عبدالاوّل نیشاپوری نے، جن کے حالات پہلے گذر چکے ہیں، خواجہ احرار کے ملفوظات کا جو مجموعہ جمع اور قلم بند کیا ہے، قدیم مآخذ میں اس کے مختلف نام ملتے ہیں، جیسے مسموعاتِ میر عبدالاوّل، کلمات قدسیہ، جمع میر عبدالاوّل، جمیع میر عبدالاوّل اور ملفوظات احرار۔ (۱) ان ملفوظات کی کوئی متعین ترتیب نہیں ہے یعنی نہ تو تاریخ (مجالس) وار مرتّب ہوئے ہیں اور نہ ہی موضوع وار۔ قطعیت کے ساتھ یہ تعیّن کرنا بھی مشکل ہے کہ جامع نے کس تاریخ سے ملفوظات لکھنا شروع کیے؟ صرف چند ایک ملفوظات کے صادر ہونے کی تاریخ کی طرف جامع نے اشارہ کیا ہے۔ (۲) اس میں قدیم ترین تاریخ ۸۷۰ھ ہے۔ (۳) چونکہ اس مجموعہ میں خواجہ احرار کی وفات کا واقعہ بھی درج ہوا ہے (۴) اس لیے یقیناً یہ ملفوظات، خواجہ احرار کی زندگی کے کم از کم آخری پچیس سالوں سے متعلق ہیں اور ان کی ترتیب و تدوین ان کی وفات کے بعد ہی عمل میں آئی۔

جیسا کہ مشائخ کی مجالس کا اسلوب ہوتا ہے، ان میں ہر موضوع پر بات ہوتی ہے اور ملفوظات جمع کرنے والا ان تمام باتوں کو قلم بند کر لیتا ہے، خواجہ احرار کی مجالس کا بھی یہی عالم تھا اور ان میں ہر موضوع پر بات ہوتی تھی اور جامع نے یہ سب کچھ جمع اور تحریر کر لیا ہے۔ اس طرح یہ مجموعہ دینی، روحانی، معاشرتی، تاریخی اور تہذیبی موضوعات پر خواجہ احرار کے بیانات اور اقوال کے باعث بہت اہم بن گیا ہے۔ بالخصوص خواجہ احرار کی اپنی زندگی کے واقعات، افکار، کردار، معاصر بزرگوں اور سلاطین کے ساتھ تعلقات اور ماوراء النّہر کی سیاسی اور معاشرتی بساط پر ان کے

کردار پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔

اس مجموعہ میں خواجہ احرار کی زبان سے ان کے بعض معاصر مشائخ وعلما کے بارے میں جو قیمتی معلومات درج ہوئی ہیں وہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتیں۔

خواجہ احرار جب طلبِ معرفت میں ہرات پہنچے تو اس وقت وہاں زندہ مشائخ میں بہاء الدین عمر اور زین الدین خوافی ممتاز تھے۔ خواجہ احرار بالخصوص شیخ بہاء الدین عمر کی مجلس میں متواتر جاتے تھے بلکہ ان کا جسم بھی دباتے تھے (یہ مفہوم ''مٹھی بھرنا'' کہہ کر زیادہ بلیغ طور پر ادا ہوتا ہے)، لیکن ان کے بارے میں ایک نپی تلی رائے بھی رکھتے تھے، فرماتے ہیں:

> ''شیخ بہاء الدین عمر کبھی ظلم مٹانے اور شریعت کی ترویج کے لیے میرزا شاہرخ کے ہاں نہیں گئے۔ انھیں چاہیے تھا کہ شریعت نبوی کی ذمہ داری اپنے سر لیتے اور پورے آداب کے ساتھ میرزا شاہرخ اور دیگر امرا کے پاس جاتے۔ ایسا کرنے میں کیا بے عزّتی ہے؟ عزّت وآبرو تو شریعت کی تعظیم واحترام میں ہے۔ شیخ زین الدین کا بھی یہی حال تھا، وہ بھی نہیں جاتے تھے۔ اگر کبھی کوئی کام ہوتا تو بدھ کے دن۔ میرزا شاہرخ کے خواجہ ابوالولید کے مزار پر آنے کا مقررہ دن۔ صبح صبح مزار پر پہنچ جاتے۔ نماز فجر وہیں ادا کرتے اور جو بات ہوتی شاہرخ سے کہہ دیتے۔ لیکن کبھی یہ معلوم نہ ہوسکا کیا شیخ کا وہاں جانا، ظلم کے خلاف آواز اٹھانے اور کسی غیر شرعی کام کا قلع وقمع کرنے کے لیے تھا، اور نہ ہی بعد میں پتا چلتا کہ شیخ نے شاہرخ سے جو کام کہا ہے آیا وہ مکمّل طور پر انجام پایا؟ شیخ بہاء الدین عمر اپنے ایک ایسے کارندے کو کام کروانے کے لیے امرا کے پاس بھیجتے، جو اس کام کے لیے قطعاً موزوں نہیں تھا اور نہ ہی آداب سے واقف تھا۔ وہ ہرات کے بازاروں اور کوچوں میں اپنا گھوڑا تیز تیز دوڑاتا۔ لوگ اسے ''شیخ کا ایلچی'' کہتے تھے۔ لوگوں کے کام کروانے یہ شخص جاتا تھا، شیخ خود نہیں جاتے تھے۔''(۵)

اس مجموعہ میں معاصر مشائخ کے بارے میں معلومات کے قیمتی ہونے کا اندازہ مندرجہ ذیل ملفوظ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں خواجہ احرار نے تین ہم عصر ''عمر'' نامی مشائخ طریقت کا ذکر کیا ہے۔

''یہ تین بزرگ ایک ہی زمانے میں گذرے ہیں: حضرت شیخ بہاء الدین عمر ہرات میں، شیخ حافظ عمر درد یہ میں اور شیخ حاجی عمر لورستانی شیراز میں، شیخ بشر شیخ حاجی عمر کے مرید تھے۔ شیخ حاجی عمر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے شہر میں جب کبھی خانہ بدوش (لولی) آتے تو وہ ان کا استقبال کرتے اور انھیں بہت نوازتے اور فرماتے: یہ لوگ اپنی فقیری اور بے تکلّفی کی وجہ سے اپنے گدھے اور بوجھ سمیت بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔'' (۶)

بظاہر اس سیدھے سادے ملفوظ میں، ایک نہایت اہم تاریخی اطلاع پوشیدہ ہے اور وہ شیخ حاجی عمر لورستانی کا ذکر ہے۔ میں جب ملفوظات احرار پر کام کر رہا تھا اور اس ملفوظ پر تعلیقہ لکھا (احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار، ص ۴۲۵) تو بہاء الدین عمر ہرات والے اور شیخ حافظ عمر درد یہ والے تو شناخت ہو گئے، لیکن حاجی عمر لورستانی کے بارے میں میں نے خاموشی اختیار کی، کیوں کہ ان کا ذکر نہ کہیں سنا تھا، نہ پڑھا تھا۔ بعد میں مجھے اُن کے حالات پر شمس الدین محمد بن بدرالدین سلیمان کی کتاب معدن الدرر فی سیرۃ الشیخ حاجی عمر (تصنیف ۸۶۹ھ/۱۴۶۴ء) کا قلمی نسخہ استنبول سے مل گیا۔ (۷) جس سے معلوم ہوا کہ حاجی ناصر الدین عمر (۷۱۳ یا ۷۲۳-۸۲۶ھ) سلسلۂ مرشدیہ (منسوب بہ شیخ المرشد ابو اسحاق کازرونی) سے وابستہ تھے۔ اپنے وطن لُرستان سے شیراز آ گئے تھے اور یہاں دوازۂ موردستان میں خانقاہ بنوائی جہاں بعد میں خود بھی دفن ہوئے۔ وہ اپنے وقت کے بااثر شیخ طریقت تھے۔ دربارِ وقت میں بھی رسوخ تھا۔ لیکن کسی ایرانی مورّخ یا تذکرہ نویس نے ان کا نام تک نہیں لیا۔ خواجہ احرار کا مذکورہ ملفوظ، معدن الدرر کے بعد واحد معاصر شہادت ہے جس میں حاجی عمر لُرستانی اور ان کے ایک مرید کا نام لیا گیا ہے اور ان کی سیرت کا ایک پہلو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ حاجی عمر، شاہرخ کی وفات (۸۰۷ھ) کے بعد اس کی جانشینی کے سلسلے میں خراسان (ہرات) گئے تھے، ممکن ہے اس شیخ حاجی عمر کے حالات کی بازگشت اُس وقت تک ہرات میں سنائی دیتی ہو جب خواجہ احرار ہرات اور خراسان میں مقیم تھے۔

اس مجموعہ ملفوظات کے دل چسپ ترین حصّے وہی ہیں جہاں خواجہ احرار نے بڑی صراحت اور بے باکی سے اپنی اور اپنے ہم عصر معاشرے کی تصویر کھینچی ہے۔ مثلاً:

''فرماتے تھے کہ اوائل سیر و سیاحت میں، سردیوں کے موسم میں، ایک بار مولانا

مسافر کے ساتھ، شاہزحیہ میں تھے۔ وہاں ہم جس گھر میں رہتے تھے اس کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا اور گھر کا صحن، گلی سے بہت نیچے تھا۔ بارش ہوتی تو سارا پانی اور کیچڑ اندر آجاتا۔ میں سحر کے وقت مسجد چلا جاتا اور نماز وہاں پڑھتا۔ اکثر راتوں کو وہاں ایسے لوگ جمع ہوتے جو اپنی بیویوں سے لڑ جھگڑ کر مسجد چلے آیا کرتے اور ایک دوسرے سے اپنا دُکھڑا بیان کرتے اور میں سنتا رہتا۔ ان سردیوں میں میرے کپڑے بہت تنگ تھے اور میرا نچلا دھڑ بالکل گرم نہیں ہوتا تھا۔''(۸)

اس ملفوظ میں کئی نکتے پوشیدہ ہیں، ایک تو منظر کشی، دوسرا اپنی عورتوں سے خفا ہونے والے شوہروں کی عادت، تیسرا خود خواجہ احرار کی اپنی حالت۔

یا:

''فرماتے تھے، ایک دن بازارِ مسگران کے نزدیک ایک مسجد میں نماز پڑھی۔ جب باہر نکلا تو میرا جوتا غائب تھا۔ میں کہنہ فروشوں کے بازار چلا گیا اور پانچ عدلی [سکہ رائج الوقت] کا ایک جوتا خرید لیا اور کوئی دو ماہ تک پہنا۔ یہ بات حضرت نے اس مناسبت سے بیان فرمائی تھی کہ ۸۷۶ھ میں ایک درویش نے گھوڑے کی پیٹھ کی کھال سے تیار شدہ جوتا خریدا تھا، اس سے پوچھا تم نے یہ جوتا کتنے میں خریدا؟ اس نے بتایا ۲۳ دینار کا! حضرت احرار نے فرمایا: اتنے پیسوں میں تو غربا کو بہت سی دال روٹی کھلائی جاسکتی ہے۔''(۹)

اس ملفوظ سے ضمنی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سمرقند میں مس گری کی صنعت موجود تھی اور مس گروں کا الگ بازار تھا؛ مسجد سے جوتا چرانے کی رسم بھی تھی؛ پرانی اشیا کی خرید و فروخت کا الگ سے بازار ہوتا تھا؛ معمولی قدر کا سکّہ بھی رائج تھا جس کا نام ''عدلی'' (جیسے پیسہ) تھا، گھوڑے کی پیٹھ کی کھال سے تیار کیا جانے والا جوتا بہت قیمتی سمجھا جاتا تھا۔ اور اس ملفوظ میں پوشیدہ خواجہ احرار کے اخلاق کا پہلو یہ ہے کہ آپ فضول خرچی پسند نہ کرتے اور فضول خرچی کرنے والوں پر اعتراض کرتے اور غریبوں سے ہمدلی رکھتے۔

ان ملفوظات میں جا بجا ہم عصر تاریخ کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ قتلق تیمور کے زمانے میں

خوارزم کا محاصرہ،[۱۰] سلطان محمود میرزا کا محاصرے کی غرض سے سمرقند آنا،[۱۱] باغیوں کا حملہ اور سمرقند کا محاصرہ،[۱۲] تخماق کی طرف سے بخارا کا محاصرہ اور قتلِ عام،[۱۳] ماوراء النّہر میں حاکم بلخ احمد مشتاق کی لوٹ مار[۱۴] وغیرہ ایسے کئی معاصر واقعات کا ذکر ہوا ہے۔

دین وتصوّف کے معارف اپنی جگہ پر ہیں جو دراصل ملفوظات کا بنیادی موضوع ہے۔

میر عبدالاوّل کے جمع کردہ ملفوظاتِ احرار قدیم ایام سے متداول رہے ہیں۔ مولانا محمد قاضی سمرقندی نے سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدیقین کی فصل دوم میں خواجہ احرار کے جو ملفوظات درج کیے ہیں، ان کا مأخذ میر عبدالاوّل کا یہی مجموعہ ہے۔ کاشفی نے بھی رشحات عین الحیات میں اسی مجموعے سے استفادہ کیا ہے۔

اس مجموعہ ملفوظات کے قلمی نسخے عام ملتے ہیں۔ میں نے اسے پانچ قلمی نسخوں کی مدد سے تصحیح کیا اور اپنی کتاب احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار میں (صفحات ۹۸ تا ۴۹۴) شامل کیا۔ اس مجموعہ کی تدوین وتصحیح کی مزید تفصیلات اور فنی معلومات وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

اس مجموعے کا ایک غیر محقق ایڈیشن مسموعاتِ قاضی محمد زاہد از عبیداللہ احرار قدس سرہما کے نام سے، مکتبہ حقیقت (Hakikat Kitabevi)، استنبول سے ۱۹۹۳ء میں شایع ہوا۔

## دوسرا مجموعہ ملفوظات

خواجہ احرار کے ملفوظات کا دوسرا مجموعہ جو متداول نہیں رہا، ملاّ محمد امین کرکی کا جمع کردہ ہے۔ ہم جامع ملفوظات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ ملا محمد امین کرکی کا نام اس مجموعہ کی ایک تلخیص (نسخہ پھلواری شریف) کے مقدّمہ میں آیا ہے۔ خواجہ احرار کے مریدوں میں محمد امین نام کے دو افراد ملتے ہیں، ایک کی نسبت بلغاری تھی اور یہ ۸۹۷-۹۰۲ھ کے درمیان فوت ہوئے؛ دوسرے کی نسبت کا ذکر نہیں ہوا۔

اِس مجموعہ ملفوظات کی نوعیت بلحاظ مضامین، میر عبدالاوّل کے مسموعات جیسی ہے۔ لیکن یہ حجم میں اس سے بہت کم ہے۔

اِس مجموعہ ملفوظات کا واحد معلوم نسخہ پروفیسر مولوی محمد شفیع کے ذاتی ذخیرۂ کتب، لاہور (نمبر ۱۵/۳۱۷) میں ایک ایسے مجموعہ رسائل میں تھا، جس میں ورق ۱ تا ۲۳۴ ملفوظات احرار جمع

کردۂ میر عبد الاوّل اور ورق ۲۳۵ تا ۲۷۷ یہ مجموعہ ہے۔ اب یہ نسخہ نیشنل لائبریری آف پاکستان، اسلام آباد میں منتقل ہو چکا ہے۔ میں نے اسی نسخے کی بنیاد پر اس کی تصحیح کی اور اپنی کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار (صفحات ۴۹۷ تا ۵۴۰) میں شامل کیا۔ اس مجموعہ کی ایک تلخیص قلمی صورت میں خانقاہ پھلواری شریف (بہار، ہندوستان) میں موجود ہے۔ میں نے اپنے ایڈیشن میں اس تلخیص سے بھی تقابل کیا ہے۔

## خواجہ احرار کے مکتوبات اور رقعات کے متفرق مجموعے

خواجہ احرار کی مکتوب نگاری پر ہمیں کئی معاصر شہادتیں دستیاب ہیں:

امیر علی شیر نوائی (۸۴۱یا۸۴۴-۹۰۶ھ) لکھتے ہیں کہ خواجہ احرار اپنے رقعات سے مجھے نوازتے تھے اور مجھے لوگوں کے مسائل حل کرنے کا حکم دیتے تھے۔ میں نے یہ تمام رقعات آرائش وزیبائش کے ساتھ ایک جلد میں بندھوادیے ہیں اور انھیں بطور تبرّک محفوظ کرلیا ہے۔ (۱۵)

فخرالدین علی کاشفی (۸۶۷-۹۳۹ھ) لکھتے ہیں:

''جب حضرت ایشان (یعنی احرار ۸۵۵ھ میں) سلطان ابوسعید کی درخواست پر تاشقند سے سمرقند منتقل ہو گئے تو اپنے سارے دنیاوی معاملات مولانا خواجہ علی کے ذمّے لگا دیے اور زمام امور ان کے ہاتھ دے دی۔ مولانا کا ان معاملات میں عمل دخل اس حد تک بڑھ گیا کہ کوئی دن ایسا نہ جاتا کہ وہ حضرت ایشان (احرار) کی طرف سے بیس بیس رقعے بادشاہوں، امرا اور ارباب اختیار کو لکھتے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ مولانا کے رقعہ کے مضمون سے سرتابی کرے اور حکم بجالانے میں غفلت برتے۔'' (۱۶)

مولانا کاشفی، خواجہ احرار اور مولانا جامی کے درمیان مراسلت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت مخدوم (جامی) اور حضرت ایشان (احرار) کی آپس میں چار ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں سے پہلے اور بعد میں بھی، دونوں حضرات کے درمیان بہت زیادہ مراسلہ ومکاتبہ نگاری رہی ہے۔'' (۱۷)

نوائی کی تیار کردہ یہ جلد، مرقّع نوائی /Navai Album کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند (نمبر 2178) میں رکھی ہے۔ اس میں ماوراء النّہر اور خراسان کے ۱۶ معاصر مشایخ کے ۵۹۴ خطوط

اصل حالت میں محفوظ ہیں۔ان اکابر کے نام یہ ہیں:

۱۔ عبدالرحمان جامی، ۳۴۷ خطوط؛

۲۔ خواجہ عبیداللہ احرار، ۱۲۸ خطوط؛

۳۔ محمد بن امین الدین، ۴۴ خطوط؛

۴۔ میر عبدالاوّل نیشاپوری، ۲۷ خطوط؛

۵۔ خواجہ علی تاشقندی، خواجہ احرار کے مرید، ۲۲ خطوط؛

۶۔ مولانا قاسم فرکتی، خواجہ احرار کے محبوب مرید، ۴ خطوط اپنے، ۴ خطوط خواجہ علی کے ساتھ مشترکہ، ۱۲ خطوط میر عبدالاوّل کے ساتھ مشترکہ؛

۷۔ محمد تبادکانی (م ۸۹۱ھ)، خواجہ احرار ان سے ۸۶۶ھ میں سمرقند میں ملے تھے، ۵ خطوط؛

۸۔ خواجہ محمد یحییٰ (مقتول ۹۰۶ھ)، خواجہ احرار کے فرزند خُرد، ۶ خطوط؛

۹۔ خواجہ محمد عبداللہ (م ۹۰۸ھ)، خواجہ احرار کے فرزند کلان، ۳ خطوط؛

۱۰۔ خواجہ محمد بن حسن بن علاء العطّار، ۳ خطوط؛

۱۱۔ ابوسعید اوبہی، خواجہ احرار کے مرید، ۳ خطوط؛

۱۲۔ سعدالدین (غالباً کاشغری، وفات ۸۶۰ھ)، ۲ خطوط، سلطان ابوسعید کے نام؛

۱۳۔ محمد بن عبدالملک، ۱ خط؛

۱۴۔ تقی الدین محمد کرمانی، خواجہ محمد عبداللہ فرزند کلان احرار کے خُسر، ۱ خط؛

۱۵۔ صوفی علی خراسانی، شیخ زین الدین خوافی کے مرید، ۱ خط؛

۱۶۔ محمد خواجہ، ۱ خط

اس مجموعہ میں مولانا جامی کے خطوط، علیحدہ عکسی صورت میں روسی ترجمے کے ساتھ ۱۹۸۲ء میں باہتمام ڈاکٹر عصام الدین اورن بایف تاشقند سے شایع ہوئے تھے۔ بقیہ پندرہ اکابر کے ۲۵۷ خطوط کی اشاعت باہتمام ڈاکٹر عصام الدین اورن بایف و پروفیسر جو۔این گروس ہالینڈ سے انجام پائی۔اس کے کوائف حسب ذیل ہیں:

***The Letters of Khwaja 'Ubayd Allah Ahrar and his associates***/by Jo-Ann Gross and Asom Urunbaev,

Published in coopration with the Al-Beruni Institute of Oriental Studies of the Academy of Sciences of the Uzbekistan.-Leiden; Boston;Koln;Brill,2002, xvi+469pp.+illustrations.ISBN 90-04-12603-1.

اس اشاعت کے مندرجات کی ترتیب اس طرح ہے:

پہلا حصہ: تین مقالات پر مشتمل ہے؛

الف) نقشبندیہ اور خواجہ عبیداللہ احرار، بقلم جو۔این گروس؛

ب) مجموعہ خطوط ماوراء النّہر اور خراسان میں آخری تیموری دور کی تاریخ کے مأخذ کے طور پر، بقلم جو۔این گروس؛

ج) مجموعہ خطوط کے قلمی نسخہ اور مکتوب نویسوں کا تعارف، بقلم عصام الدین اورن بایف، ترجمہ وتدوین جو۔این گروس؛

دوسرا حصہ: خطوط کا انگریزی ترجمہ بقلم جو۔این گروس اور فارسی نقل (بہ قرائت عصام الدین اورن بایف)

اس کے بعد ضمیمے ہیں:

الف) اشاریے (رومن حروف میں)

ب) اشارے (فارسی حروف میں)

ج) مجموعہ خطوط کی عکسی اشاعت، خواجہ احرار کے مزار اور سمرقند، تاشقند اور ہرات کی دیگر متعلقہ عمارتوں کی تصاویر۔

جیسا کہ ذکر ہوا، ہالینڈ کی اشاعت [۱۸] میں خواجہ احرار کے ۱۲۸ خطوط شامل ہیں جو زیادہ تر امیر علی شیر نوائی کے نام ہیں۔ خواجہ احرار کے دیگر اکابر اور متعلقین کے نام بھی خطوط دستیاب ہیں جنھیں میں نے مختلف قلمی اور مطبوعہ مآخذ کی مدد سے یک جا کیا اور احوال و سخنان خواجہ عبیداللہ احرار میں (صفحات ۵۴۱-۵۷۲) شامل کیا۔ یہ کل ۴۲ خطوط ہیں، ان میں سے ۱۴ خطوط سلطان ابوسعید کے نام ہیں۔ دیگر مکتوب الیہم میں سلطان احمد میرزا، مولانا جامی، میر عبدالاوّل، محمد قاضی سمرقندی، مولانا زادہ اتراری مولانا محمد عبداللہ، خواجہ محی الدین عبدالحق، اور کچھ نامعلوم افراد شامل ہیں۔

خواجہ احرار نے سلطان ابو سعید کو جو خطوط لکھے تھے وہ بعض کاتبوں نے الگ رسالہ کی صورت میں کتابت کر دیے ہیں، چنانچہ ایک ایسا ہی مجموعہ کتب خانۂ سلیمانیہ، استنبول (ذخیرۂ اسعد افندی، شمارہ 1688، ورق ۱۲۱ب۔۱۲۸الف) میں موجود ہے جسے میں نے احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار میں شامل کیا ہے۔ دیگر کتب خانوں میں بھی رقعات یا مکتوبات احرار کے نام سے کچھ قلمی مجموعے ہنوز تحقیق طلب ہیں، جن کا ذکر میں نے احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار (صفحہ ۵۴۴) میں کیا ہے۔

## حواشی

۱۔ رشحات عین الحیات، ج ا،ص ۳۶۱ ؛ تاریخ رشیدی، ص ۲۹۷؛ نسب نامہ احرار، ص۱۱۱، ۱۳۷؛ مقدمہ رقعات احرار (استنبول) ص ا، ملفوظات ،نسخۂ ندوۃ العلما لکھنو، ورق اوّل

۲۔ احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار، ص ۱۰۲ میں ان تمام تاریخوں کو ترتیب وار بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ ملفوظات، بند ۴۸۲

۴۔ ایضاً، بند ۴۲۷

۵۔ ایضاً، بند ۴۱۶

۶۔ ایضاً، بند ۲۵۹-۲۶۰

۷۔ اس کتاب کے مصنف صاحبِ سیرت کے بھتیجے ہیں۔ میں نے اسے ڈاکٹر معین نظامی کے تعاون سے مرتب کر کے شائع کیا (تہران، نشر کازرونیہ، ۲۰۰۴ء)۔

۸۔ ملفوظات، بند، ۱۹۷

۹۔ ایضاً، بند ۲۸۷

۱۰۔ ایضاً، بند ۳۳۷

۱۱۔ ایضاً، بند ۳۲۱

۱۲۔ ایضاً، بند ۳۳۶

۱۳۔ ایضاً، بند ۳۰۲

۱۴۔ ایضاً، بند ۶۶۷

۱۵۔ نسایم المحبۃ من شمایم الفتوۃ، ص ۲۵۷

۱۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۳-۶۳۴

۱۷۔ ایضاً، ج ۲، ۲۴۷-۲۴۸

۱۸۔ اس اشاعت پر تبصرے کے لیے دیکھیں: عارف نوشاہی، ''نامہ ہای خواجہ عبید اللہ احرار و بستگان او''، آینہ میراث، تہران، دورۂ جدید، سال دوم، شمارۂ دوم، تابستان ۱۳۸۳ (مسلسل شمارہ ۲۵) ص ۱۰۹-۱۲۴

# ملفوظاتِ خواجہ احرار
## (انتخاب)

خ ج ص ر:

''بزرگوں کی خدمت سے مجھے دو چیزیں عطا ہوئیں؛ ایک یہ کہ جو کچھ لکھوں، اس میں نیاپن ہو، دوسرا جو کچھ کہوں، پسندیدہ ہو۔''(۱)

## درویشی

فرماتے تھے، ''درویشی'' کی تعریف وہی ہے جو پیر ہرات — خواجہ عبداللہ انصاری — نے فرمائی ہے:

''چھنی ہوئی خاک اور اُس پر پانی چھڑکا ہوا۔ جس پر چلتے ہوئے نہ تلووں کو مٹی لگے نہ پاؤں کو درد ہو۔''

درویشی کا خلاصہ یہ ہے کہ درویش سب کا بوجھ سہے لیکن اپنا بوجھ کسی پر بوجھ نہ ڈالے، نہ ظاہری طور پر، نہ باطن طور پر۔(۲)

## فقیر کی تعریف

مشائخ طریقت کا قول ہے، ''اَلفقیرُ یحتاج الٰی کُلِّ شیءٍ۔''

مطلب یہ کہ فقیر اسے کہتے ہیں جس کی تمام ضروریات پوری ہو چکی ہوں اور اسے سوائے ''وجہ باقی'' [اللہ تعالیٰ] کے اور کچھ مطلوب نہ ہو۔ اِس لیے کہ کاینات کی ہر چیز وجہ باقی کا آئینہ اور مظہر ہے۔ فقیر، حسب ضرورت اور بے حد شوق سے ہر چیز کا محتاج اور محبّ ہوتا ہے اور تمام موجودات سے اپنا مقصود حاصل کرتا ہے۔(۳)

## ذکر کلمہ'' لا الٰہ الا اللّٰہ ''

کلمہ'' لا الٰـہ الا اللّٰـہ '' کے بارے میں فرماتے تھے کہ: بعض اکابر نے'' لا الٰـہ الا اللّٰـہ '' کے ذکر کو'' ذکرِ عام'' کہا ہے اور ذکر اللہ کو'' ذکرِ خاصّ '' اور ذکرِ ھُو کو'' ذکرِ خاصّ الخاصّ '' کہا ہے۔ حالاں کہ لا الٰـہ الا اللّٰـہ کا ذکر، ذکرِ خاصّ الخاصّ ہو سکتا ہے، اس لیے کہ حق سبحانہ کی

تجلیّات کی کوئی حدّ نہیں ہے اور اِس صورت میں ہرگز تکرار کا تصور نہیں لایا جا سکتا۔ ذاکر ہر آن ایک صفت کی نفی کرتا ہے اور دوسری کا اثبات۔ اس صورت میں وہ ابدالابدین نفی و اثبات سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ (۴)

## ذکراور عبادات کا مقصد

ذکراور دیگر عبادات کا مقصد، پیاس پیدا کرنا ہے۔ جسے یہ شرف نقد حاصل نہ ہوا، اس کا اجر سارے کا سارا موجل ہے۔ (۵)

## نسبت کی اہمیّت

غیر سے دھیان ہٹانے کے وقت کے کئی درجات ہیں، بعض دوسرے سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ سیر فی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تمام عبادات کا مقصد حصولِ نسبت ہے۔ مریدوں کو مخاطب ہو کر فرمایا: تم ''نسبت'' کی حفاظت کا اہتمام ہرگز نہیں کرتے ہو۔ اجنبی اور ایسے لوگوں سے بچنا جن سے کوئی ''نسبت'' نہ ہو، سب سے اہم ہے، خواہ وہ شخص کسی بھی طریقۂ تصوّف کا پیروکار ہو۔ بلکہ ہم صحبتوں کو چاہیے کہ اپنے طریقہ پر یک جان رہیں۔ اگر دو آدمی ہم صحبت ہوئے جن میں سے ایک نفی و اثبات کی روش پر مشغول ہو اور دوسرا باطنی شعور کے کمال کی بنا پر نفی و اثبات سے رُکا ہوا ہو تو دونوں کی صحبت ایک دوسرے کا وقت برباد کرے گی۔

حضرت بہاء الدین [نقشبند] نے اپنی مجلس شریف میں کسی عالم کو ''حضور'' اور ''آگاہی'' سے مشرف فرمایا تھا، کچھ اِس طرح کہ نہ تو زبان استعمال کی اور نہ کوئی بات کی اور اسے ''نسبت'' اور ''طریقہ'' کی نگاہداشت کا پابند بھی بنا دیا۔ حضرت نقشبند نے اسے یہ نصیحت فرمائی: جب تم دیگر اصحاب کے پاس بیٹھو تو جس طرح دیگر اصحاب مشغول ہوں اور ارتکاز توجہ کریں، تم بھی ویسا ہی کرو، تاکہ غیر طریقہ اور غیر نسبت کے اصحاب تمہارے بارے میں جان نہ سکیں۔ فرمایا کہ تمام اکابر طریقت نے اپنے اصحاب کو غیر کی ہم نشینی اور ایسے لوگوں کی مصاحبت سے جن سے ہم نسبتی نہ ہو، منع فرمایا ہے۔ شیخ ابن عربی بھی اِسی طریقے پر کاربند تھے اور اس امر پر انھوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔

فرمایا: نسبت کی حفاظت میں غیرت اور شجاعت اس قدر زیادہ ہونی چاہیے کہ نسبت سے

بیگانہ لوگ، اس صاحبِ نسبت کی طرف نہ آسکیں اور اس کے ساتھ ہم نشینی نہ کرسکیں۔ (۶)

## صوفیہ کا قیمتی لباس پہننے کا جواز

بعض اربابِ سلوک اور اہل اللہ جو پشمی لباس اور مرصّع خرقہ پہنتے ہیں اور اہل عرف و عادت کے لباس سے کنارہ کشی لازم قرار دیتے ہیں، اس میں حکمت یہ ہے کہ اہل عرف و عادت [انھیں برتر جان کر] ان کی ہم نشینی سے گریز کریں تاکہ ان کے ساتھ صحبت سے نسبت کی جمعیت مفقود نہ ہو جائے۔ (۷)

فرماتے تھے، میں نے ایک دفعہ خواجہ علاء الدین غُجدوانی سے پوچھا: ''یہ بات سنی تو گئی ہے لیکن باور نہیں ہوتی کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند بعض مریدوں کو حُسن و جمال کے تقیّد کی ترغیب دلاتے تھے، بظاہر ایسا واقع نہیں ہوا ہوگا؟'' خواجہ غجدوانی نے فرمایا: ایسا ہی تھا۔ میں نے پھر تعجب اور بے یقینی سے پوچھا۔ انھوں نے زیادہ تاکید سے فرمایا کہ ایسا ہی تھا۔ خواجہ احرار کے بار بار تعجب کی وجہ یہ تھی کہ اس معاملے میں پورا یقین اور شرح صدر ہو جائے۔ خواجہ علاء الدین غجدوانی نے بعد میں وضاحت کی کہ بعض مریدوں کی استعداد اس درجے کی نہیں ہوتی کہ وہ اوائل سلوک میں اپنے علایق ختم کر کے، معنویت کی طرف مصروف ہوسکیں۔ خواجہ نقشبند ایسے مریدوں کے علایق چھڑوانے کے لیے کسی حُسن کی طرف متوجہ کرتے تھے اور ترغیب دیتے تھے۔ جب مرید کی طبیعت اُن علایق سے چھوٹ جاتی تو تھوڑی سی توجہ سے اس تقیّد سے آگے گذار دیتے اور اصل مقصود پر لگا دیتے۔ خواجہ احرار نے اس مناسبت سے فرمایا: المجاز قنطرة الحقيقة.

### شعر

غازی بہ دست پور خود شمشیر چوبین می دہد     تا او بآن اُستا شود، شمشیر گیرد در غزا

عشق کہ با انسان بود شمشیر چوبین آن بود     چون عشق با رحمان فتد شمشیر گردد زابتلا

(ترجمہ: غازی اپنے بیٹے کے ہاتھ میں پہلے لکڑی کی تلوار تھماتا ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ ماہر، استاد ہو جائے اور جنگ میں تلوار پکڑ سکے۔ کسی انسان کے ساتھ عشق، لکڑی کی وہی تلوار ہے۔ جب رحمان کے ساتھ عشق ہوتا ہے تو انسان مشکلات سے نہیں گھبراتا)۔ (۸)

### خدمت کا درجہ

فرمایا: اکابر طریقت اُسے خدمت کا حکم دیتے ہیں جس سے چاہتے ہیں کہ دنیا اس کے وجود سے معمور اور منوّر ہو جائے۔ اور یہ شعر پڑھا:

ہمّت ترا بہ کنگرۂ کبریا کشد
آن سقفگاہ را بجز این نردبان مخواہ

(ترجمہ: ہمّت تجھے کبریا کے ایوان کی بلندی تک لے جاتی ہے۔ اُس چھت تک پہنچنے کے لیے سوائے اِس سیڑھی (ہمّت) کے اور کچھ نہ مانگ)۔

خواجہ احرار نے فرمایا: میرے نزدیک یہ مصرع یوں ہونا چاہیے:

''خدمت'' ترا بہ کنگرۂ کبریا کشد

فرمایا: بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ نفلی عبادتوں میں مصروف ہونا، خدمت سے بہتر ہے۔ خدمت کا ثمر، دل میں محبت اور تمکین پیدا کرتا ہے۔ ''جُبِلَتِ الْقُلُوبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا'' اس کو بیان کرتا ہے۔ نوافل کے ثمرات ہرگز مؤمنین کی محبت کے اثر اور نتیجہ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (۹)

### ذکر اور توجہ

ذکر اور توجہ میں بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔ اوائل حال میں جب مَیں ذکر میں مشغول ہوا تو ذکر مجھ پر یوں غالب آ گیا تھا کہ میں بازار میں ہر آواز اور ہر بات سے ذکر ہی سنتا۔ یہاں تک کہ ہوا اور درختوں کی آواز سے بھی مجھے ذکر سنائی دیتا۔ اگر ابتدا میں اس کا اہتمام نہ کیا جائے، تو آخر میں یہ کیسے ممکن ہو گا؟

پھر بعض اصحاب کو نصیحت فرمائی اور کہا: کاموں پر توجہ دو اور کوشش کرو کہ ملکہ حاصل ہو۔ اگر کوئی طالب آئے تو جمعیت سے اسے مطمئن کرو۔ طریقۂ نقشبندیہ تمام طریقوں سے افضل ہے۔ اگر تمہیں اس طریقہ میں کمال حاصل نہ ہو گا تو لوگ گمان کریں گے تمہارا میرے پاس آنا جانا اور اٹھنا بیٹھنا دنیاوی مصلحتوں کے لیے ہے۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ آپ پر یہ الزام لگے؟ فرصت اور وقت کو غنیمت سمجھو۔ مشاغل کے ہجوم سے پہلے، جمعیتِ خاطر کی فرصت کو غنیمت جانو۔ (۱۰)

## جذبہ کی اہمیت

اکابرِ طریقت، مریدوں اور مبتدیوں کو اپنا اخلاق بنانے سنوارنے کا حکم نہیں دیتے تھے بلکہ ایسے کام کے لیے کہتے تھے جس کی وجہ سے دل بادشاہِ جذبہ کا مقام بن جائے۔ جب دل مقامِ جذبہ بن گیا تو دیگر سعادتیں، اسی کی برکت اور وجہ سے بطریق احسن میسر ہو جاتی ہیں۔ (۱۱)

## ارشاد اور تکمیل کی شرطیں

فرمایا: ارشاد اور تکمیل کی دو شرطیں ہیں، پہلی شرط علم اور اعمال مقرّبہ پر یقین، دوسری شرط اس مقام تک پہنچنا جہاں شہود و آگاہی کے آگے ظاہری اعمال اور مصروفیت رکاوٹ نہ بنیں۔ جب کوئی اس مقام تک پہنچ جائے تو اسے ''بالغ'' سمجھا جاتا ہے اور صاحبِ استعداد مریدوں کی تکمیل کا فریضہ اسے سونپا جاتا ہے۔ (۱۲)

## مرید اور غیر مرید کی تہذیب و تکمیل کا طریقہ

فرماتے تھے، اکابر طریقت نے فرمایا ہے، اگر کسی مرید سے ایسا قول اور فعل سرزد ہو جائے جس میں نو درجے صحیح ہونے کا اور ایک درجہ غلط ہونے کا احتمال ہو تو اسے غلط ہونے پر ہی محمول کیا جائے اور مرید کی تہذیب و تکمیل کے لیے اس کی تنبیہ اور مواخذہ کیا جائے۔ اور اگر کسی غیر (غیر مرید) سے کوئی ایسی بات ہو جائے جس میں نو درجے خطا اور ایک درجہ صحیح ہونے کا احتمال ہو تو اسے صحیح ہونے پر محمول کرنا چاہیے، ایک مومن بھائی کے تئیں حسنِ ظن کی وجہ سے، اور اس لیے بھی کہ اس کی تہذیب و تکمیل اہم نہیں ہے اور اس کی اجنبیت مانع ہے اور رنجش، عداوت اور مالایعنی میں مشغول ہونے کا موجب ہوگا۔ (۱۳)

## برادرانِ طریقت کا لحاظ

فرمایا: اربابِ فقہ کے ہاں کام اور ہنر یہ ہے کہ اگر دیگر برادرانِ طریقت اور اصحاب میں کوئی کوتاہی اور عیب ظاہر ہو تو اسے اپنی طرف منسوب کریں اور بھائیوں کو اس عیب سے بَری قرار دیں۔ لیکن اب اصحابِ طریقت پوری کوشش یہ کرتے ہیں کہ اپنی کوتاہیاں بھی دوسرے بھائیوں

کے نام لگا دیں۔ (۱۴)

## کسبِ رزق کی فضیلت

کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نبی کے لیے فرشتے روزانہ بہشت سے کھانا لاتے تھے اور وہ بڑی رغبت سے تناول کرتے۔ فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہتے: خدا کے نبی سے یہ بات عجیب ہے کہ کھانا اِس رغبت سے کھاتے ہیں گویا اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہو! حضرت سلیمان نے فرشتوں سے پوچھا: کیا اپنے ہاتھ سے کمایا ہوا کھانا بہشت کے کھانے سے بہتر ہے؟ فرشتوں نے کہا: بے شک بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت سلیمان نے زنبیل بافی کا پیشہ اختیار کیا اور اسی کی کمائی کھاتے۔ (۱۵)

## خدمت خلق اور کسب حلال

فرماتے تھے کہ؛ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی فرمایا کرتے تھے کہ؛ خلقِ خدا سے بوجھ کم کرنا چاہیے اور یہ سوائے کسبِ حلال کے میسر نہیں ہے۔ ''دست بہ کار و دل بہ یار'' خواجگان کا طے شدہ طریقہ ہے۔ (۱۶)

## ظاہری علوم اور باطنی معارف کا فرق

علمائے ظاہر کے علوم ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح ہیں اور اربابِ باطن و کمال کے معارف وحقایق بہتے پانی کی طرح ہیں جو ابرِ کرم سے ان کے دل پر اُترے ہوتے ہیں اور بے حد مقدّس اور پاک ہیں۔ ان میں کسی تبدیلی اور ملاوٹ کا شائبہ نہیں کیا جا سکتا۔ (۱۷)

## مراقبہ

مراقبے کا مطلب، خاموشی اور کسی ایک چیز پر ارتکازِ توجہ نہیں ہے۔ مراقبے کا مطلب خود کو ظاہری اور باطنی طور پر ناشایستہ امور سے بچانا ہے، جیسا کہ کسی بادشاہ کی صحبت میں جو بات خلافِ ادب ہو، آدمی خود کو اس سے بچاتا ہے۔ (۱۸)

## مرجع وقت کی ترجیحات

اگر کوئی شخص مرجع اور بارسوخ ہے اور اس کی سفارش سے غیر شرعی امور رفع ہو جاتے ہیں تو اس کا حال دو باتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا اس کے سر میں ذکر متمکن ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے۔ اگر وہ بالغ ہے اور اس اعلیٰ مقام تک پہنچا ہے تو اس کے لیے وقت کا فریضہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ظلم وستم سے بچانے کے لیے اپنا وقت صَرف کرے اور اگر وہ اس مقام تک نہیں پہنچا تو دین کی حمایت اور نصرت اور مسلمانوں کی تقویت اس پر فرض ہے، نہ کہ اپنی جمعیت خاطر کی حفاظت۔ جس طرح بوقت نماز اور اس کی شرائط کی تیاری میں جمعیت خاطر کی حفاظت متروک ہے اور جمعیت کے فقدان کے باوجود نماز ترک نہیں کی جاسکتی اور نماز اہم اور اولیٰ ہے، اسی طرح موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی مدد اور نصرت، توجہ، مراقبہ اور جمعیتِ خاطر کے دیگر لوازم سے اہم اور اولیٰ ہے۔ (۱۹)

## بزرگوں کے دیدار کی فضیلت

فرماتے تھے، اکابر کو دیکھنا بھی ایک طرح سے شرف اور فضیلت ہے۔ ایک بزرگ نے دوسرے ولی سے ملاقات کی تو راستے میں چلتے اور اُٹھتے بیٹھتے وقت ان کا بے حد احترام بجالاتے۔ ولی نے بزرگ سے پوچھا: یہ احترام کس فضیلت کی وجہ سے ہے؟ فرمایا: اس لیے کہ آپ نے جنید بغدادی کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا ہے۔ (۲۰)

## صحبت کی قضا ممکن نہیں ہے

تُرک مشائخ کے ہاں ضرب المثل ہے کہ نماز کی قضا ہے، صحبت کی قضا نہیں ہے۔ اس ''صحبت'' سے مراد یہ نہیں کہ کچھ لوگ اکٹھے ہو کر بیٹھ جائیں اور جو دل میں آیا کہہ دیا، بلکہ صحبت سے مراد یہ ہے — جیسا کہ بعض اکابر کے کلام میں بھی آیا ہے — کہ **اصحبوا مع اللہ** صحبت کا مطلب ہے اللہ کے ساتھ دائمی حضور، اور حضور وآگاہی کے حصول کے لیے ہر سانس وقف کرنا۔ جو وقت اور سانس حضور وآگاہی کے لیے صرف نہ ہو اس کا پلٹنا ممکن نہیں ہے۔ یہ آگاہی دوسری سانس کے لیے بھی شرط ہے۔ پس جو وقت ہاتھ سے نکل گیا اس کی قضا نہیں ہے۔ (۲۱)

خواجہ عبدالخالق غجدوانی کا قول ہے: خلوت کا دروازہ بند کرو، صحبت کا دروازہ کھولو، پیشوائی

کا دروازہ بند کرو، دوستی کا دروازہ کھولو۔ (۲۲)

## دوستی اور صحبت کی اہمیت

مولانا فخر الدین علی کاشفی کہتے ہیں کہ میں نے دو بار خواجہ احرار سے یہ بات سنی۔ فرمایا کہ: خواجہ عبدالخالق غجدوانی کا قول ہے: پیری کا دروازہ بند کرو، دوستی کا دروازہ کھولو، خلوت کا دروازہ بند کرو، صحبت (مجلس) کا دروازہ کھولو۔

دوسری دفعہ مثنوی کے یہ اشعار پڑھے:

حرفہ آموزی، طریقش فعلی است
علم آموزی، طریقش قولی است
فقر خواہی، آن بہ صحبت قائم است
نی زبانت کار می آید، نہ دست

(ترجمہ: اگر تم پیشہ سیکھنا چاہتے ہو، اس کا طریقہ عمل ہے، اگر علم سیکھنا چاہتے ہو، اس کا طریقہ قول ہے، اگر فقر چاہتے ہو تو وہ صحبت (مجلس) سے ملتا ہے۔ وہاں نہ زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ)۔ (۲۳)

## ظلم اور جبر کیوں غالب آتا ہے؟

معاشرے میں ظلم اور جبر کے غلبے کی مناسبت سے یہ حکایت بیان کی کہ کسی بزرگ کے موزے میں چوہے نے سوراخ کر دیا۔ وہ بزرگ رو پڑے۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت آپ ایک موزے کی خاطر رو رہے ہیں؟ فرمایا: نہیں، رونا موزے کے لیے نہیں بلکہ چوہے کے غلبے کے باعث ہے۔ مجھ سے کوئی ایسا جرم سرزد ہوا ہے کہ چوہا بھی مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ (۲۴)

## زراعت اور کام کرنے کی ترغیب

خواجہ احرار بعض فقرا کو زراعت اور کسب (کام) کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے: ایک ایسی جماعت جو معارف الٰہیہ میں قطب کے برابر ہیں اور انھیں جو معرفت حاصل ہے، اس میں کوئی کمی نہیں، وہ بھی کسب کرتے ہیں۔ ان میں اور قطب میں فرق یہ ہے کہ دنیا کی مصلحتیں قطب کی

راے اور تدبیر سے وابستہ ہیں، جب کہ دوسری جماعت کو امورِ دین میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (۲۵)

ایک دوسری جگہ فرمایا: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ لوگ اپنے طریقہ کو کسب اور زراعت میں پوشیدہ رکھیں۔ بعض لوگ کسب/ پیشہ کو طریقہ میں مانع سمجھ کر اس سے باز رہتے ہیں اور گوشہ نشینی اور ترکِ دنیا اختیار کر لیتے ہیں۔ چونکہ ہمارا عقیدہ ایسے طریقے پر نہیں ہے، اس لیے ان اصحاب کے کام میں ترقی نہیں ہوتی۔ (۲۶)

ایک جگہ فرمایا: ہمارے دوستوں کو ان دو کاموں میں سے ایک اختیار کرنا چاہیے۔ یا رزقِ حلال قبول کریں اور زراعت میں مشغول ہوں اور اپنے تمام تر مشاغل کے بعد اپنے آپ کو مجتمع رکھیں جیسا کہ خانوادۂ خواجگان کے فقرا کا طریقہ ہے۔ یا اپنے آپ کو بھینٹ چڑھا دیں اور ہونے نہ ہونے کا اندیشہ نہ کریں اور پوری کوشش کریں کہ اپنی مصلحت کو دوسرے کی مصلحت میں گم کر دیں تا کہ سعادت عظمیٰ — یعنی فنا فی اللہ — سے مشرف ہوں۔ (۲۷)

## مجاہدوں کی آفت

جو لوگ اپنے آپ کو حبسِ دَم (سانس روکنے)، توجہ اور مراقبے کے ذریعے دوسرے مریدوں سے ممتاز کرتے، خواجہ احرار انھیں منع کرتے، تنبیہ فرماتے، اور کہتے: جن عزیزوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ تو سرخ اور زرد ہونا نہیں جانتے تھے اور نہ ہی اپنے آپ کو سیدھا تیر بناتے تھے بلکہ اپنی نسبت چھپا کر رکھتے تھے۔ (۲۸)

## فصوص الحکم

ایک شخص نے شیخ زین الدین خوافی سے، ایک واسطے سے، نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا: مصر کے علما اور اکابر نے اس بات پر اتفاق کیا کہ فصوص الحکم کو جلا دیا جائے۔ اسی زمانے میں مولانا شہاب الدین سیرامی مصر آئے اور علماے مصر ان کی آمد سے باخبر ہوئے تو ان کے پاس گئے اور بتایا کہ ہم نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ اس کتاب کو جلا دیا جائے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ مولانا شہاب الدین نے فرمایا: ہم نے یہ کتاب نہیں دیکھی لہٰذا کیا کہہ سکتے ہیں؟ دیکھنے کے بعد کچھ کہیں گے۔ فصوص ان کے لیے لائی گئی۔ مطالعہ کے بعد فرمایا: جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ جلانے کے قابل

نہیں اور جو کچھ نہیں سمجھ سکے اس کے بارے میں کیسے کہہ دیں کہ بُرا ہے اور جلا دینا چاہیے؟ ان کی اس رائے سے فصوص الحکم کا جلایا جانا موقوف ہو گیا۔ (۲۹)

## اولاد کو ادب کی نصیحت

اپنی وفات سے دو سال قبل، اپنی اولاد کو نصیحت کے طور پر فرمایا: آگے اپنی اولاد سے کہنا کہ لوگوں کے ساتھ ادب سے پیش آئیں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ ہر شخص کے پاس دل سے حق سبحانہ، تک پہنچنے کا کوئی راستہ اور راز ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایسے شخص کو ترکِ ادب کے باعث ردّ کرے گا تو وہ شخص خود دنیا اور آخرت میں مردود ہوگا۔

مثنوی کے یہ اشعار آپ کی زبان پر اکثر جاری رہتے:

از ادب پُرنور گشست این فلک و ز ادب معصوم و پاک آمد ملک

بی ادب خود را نہ تنہا ساخت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

کہ گہی زین قومِ شومِ بی ادب اندرین عالم بیفتادست لہب

(ترجمہ: یہ آسمان ادب سے پُرنور بنا، اور ادب ہی سے فرشتے معصوم اور پاک ہوئے۔ بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا، بلکہ اس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی، کبھی اسی بد بخت قوم کی وجہ سے اس دنیا پر آگ برسی ہے۔) (۳۰)

## اچھی بات کا احترام

فرماتے تھے، ہرات میں ملک دروازہ کے باہر ایک بوڑھا بیٹھا ٹوپیاں سیا کرتا تھا۔ میں نے اس سے ایک دو باتیں ایسی سنیں جن سے صوفیانہ مذاق کی بُو آتی تھی۔ اس وجہ سے میں اس شخص کا ایسا احترام کرنے لگا کہ کبھی راستے یا بازار میں چلتے وقت اس سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتا، صرف ان باتوں کی عزت اور احترام کے لیے۔

نیز فرماتے تھے، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ خطا (چین) میں کوئی کافر، اس طبقے (صوفیہ) کی باتیں ٹھیک طرح سے بیان کرتا ہے تو میں وہاں بھی جاؤں گا اور اُس [کافر] کی خدمت کروں گا اور اس کا احسان مند رہوں گا۔ (۳۱)

## اربابِ حکومت کو نصیحت

امرا اور اربابِ حکومت کی طرف سے شریعت کی عدم پابندی پر فرمایا: ہماری بڑی خواہش تھی کہ کارخانۂ سلطنت آباد اور مضبوط ہو۔ ہم نے جتنی کوشش کی اور ہمّت جتائی، ایک دن بھی یہ لوگ ہماری ہمّت کے مطابق نہ چلے۔ انھیں چاہیے تھا کہ ایسی روش اپناتے کہ سب کے دل ان کی طرف راغب ہو جاتے۔ لیکن ان حکّام کو مسلمانوں کا ذرّہ برابر بھی غم نہیں ہوا۔ دین اور ملت کی غیرت اور عصبیت کے بغیر دنیا اور آخرت مضبوط نہیں ہو سکتی۔ امیر المومنین عمرؓ نے صرف دین کی خاطر اپنے بیٹے پر ایسی حدّ لگائی کہ وہ حدّ کے دوران ہی مر گیا۔ اُس کی جان نکل چکی تھی لیکن حدّ کے چند دُرّے ابھی باقی تھے، وہ بھی مارے گئے۔ سلطنت اور امارت حقیقت میں یہی ہے کہ خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق چلا جائے۔ (۳۲)

## "شکور" کی تعریف

آیت وَقَلِیلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُورُ [۳۴/۱۳] کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ "شکور" حقیقت میں وہ ہے جو نعمت میں منعم (نعمت دینے والا) کا مشاہدہ کرے۔ امام غزالی نے فرمایا، اگر بندہ نعمت سے لذت پاتا ہے تو یہ شکر کے منافی نہیں ہے۔ بشرطے کہ وہ تلذّذ، حق سے ملانے کا سبب بنے۔ (۳۳)

## مصائب پر صبر اور شکر

فرماتے تھے کہ، حق سبحانہٗ کی طرف سے آنے والی مصیبتوں پر صابر بلکہ شاکر رہنا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ کے ہاں ایک سے بڑھ کر ایک مصیبت ہے۔ پھر فرمایا کہ، مولانا نظام الدین علیہ الرحمہ کہا کرتے تھے کہ، دو جڑواں بھائی تھے جو ایک پیٹ سے تھے اور اُن کی پیٹھ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھی۔ جب یہ بڑے ہوئے تو ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ ایسی مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود تم کس بات کا شکر ادا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے خدا کے ہاں اس سے بڑی مصیبتیں اور آزمائشیں بھی ہیں، ہم اس مصیبت پر شکر ادا کرتے ہیں مبادا اِس سے بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ اچانک ان دو بھائیوں میں سے

ایک مر گیا۔ تب دوسرے بھائی نے کہا، لو اب بڑی مصیبت آ گئی۔ اب اگر اِس مردہ کو مجھ سے کاٹ کر جدا کر دیا جائے تو میں بھی مر جاؤں گا اور اگر نہ کاٹیں تو مجھے اس وقت تک مردہ گھسیٹنا پڑے گا جب تک اس کا لاشہ گل سڑ نہیں جاتا اور گر نہیں جاتا۔ (۳۴)

ا۔ اس طرح کی ایک حالیہ مثال ایران کی دو جڑواں بہنیں لالہ بیژنی اور لادن بیژنی ہیں، وہ ۱۷ جنوری ۱۹۷۴ء کو پیدا ہوئیں تو ان کے سر جڑے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں انھوں نے ۲۹ سال خوش وخرم زندگی گذاری اور دونوں نے تہران یونی ورسٹی سے قانون کی تعلیم بھی پائی۔ جب ان بہنوں اپنی اپنی خواہشات پانے کے لیے ایک دوسرے سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا تو ۸ جولائی ۲۰۰۳ء کو سنگاپور کے ایک اسپتال میں ایک آپریشن سے وہ جانبر نہ ہو سکیں! اگر وہ اپنی پیدائشی حالت پر شاکر اور صابر رہتیں تو شاید موت سے اتنی جلدی دوچار نہ ہوتیں۔

## مصائب پر شکایت اور عدم شکایت کا نظریہ

فرماتے تھے، مشرق کے صوفیہ کا نظریہ ہے کہ [کسی مصیبت پر] شکوہ کرنا دراصل صبر کے منافی ہے۔ لیکن اکثر صوفیہ کا یہ کہنا ہے کہ غیرِ حق کے آگے شکوہ کرنا صبر کے منافی ہے، حق کے آگے شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔ حضرت ایوب کا قصّہ اور مناجات رَبَّـهُ اَنِّـىْ مَسَّنِـىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [۸۳/۲۱] اور آیت اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا [۴۴/۳۸] دوسرے موقف کی واضح دلیل ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ آزمائش میں صبر اور خدا سے عدم شکایت مذموم ہے اور یہ قہرِ الٰہی پر ایک طرح سے راسخ رہنے کے مترادف ہے۔ خدا کے حضور گڑگڑانا موجبِ عجز و بندگی ہے اور یہی پسندیدہ ہے۔ (۳۵)

## قناعت

حدیث "القناعة کنز لا یفنی" (قناعت فنا نہ ہونے والا خزانہ ہے) کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ؛ ہمارے نزدیک قناعت یہ ہے کہ جب کسی کو جَو کی کچی روٹی ملے تو جَو کی پکی روٹی طلب نہ کرے۔ اور وہ کچّی روٹی بھی اس قدر کھائے کہ اس کی طاقت سے نماز پڑھنے کے لیے ہاتھ پاؤں حرکت کر سکیں۔ جو چیز ہمیشہ میسر ہو اسی کے مطابق رہنا چاہیے۔ کھانے اور پہننے

میں ایسی چیز پر قناعت کرنی چاہیے کہ اس سے کمتر کوئی اور چیز نہ ہو۔ یہ بیان کر کے خواجہ احرار نے اپنی مٹھی کھول کر فرمایا کہ جب کوئی بھوکا ہو تو اُسے اتنے [مٹھی بھر] چاول یا آٹا کافی ہے۔ جس نے ایسا کیا اس نے سُکھ پایا۔ اور فرماتے تھے، کوئی شخص ایسے بیابان میں سے گذر رہا ہو جہاں نہ پانی ہے، نہ آبادی، اور کسی طرح سے بھی کھانے کی امید نہیں ہے، اگر ایسے میں اس شخص کو روٹی کی فکر نہ ہو اور نہ ہی اس کے دل میں طلبِ طعام کے لیے رقّت ہو، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس شخص کو حقیقی قناعت حاصل ہے۔ (۳۶)

## شُکر

شکر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شکر مُنعم کو دیکھنے اور اس کے وجود پر ہونا چاہیے نہ کہ نعمت کے وجود پر۔ اس لیے کہ نعمت، منعم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ امام غزالی نے اس کی مثال یوں دی ہے کہ کسی کا محبوب بغداد میں ہے اور خود محبّ مشرق میں۔ محب کے پاس زادِ راہ نہیں اور نہ ہی سفر کا وسیلہ اور ہمیشہ آتش شوق میں جلتا رہتا ہے۔ اچانک محبوب اس کے لیے زادِ راہ، سواری اور ملاقات کے وسائل مہیّا کر دیتا ہے تو محبّ کا شکرانہ اس سواری اور زادِ راہ کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کی تمام کوشش محبوب کے لیے ہے اور شکر بھی محبوب کے لیے۔ (۳۷)

## تکبّر

حدیث ''التکبّر مع المنکر صدقة'' (منکر سے تکبّر کرنا صدقہ ہے) کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تکبّر دو طرح کا ہے، بُرا اور اچھا۔ بُرا تکبّر یہ ہے کہ خلقِ خدا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور خود کو اُن سے مافوق اور اچھا خیال کیا جائے۔ اچھا تکبّر یہ ہے کہ غیر اللہ پر التفات نہ کیا جائے اور غیرِ حق کی تعظیم نہ کی جائے؛ اس طرح کہ جو کچھ غیرِ حق ہے، انسان کی نظر میں حقیر اور بے حیثیت نظر آئے اور انسان کو اس سے کوئی اُنس اور اِلتفات نہ ہو۔ یہی اصل تکبّر ہے جو مرتبہ فنا تک پہنچاتا ہے۔ (۳۸)

## علما اور اطبّا کی بے دردی

علماے حقانی کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ ان کے قول و فعل سے آگاہ ہوں اور ان کے علم کا جو مقصد ہے اس میں منہمک رہیں۔ جس مقام پر ایسے علما کی ضرورت ہوتی ہے، وہ وہاں جاتے ہیں اور لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں۔ اگر علماے ظاہر بھی اسی طرح کام کریں تو بہت حق ہے لیکن ان کی ساری ہمّت امرا اور حکّام کے کاموں کو نمٹانے میں صرف ہوتی ہے۔ جہاں زیادہ وظیفہ ملتا ہے وہاں رہتے ہیں۔ طبیب (ڈاکٹر) بھی اسی طرح ہیں۔ کئی سال اپنے علم کی تکمیل میں لگاتے ہیں اس کے بعد کسی امیر یا حاکم کی [ذاتی] ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر ان کے دل میں اسلام کی شفقت ہوتی تو ایسی جگہ جاتے جہاں لوگوں کی ضرورت اور اضطرار (ایمرجنسی) زیادہ ہے۔

خواجہ احرار نے یہ بات اپنے انتقال سے بیس روز قبل ادا فرمائی، اس مناسبت سے کہ اس شہر (سمرقند) میں کوئی طبیب نہ تھا اور کسی طبیب کے دل میں اسلام کا درد نہ تھا کہ یہاں آتا۔ (۳۹)

## امارت پسند علما

فرمایا: درویش احمد سمرقندی بہت دلیر آدمی تھے۔ وعظ میں کہتے تھے: [آج کا] دانشمند اور عالم جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے اور امام کے سلام پھیرنے کا انتظار بھی نہیں کرتا۔ بڑی بے چینی سے مسجد سے باہر نکلتا ہے۔ قیمتی لباس پہن کر کتے کی طرح علیکہ اور فیروز شاہ کے دروازے کا رُخ کرتا ہے۔

پھر درویش احمد سمرقندی نے کہا: استغفر اللہ! استغفر اللہ! اگر کل قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا کہ کتّا تو کبھی نافرمانی نہیں کرتا، تم نے ان نافرمان لوگوں کو کتّا کیوں کہا تو میں کیا جواب دوں گا؟ بلکہ یہ لوگ شاہرخ، علیکہ اور فیروز شاہ جیسے کتّوں کی کتّا مکھی ہیں جو درندگی کی قوت رکھتے ہیں۔ ان علما میں وہ قوت تو نہیں ہے البتہ امرا نے اپنی درندگی سے جو مال پیدا کیا ہے اور مُردار جمع کیا ہے، یہ علماء اس پر اکٹھا ہوتے ہیں۔ (۴۰)

## پیشوائی کی شرط

فرمایا، ایک دفعہ حافظ کپنکی ہمارے ہاں آئے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ حضرت سیّد عاشق کہتے تھے کہ شیخ [طریقت] ہونے کے لیے ستّر شرطیں ہیں۔ میں نے کہا: سیّد صاحب نے

کچھ زیادہ شرطیں کہہ دی ہیں! شیخ ہونے کی ایک ہی شرط ہے۔ حافظ صاحب کو چونکہ سیّد عاشق سے بہت عقیدت تھی اس لیے اپنے شیخ کے خلاف بات کہنا دشوار تھا۔ آخر میں نے کہا: کیا آپ نے وہ شرطیں سنیں، شاید شرطیں یہ ہیں، خدا اور اُس کے رسول سے روگردانی، جو چاہا کھانا، جو چاہا حاصل کرنا، شریعت کے احکام کی کسی طرح پیروی نہ کرنا۔ ہمارے زمانے کے مشائخ اسی عمل پر کاربند ہیں، گویا اسی کو شرط سمجھ لیا ہے۔ (۴۱)

## سفر کی شرائط

فرماتے تھے، سفر اس شخص کے لیے اچھا ہے جو ان دو کاموں میں سے ایک کر سکے، قوتِ توکل رکھتا ہو، توکل کرے اور یہ بے حد مشکل ہے یا قوتِ کسب رکھتا ہو۔ ان دو قوتوں کے بغیر سفر پر نہ نکلے۔ کیونکہ یہ طمع اور مانگنے پر ختم ہوگا اور یہ دونوں صفات بے عاقبت ہیں۔ (۴۲)

## تین اسفار کی ممانعت

مشائخ طریقت نے مریدوں کو تین اسفار سے منع کیا ہے۔ یمن کا سفر، خراسان کا سفر اور غیر کے ساتھ حج (حج عن الغیر)۔ یمن کا سفر اس وجہ سے کہ وہاں حُسن و جمال زیادہ ہے اور شاید مرید آنکھ اور دل کی حفاظت نہ کر سکیں اور ایمان کا نقصان ہو اور تفرقہ کا باعث بنے۔ خراسان کے سفر سے اس لیے منع کیا کہ وہاں فقرا کے لیے رباطیں اور خانقاہیں نہیں بنائی گئیں اور کوئی مناسب وظیفہ بھی نہیں ہے۔ اگر یہ مرید وہاں جائیں گے تو ضرورت کی وجہ سے کام کریں گے یا سلاطین سے مال مانگیں گے اور یہ فقیر کے مناسبِ حال نہیں اور تفرقہ کے اسباب ہیں۔ حج عن الغیر سے اس لیے منع کیا گیا کہ اس جماعت کے اعمال خدا کے لیے ہوں، دنیا کے لیے نہیں۔ اکابر نے اسے مستحسن نہیں سمجھا، ورنہ حج کے واجب ہونے میں کوئی شک نہیں اور مسلمانوں کی امداد، مکارمِ اخلاق اور دین کی مستحسن باتوں میں ہے۔ طریقت کا خلاصہ اور اہم رکن، ماسویٰ کی نفی ہے اور خاص حق سبحانہٗ کے لیے اخلاصِ عمل۔ لیکن سفرِ حج کی وہ صورت اس بات کے منافی اور الٹ ہے۔ (۴۳)

## مرید صادق

فرماتے تھے کہ، اہلِ ارادت بہت کم ہیں۔ اسی مناسبت سے فرمایا کہ، ایک شیخ طریقت نے کسی دوسرے بزرگ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر کہیں سے ''مرید صادق'' کا سراغ ملے تو ہمارے لیے بھی بھیجئے۔ بزرگ نے جواب بھیجا کہ یہاں ''مرید'' کم ہیں، لیکن ''شیخ'' جتنے چاہیں آپ کے لیے بھیجے جاسکتے ہیں۔ (۴۴)

## مریدوں کو تنبیہ و تادیب

بعض اوقات مریدوں کو غصے سے نصیحت فرماتے: مجھے مکتب دار ملّا نہ بناؤ۔ جب تک میری صحبت میں بیٹھے ہو، طریقہ [خواجگان] کو ملحوظ رکھو۔ میری غیر موجودگی میں جیسا چاہو کہو۔ جو کچھ میری مجلس سے حاصل کرتے ہو اسے غارت نہ کرو۔ تمہارے سر پر مرغِ لاہوتی بیٹھا ہے اُسے مت اڑاؤ۔ اگر بالفرض کوئی معمولی پرندہ کسی کے سر پر بیٹھا ہو تو تم ہزار کوشش کرتے ہو کہ وہ نہ اُڑے حالانکہ اس پرندے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ لیکن تمہیں اپنی نسبت کی ـــ جو کبریت احمر سے بھی بڑھ کر عزیز ہے ـــ حفاظت کا قطعاً خیال نہیں ہے اور نہ ہی اکابر کا طریقہ عزیز ہے۔ چونکہ تمہیں یہ بلند نسبتیں بڑی آسانی سے مِل گئی ہیں اور انھیں حاصل کرنے کے لیے تم نے کوئی محنت، مشقت نہیں کی۔ اسی وجہ سے اس کی قدر نہیں جانتے ہو۔ (۴۵)

ایک اور مقام پر اپنے مریدوں کو تنبیہ کی: ہمیں محتسب نہ بناؤ کہ ہم میں احتساب کی مجال نہیں ہے۔ اپنا محتسب اور نگہبان اپنی نسبت کو بناؤ۔ یعنی جو عمل حضور مع اللہ کے لیے فتور کا باعث بنتا ہے اُس سے مکمّل طور پر پرہیز کرو۔ مجھے امید ہے تمہیں میری طرف سے دوبارہ تنبیہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (۴۶)

بعض اوقات تنبیہ کے طور پر فرماتے: اگر تمہارا یہاں رہنا لوگوں کو بھگانے کے لیے ہے تو تمہیں یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اگر کسی حقیقی لگن کے تحت یہاں رہ رہے ہو تو پھر تمہیں اپنے طور طریقے، طریقۂ خواجگان کے مطابق ڈھالنے ہوں گے۔ افسوس ہے کہ عمر عزیز لہو اور عبث کاموں میں گذر جائے۔ اگر تم میں یہ قابلیت تھی کہ دانشمند بنتے اور خلقِ خدا تمہارے علم سے فائدہ اٹھاتی تو تم لوگوں نے وہ عظیم کام، اس بہتر کام (طریقہ کی خدمت) کی وجہ سے چھوڑا۔ اب تمہیں اپنے اطوار

اپنے مقصد کے مطابق درست کرنے چاہئیں۔ میرا کام کہنا اور متنبہ کرنا تھا۔ باقی آپ مختار ہیں۔

بانگ دو کردم اگر در دیہ کس است

(ترجمہ: میں نے آواز لگادی ہے اگر بستی میں کوئی ہے تو سُن لے گا)۔ (۴۷)

فرمایا: ہم مریدوں کو جو حکم دیتے ہیں، وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنے حجروں میں رہو، سوار نہ ہو، لیکن وہ صبر نہیں کرتے۔ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک استاد مصوّر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے ہاتھ پر شیر کی تصویر کندہ کردو۔ استاد نے سوئی اٹھائی اور تصویر بنانا شروع کی تو وہ شخص زخم اور تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ استاد سے پوچھا: یہ شیر کی کون سیہم مریدوں کو جو حکم دیتے ہیں، وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنے حجروں میں رہو، سوار نہ ہو، لیکن وہ صبر نہیں کرتے۔ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک استاد مصوّر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے ہاتھ پر شیر کی تصویر کندہ کردو۔ استاد نے سوئی اٹھائی اور تصویر بنانا شروع کی تو وہ شخص زخم اور تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ استاد سے پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: شیر کا سر ہے۔ اس نے کہا: بغیر سر کے شیر بنادو۔ استاد نے بنانا شروع کیا۔ پھر سوئی کی چبھن اور تکلیف ناقابلِ برداشت ہوگئی تو پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: گردن۔ کہنے لگا: بغیر گردن کے شیر بنادو۔ استاد نے پھر بنانا شروع کیا۔ پھر تکلیف برداشت نہ کرسکا اور پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: شیر کی پیٹھ۔ کہنے لگا: اس شیر کی پیٹھ نہ بناؤ۔ استاد نے پھر تصویر کھودنا شروع کی۔ پھر استاد کا ہاتھ پکڑلیا اور پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: ہاتھ اور پاؤں۔ کہنے لگا: اس شیر کے ہاتھ اور پاؤں بھی نہ ہوں۔ استاد کو غصہ آگیا اور سوئی توڑ ڈالی اور کہا: کسی نے بغیر سر، گردن، پشت، سینہ، ہاتھ اور پاؤں کے شیر نہیں دیکھا ہے۔

خواجہ احرار نے مریدوں سے کہا: تم بھی دعویٰ کرتے ہو کہ تم نے اپنے طور طریقے بدل لیے ہیں اور میں جو کہوں گا بجالاؤ گے۔ لیکن جب حکم دیتا ہوں تو کہتے ہو اس حکم کے علاوہ جو ہو بجا لائیں گے۔ تمہارا حال بھی اُس شخص جیسا ہے۔ (۴۸)

## دست کا علاج

ایک دفعہ کسی مرید کو اسہال اور پیٹ کا درد تھا۔ فرمایا: پہلے اسے تخم اسبغول صاف کرکے دو تا کہ

پیٹ کا بقیہ مواد جلد خارج ہو جائے۔اس کے بعد وہ چار تخم کھا لے۔اگر قبض مطلوب ہو تو تخمِ خرفہ، بریان کر کے باقی تین تخم کے ساتھ ملا کر کھائے۔انڈے کی زردی نیم برشت بھی مناسب غذا ہے۔ (۴۹)

## اولاد کو دنیاداری سے ممانعت

میں تمہیں اگر دنیا سے منع کرتا ہوں تو اس وجہ سے نہیں کہ میں تمہارے لیے دنیا سے دریغ کرتا ہوں۔ بلکہ دنیا سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لیے ایسا کہتا ہوں۔ مجھے افسوس ہوگا اگر آپ کے اوقات، دنیا کے لیے صرف ہوں۔ (۵۰)

## تأہل اور شادی

فرماتے تھے، شادی انبیا اور اولیا کے لیے مناسب ہے، کیوں کہ وہ لوگ شادی کے باوجود حق سبحانہٗ سے غافل نہیں ہوتے۔عوام الناس کے لیے بھی شادی ٹھیک ہے کیوں کہ وہ اس کے ذریعے اپنے مرتبہ حیوانی کی تکمیل کر لیتے ہیں۔لیکن انبیا، اولیا اور عوام الناس کے درمیان بھی ایک طبقہ ہے جو ''طریقت'' پر چلنا چاہتا ہے، ان کے لیے شادی نہایت ناموزوں ہے۔خدا کی یاد کے ساتھ ایک سانس کا باہر آنا، ہزار اولاد سے بہتر ہے۔ کیوں کہ اُس (ایک سانس) میں ہزار فائدے اور منافع ہیں اور اِس (اولاد) میں ہزار فتنے اور نقصانات۔

فرمایا: اگر بالفرض میری عمر پانچ سو سال بھی ہو اور میں یہ ساری عمر استغفار میں گذار دوں تو اُس ایک گناہ کا، جو مجھ سے سرزد ہوا ہے، کفارہ ادا نہ ہو سکے گا اور وہ گناہ، شادی ہے۔ (۵۱)

شادی کے متعلق خواجہ احرار کے ان اقوال پر جامع ملفوظات مولانا فخر الدین علی کاشفی نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ ممکن ہے کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ شادی تو سنّتِ حسنہ ہے اور اِس کے حق میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی موجود ہیں، پس اس کی نفی کرنا جائز نہیں ہے۔اس اُلجھن کا جواب یہ ہے کہ یہاں شادی کی نفی، اطلاق اور اصول کے طور پر نہیں کی گئی ہے بلکہ بعض ایسے اشخاص کے لیے نفی کی گئی ہے جن کا ظاہری و باطنی حال تجرید کے لائق ہے۔یہ بھی جاننا چاہیے کہ ہر زمانے میں حکمتِ الٰہی کے مطابق جو کچھ طالبانِ طریقت کے دل اور مریدوں کے کام کے لیے مناسب ہوتا ہے، وہی اولیا اور اہلِ ارشاد — جو کہ علوم محمدیہ کے وارث ہیں — کی زبان پر حاوی

ہوتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں مبتدیانِ طریقت کے مناسب حال، تجرّد اور فراغت تھا، ناگزیر خواجہ احرار نے، جو کہ حکیمِ الٰہی اور جامع حکم نامتناہی ہیں، تجرّد کی طرف اشارہ کیا ہے اور تأہل (شادی) سے اجتناب کرنے کے لیے فرمایا ہے۔ (۵۲)

## عیسوی نسبت

فرماتے تھے: اوائل طلب میں مجھے بہت زیادہ اضطراب اور درماندگی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو میں نے خواب میں دیکھا۔ انھوں نے فرمایا: غم نہ کرو، میں تمہارا مربّی ہوں گا۔ اس خواب کی ظاہری تعبیر تو یہ ہے کہ ہمیں بھی حضرت عیسیٰ کی طرح تجرّد اور انقطاع رہے گا لیکن میں اس تعبیر سے مطمئن نہیں ہوں۔ دوسری تعبیر یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ خدا کے نام ''المحیی'' کے مظہر بھی ہیں اور مُردوں کو زندہ کرتے ہیں، زندہ کرنا دو طرح سے ہے، ایک جسمانی اور دوسرا روحانی۔ اکابر کا کہنا ہے کہ جو زندہ ہونا روحانی طور پر ہو وہ زیادہ قوی ہے۔ اس حیاء سے مراد اپنے ذوق کے مطابق حق تعالیٰ سے دل کی آگاہی ہے۔ عزیز مشائخ کے التفات کے باعث ہمیں بھی یہ چیز حاصل ہے۔ ہماری مجالس میں بعض لوگوں کو یہ ذوق حاصل ہو جاتا ہے بلکہ اکثر لوگوں کو حاصل ہو جاتا ہے اور ان مشائخ کے ادراک کا مذاق بھی حاصل ہو گیا ہے۔ شاید اس وجہ سے ہمیں ''نسبتِ عیسوی'' ہو۔ (۵۳)

## نسبت طریقہ پر مواظبت

طریقۂ خواجگان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ، خواجگان کا طریقہ یہ ہے کہ بطور مثال اگر کسی شخص کا کھیت کو پانی دینے کے معاملے میں شریک برادری سے جھگڑا ہو گیا ہے تو وہ نزاع اور جنگ صرف ظاہری طور پر ہونا چاہیے اور باطناً قطعاً نزاع نہ ہو۔ اگر اس شخص کو تکلیف بھی پہنچائی جائے تو اسے چاہیے کہ اس تکلیف سے خوش ہو اور تکلیف پہنچانے والوں کو معذور سمجھے اور اپنی نسبت سے غافل نہ ہو۔ (۵۴)

## نسبت کی حفاظت

ریاضت صرف یہ نہیں کہ روزہ رکھا جائے یا نماز پڑھی جائے۔ ریاضت یہ ہے کہ اپنی نسبت کی، اس نسبت سے منافی امور سے حفاظت کی جائے۔ نفس جو چیز مانگتا ہے وہی نسبت کے منافی ہے۔

جو لوگ ہماری صحبت میں قبولِ نسبت کر لیتے ہیں ان کا کام ہے کہ وہ اپنے آپ کو خواہشات سے بالکل خالی کر لیں اور جو چیز ہمیں بھلی معلوم ہو، اس پر چلیں۔ یہ مقصد بغیر پاسبان کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں نے بات صاف اور کھول کر بیان کر دی ہے۔ والسّلام۔ (۵۵)

## سیّد محمد نور بخش قاینی کی مہدویت

فرماتے تھے، شیخ اسحاق ختلانی کے ایک مرید سیّد زین العابدین نامی تھے۔ ہرات کے محلہ خیابان میں نئی ندی کے قریب اس راستے پر اُن کا گھر تھا جو خواجہ عبداللہ انصاری کے مزار کو جاتا ہے۔ میں ان کے پاس گیا۔ وہ بالا خانہ پر رہتے تھے۔ وہاں سے باہر نکلے۔ ندی کے کنارے گئے اور طہارت کی۔ ان کی طبیعت کچھ بند بند تھی۔ جب واپس اوپر جا کر بیٹھ گئے تو میں نے اجازت طلب کی کیا آپ کے پاس آ سکتا ہوں؟ انھوں نے اجازت دی۔ میں ان کے پاس چلا گیا۔ رسم نذر کے مطابق میں نے انھیں جو کچھ پیش کرنا تھا اپنے رومال پر رکھ کر اُن کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے قبول کیا۔ موسم بے حد گرم تھا اور میں شہر سے چل کر آیا تھا، گرمی کا ستایا ہوا، پسینے سے شرابور تھا۔ اُس وقت میرا پسینہ بہت جلد جلد بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا: میں ترکستانی ہوں اور ہمارے علاقے کی رسم یہ ہے کہ جو نذر کسی بزرگ کے ہاں لے کر جاتے ہیں، وہ رومال پر رکھ کر پیش کرتے ہیں۔ یہ نذر آپ قبول کریں، رومال میرا ہے! میں نے اپنے علاقے کی رسم نبھائی ہے، البتہ رومال کی کوئی بات نہیں، چونکہ مجھے بہت پسینہ آ رہا ہے، مجھے ڈر ہے کہ ہوا لگ گئی تو بیمار ہو جاؤں گا۔ اگر رومال مجھے واپس عنایت فرما دیں تو مہربانی ہوگی۔ میری اس بات سے ان کی طبیعت کھل گئی اور مجھ سے خوب باتیں کیں۔

میں نے ان سے سیّد محمد قاینی[۱] کے حالات پوچھے کہ آیا وہ مہدی ہیں یا نہیں؟ انھوں نے کہا، معلوم نہیں ہے۔ ان کا ''مہدی'' ہونا صرف شیخ اسحاق کی جماعت میں مشہور ہے۔ پھر کہا: سید

---

۱۔ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

محمد قاینی کے ہرات سے چلے جانے کے بعد اور رَے پہنچنے پر، انھوں نے وہاں ایک گاؤں فتح کیا اور فتح نامہ میرے پاس بھیجا۔ سیّد زین العابدین نے وہ فتح نامہ مجھے دکھایا۔ اس خط کی پیشانی پر یوں لکھا تھا: "**من الهادی الی الله محمد بن عبدالله**"۔ خواجہ احرار نے فرمایا کہ سید محمد قاینی کو میرزا شاہرخ کے زمانے میں مہدویت کے دعوے کی وجہ سے تین چار دفعہ قید کیا گیا۔ (۵٦)

**ملامتیہ**

فرماتے تھے: طریقۂ خواجگان میں سب سے اوپر طریقۂ ملامتیہ ہے۔ ملامتیہ وہ فرقہ ہے جو اپنے ظاہر کو اس طرح رکھتا ہے کہ ان کی نسبتِ حتّیٰ چھپی رہے۔ ان کی صورت، شکل پرست درویشوں کے دل کے نقش کی طرح نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں کہ حاشاوکلاّ اِس ملامتیہ سے خلافِ شرع حرکات سرزد ہوں۔ آپ نے یہ دو اشعار پڑھے:

خرّم کسی کہ فاش کند ہر نہان کہ ہست — پیدا ست حال مردم رند آنچنان کہ ہست
زاہد نداشت چیزی و مارا گمان کہ ہست — می خوارہ داشت چیزی و مارا گمان کہ نیست (۵۷)

(ترجمہ: رندوں کا جو باطن ہے وہی ظاہر ہے۔ اُس شخص کے کیا کہنے جو ہر پوشیدہ بات کو فاش کر دے۔ مےَ نوش کے پاس کوئی قابلیت تھی لیکن ہمیں یہ گمان تھا کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ زاہد کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور ہمیں یہ خوش فہمی تھی کہ اس کے پاس کچھ [لیاقت] ہے۔)

## کثرت میں شہودِ وحدت

ایک روز، آپ بعض حاضرینِ مجلس کو ملامت کر رہے تھے اور ارشادات بھی فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں فرمایا کہ؛ تم لوگ گلی کوچوں میں گھومتے ہو، ایسا کوئی کام کرو کہ کسی کو تم سے کوئی فائدہ ملے۔ جیسے بھی ہو سکے خود کو گُم کرو۔ کوشش کرو کہ شہودِ احدیت، عین کثرت میں حاصل ہو۔ بعض نے انا اعطیناک الکوثر کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہم نے تمھیں کوثر دی، یعنی کثرت میں شہودِ

ا۔ سیّد محمد قاینی وہی سید محمد نور بخش (۷۹۵-۸٦۹ھ) ہیں جنھوں نے "مہدی" ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ سلسلۂ نوربخشیہ انھی سے منسوب ہے۔ شاہرخ کی وفات کے بعد وہ علاقہ رَے چلے گئے اور وہاں اپنے ہی آباد کردہ گاؤں "سولقان" میں وفات پائی۔

احدیت۔ (۵۸)

## جمالِ حق کے مشاہدے کی کاذب صورت

فرماتے تھے کہ، ہمارے زمانے میں ''توحید'' یہ ہے کہ لوگ بازاروں میں جاتے ہیں اور خوبصورت لونڈوں کو تاڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہٗ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ نعوذ باللہ اس مشاہدے سے۔ پھر فرمایا کہ، ایک دفعہ حضرت سیّد قاسم تبریزی اِس علاقے میں آئے ہوئے تھے۔ اُن کے مرید بازاروں میں گھومتے، امرد لونڈے ڈھونڈتے اور اُن کے ساتھ تعلق قائم کرتے اور کہتے کہ ہم خوبصورت شکلوں میں جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں! ایسے موقع پر کبھی کبھی سیّد قاسم فرماتے، ''ہمارے سور کہاں چلے گئے؟'' ان کی اس بات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سیّد قاسم کو اپنے وہ مرید، سور کی شکل میں دکھائی دیتے تھے۔ (۵۹)

## مکرِ الٰہی

فرماتے تھے کہ مکرِ الٰہی (خدا کی تدبیر) دو طرح سے ہے، ایک عوام کے لیے، دوسرا خواص کے لیے۔ عوام کے لیے یہ ہے کہ خدا انھیں خدمت میں کوتاہی کے باوجود نعمت سے نوازتا رہتا ہے، اور خواص کے لیے تدبیر یہ ہے کہ ترکِ ادب کے باوجود انھیں ان کے حال اور مقام پر برقرار رکھتا ہے۔ (۶۰)

## پست ہمتی اور بلند ہمتی کی نشانی

فرماتے تھے، خواجہ بہاء الدین نقشبند نے فرمایا کہ انھوں نے دو آدمی مکّہ معظّمہ میں دیکھے، ایک بے حد بلند ہمت تھا اور دوسرا بے حد پست ہمت۔ پست ہمت وہ جو ایک روز طواف میں خانۂ کعبہ کے دروازے کا کنڈا ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ ایسی مقدّس جگہ پر، ایسی سہانی گھڑی میں وہ خدا سے کوئی (دنیاوی) چیز مانگ رہا تھا۔ جب کہ بلند ہمت شخص منیٰ کے بازار میں ایک ایسا نوجوان تھا جس نے تقریباً پچاس ہزار دینار کا سودا خریدا اور بیچا اور اِس دوران ایک لمحہ بھی اس کا دل خدا کی یاد سے غافل نہیں رہا۔ اس جوان کی غیرت دیکھ کر، میرے اندر سے خون اُبل پڑا۔ (۶۱)

## لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ کی تفسیر

آیت ''لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ط لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ '' [۱۶/۴۰] کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ شاید ''مُلک '' سے مراد سالک کا دل ہے کیونکہ جب حق سبحانہٗ کسی دل پر قہر احدیت سے متجلّی ہوتے ہیں تو اس دل میں اپنے سوا کسی کو نہیں چھوڑتے۔ پس اس دل میں ''لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ '' کی آواز ڈالتے ہیں اور جب اس مملکت میں اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتے تو خود ہی جواب دیتے ہیں، ''لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ ''۔ **سبحانی ما اعظم شأنی** اور **أنا الحقّ** اور **ھل فی الدارین غیری؟** کی صدائیں اسی مقام پر ہیں۔ (۶۲)

## جمادات کی حیوانات سے اثر پذیری

فرماتے تھے کہ، جمادات کا انسانوں کے اعمال اور اخلاق سے اثر پذیر ہونا، اربابِ تحقیق کے ہاں ایک طے شدہ امر ہے۔ شیخ محی الدین بن عربی نے اس بارے میں بہت تحقیقات کی ہیں۔ جمادات کی یہ اثر پذیری اس حد تک ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مقام پر نماز، جو کہ افضل عبادات ہے، پڑھے جو کسی جماعت کے ناپسندیدہ اعمال اور اخلاق سے متاثر ہو تو اس عمل کی قدر و قیمت اس کمتر درجہ کی عبادت کے برابر نہیں ہے جو کسی ایسے مقام پر ادا کی جائے جو اربابِ جمعیت کی جمعیت سے متاثر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حرم مکّہ میں دو رکعت نماز برابر ہے ستّر رکعت نماز کے جو حرم سے باہر پڑھی جائے۔ (۶۳)

## سماعِ مزامیر

فرماتے تھے، بعض اکابر طریقت نے نَے، رباب اور اِن جیسے دیگر ساز جو فاسقوں کی مجلسوں میں استعمال ہوتے ہیں، اپنی مجلس میں بھی ان کا استعمال جائز قرار دیا ہے، بلکہ اسے مستحسن سمجھا ہے۔ چونکہ حق سبحانہٗ کی محبت جبلّت روح میں پنہاں ہوتی ہے اور ارواح کو فطری طور پر اچھی آوازوں اور موزوں نغمات سے بے حد مناسبت اور شیفتگی ہے، یہ سنتے وقت اس حقیقت کے آگے جو حجاب ہوتا ہے، اسے ہٹا دیتا ہے اور جبلّت روح میں پوشیدہ محبت ظاہر ہو جاتی ہے۔ تمام ریاضتوں اور عبادات کا مقصود بھی اسی محبت کا ظاہر کرنا ہے۔ پس اس چیز کو نظر میں رکھتے ہوئے اور

بعض مبتدیوں کی تربیت کے لیے، مشائخ نے سماع کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن اس کے لیے کچھ شرطیں ہیں، ایک یہ کہ مجلس میں اربابِ ہوس نہ ہوں، ایسے خوبصورت نوجوان جن کے دیکھنے سے فتنہ انگیزی ہو، وہ بھی نہ ہوں اور میٹھی آوازیں سننے کا مقصد خواہش نفس نہ ہو۔

امام غزالی نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو اپنی کنیز اور منکوحہ سے نفرت اور کدورت ہو اور مرد اچھی آوازیں سنے اور اس سے زوجین کے درمیان محبت اور تعلق بڑھ جائے تو یہ مستحسن ہے۔ کیونکہ شوہر اور بیوی کے درمیان اُنس اور اُلفت ایک شرعی تقاضا ہے [جو بذریعہ سماع الحان پورا ہو گیا]۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایسے مزامیر جو فاسقوں کی مجلس میں استعمال نہیں ہوتے اور ابریشم سے نہیں ہیں، ان کا سننا مباح ہے، جیسے دَف، نَے اور وہ رُباب جسے ''شاہین'' کہتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ جنید بغدادی کو معلوم ہوا کہ شام میں ایک بزرگ فوت ہو گئے ہیں اور اُن کے پسماندگان میں ایک مغنّیہ کنیز ہے۔ جنید بغداد سے شام گئے، اُس کنیز سے نکاح کیا اور واپس آ گئے۔

مزامیر کا سننا، متقدم مشائخ کے ہاں ایک معتبر اُصول رہا ہے۔ (۶۴)

## دعا میں تقدیم کلمات کی اہمیت

ایک دفعہ بادشاہِ وقت کی پریشانی اور دشمنوں کی یورش کی مناسبت سے فرمایا، حضرت رسول نے دعا کی تھی، اے خدا! عمر یا ابو جہل کے ایمان لانے کے ذریعے دین کو مضبوط فرما۔ اس دعا کے بعد حضرت عمر مسلمان ہوئے۔ منقول ہے کہ حضرت عمر شکر بجالاتے تھے اور روتے تھے کہ رسول اللہ اپنے دعائیہ کلمات میں اگر ''ابو جہل اور عمر'' کہہ دیتے تو میں کیا کرتا اور عمر کا حال کیا ہوتا؟ یعنی جس کا ذکر پہلے آیا، قبولیت اس کے لیے مانگی گئی تھی۔ پھر خواجہ احرار نے فرمایا، بادشاہ مستجاب الدعوۃ ہوتا ہے، اگر وہ بھی اپنے اور اپنے ملک اور بادشاہت کے لیے دعا کرلے تو کیا بُرا ہے؟ (۶۵)

## آداب طعام

فرماتے تھے، میں نے کئی بار مولانا نظام الدین کو یہ کہتے سنا ہے کہ کھانے کی کسی تقریب

میں کوئی بزرگ اور بڑا شخص موجود ہو تو اُس سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانا خلافِ ادب ہے۔ مگر جب روٹی آ جائے تو ادب یہ ہے کہ روٹی کا انتظار نہ کروایا جائے اور جونہی روٹی آ جائے کھانے میں مصروف ہو جائیں اور بڑے آدمی کے انتظار میں نہ رہیں۔ (۶۶)

## شقاوتِ حال اور سعادتِ حال

فرماتے تھے، اگر اصحاب سلوک میں سے کوئی حال اور طریقت کے مطابق عمل نہ کرے اور اپنی طبیعت کے تقاضے کا اتباع کرے، اس شخص کو "شقی حالی" کہتے ہیں۔ اور جو شخص حال اور طریقت کے مطابق کام کرے صوفیہ اسے "سعید حالی" کہتے ہیں۔ لیکن شقی حالی، سعید حالی میں بدل سکتا ہے اور سعید حالی، شقی حالی میں، کیونکہ حالات تغیّر پذیر ہوتے ہیں۔ (۶۷)

## معاملاتِ دُنیوی میں مشغولیت اور یادِ حق

فرماتے تھے، شیخ ابو القاسم حکیم سمرقندی،[۱] دین وملت کا رُکنِ اعظم تھے۔ وہ قاضی تھے۔ ان کے ایک ہم عصر شیخ طریقت کے دل میں خیال گذرا کہ حکیم سمرقندی کا لوگوں کے معاملات میں اس طرح مشغول ہونا اپنا وقت ضایع کرنے کے مترادف ہے، نیک احوال کا اکتساب اس سے اولیٰ و افضل ہے۔ وہ بزرگ، حکیم سمرقندی کو تنبیہ کرنے کی نیت سے ایک روز اُن کی عدالت میں چلے گئے اور لوگوں کے سامنے اپنا مصلاّ پانی کے حوض پر بچھا دیا اور نماز شروع کی۔ حکیم سمرقندی نے یہ دیکھا تو فرمایا: ان چیزوں سے کیا حاصل؟ بات تو جب ہے کہ لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے اپنا دل حق سبحانہٗ سے آگاہ رہے۔ (۶۸)

## اولیاءاللہ کا لوگوں کے ساتھ معاملہ

فرماتے تھے، اولیا کے معاملات لوگوں کے ساتھ بہت مشکل ہیں۔ ان کے معاملہ کا

---

۱۔ ابو القاسم اسحاق بن محمد حکیم سمرقندی (م: ۳۴۲ھ) ماوراء النہر کے صوفیہ اور متکلمین میں سے تھے۔ کتاب السواد الاعظم ان کی تصنیف ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ بے شک کسی نے دشمنی کی بنا پر انھیں ایذا اور تکلیف پہنچائی ہو، یہ پھر بھی اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ اس شخص کو یہی گمان رہتا ہے کہ اولیا ان کی دشمنی اور ایذا رسانی سے واقف نہیں ہیں۔ (۶۹)

## گم شدہ نسبت کی بازیابی کا تجربہ

فرماتے تھے، جب کبھی میں اپنا طریقہ کھو دیتا تو کبھی طوافِ مزارات کو نکل جاتا، کبھی اپنے آپ کو ذکر میں مصروف کرتا، بہت جتن کرتا لیکن اپنی نسبت واپس حاصل نہ ہوتی۔ آخر ایک تنکے کے آگے بیٹھ جاتا اور بڑی نیازمندی اور مسکینی سے اپنے آپ کو اس تنکے کی طرف متوجہ رکھتا اور تنکے پر توجہ مرکوز کرنے کی برکت سے اپنی گم شدہ نسبت پا لیتا۔

فرماتے، اس نسبت کی لطافت اور نزاکت اس قدر ہے کہ اگر کسی کتّے کو بھی بلا وجہ دھتکار دیا جائے تو یہ نسبت غائب ہو جاتی ہے۔ (۷۰)

## حواشی

۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۸۵
۲۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۵۵
۳۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۴
۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۳۷
۵۔ ایضاً، ۲۱
۶۔ ایضاً، ۲۶
۷۔ ایضاً، ۲۷
۸۔ ایضاً، ۳۸
۹۔ ایضاً، ۶۳
۱۰۔ ایضاً، ۶۷
۱۱۔ ایضاً، ۹۷
۱۲۔ ایضاً، ۲۰۹
۱۳۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند ۳۵۷
۱۴۔ ایضاً، ۲۲۰
۱۵۔ ایضاً، ۲۸۴
۱۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۵۷
۱۷۔ ایضاً، ۲۸۹
۱۸۔ ایضاً، ۳۰۰
۱۹۔ ایضاً، ۳۱۴
۲۰۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند ۴۱۷
۲۱۔ ایضاً، ۴۰۸
۲۲۔ ایضاً، ۴۳۷

۲۳۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۵۱

۲۴۔ ایضاً، ۴۴۹

۲۵۔ ایضاً، ۴۷۵

۲۶۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، بند ۵۴

۲۷۔ ایضاً، ۱۴۵

۲۸۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۵۰۱

۲۹۔ ایضاً، ۵۳۲

۳۰۔ ایضاً، ۵۶۷-۵۶۸

۳۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۸۷

۳۲۔ ایضاً، ۵۸۷

۳۳۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص، ۴۳۵

۳۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۵۵

۳۵۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند ۶۳۴

۳۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۴۰

۳۷۔ رشحات عین الحیات، ج ۲،ص ۴۴۱

۳۸۔ ایضاً، ۶۰۳ ملخّص، خواجہ امیر الدین حسن کشمیری نے اسی ملفوظ کو یوں منظوم کیا گیا ہے:

بحر موّاج غرق نور اللہ خواجہ خواجگان، عبید اللہ

گفت شکر خدای بر نعمت دیدن منعم است در نعمت

مثنوی تحفۂ محمدی، مخطوطہ، گنج بخش، لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۵۹۸، ص ۲۸۱

۳۹۔ ایضاً، ۶۰۴

۴۰۔ ایضاً، ۶۰۵

۴۱۔ ایضاً، ۶۲۵

۴۲۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند ۴۲۴

۴۳۔ ایضاً، ۱۵۸ و ۶۴۳ ملا کر۔

۴۴۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص۴۴۹
۴۵۔ ایضاً،۷۰۹
۴۶۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، بند۲۰
۴۷۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند۱۷۰
۴۸۔ ایضاً،۲۶۷
۴۹۔ ایضاً،۱۶۷
۵۰۔ ایضاً،۲۵۷
۵۱۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص۴۷۸
۵۲۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص۴۷۹
۵۳۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)،۳۲
۵۴۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، بند۱۲۹
۵۵۔ ایضاً،۳۴، ۳۶
۵۶۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند۶۸۳
۵۷۔ ایضاً،۹۴
۵۸۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص۴۳۹
۵۹۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص۴۵۳
۶۰۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص۴۷۲
۶۱۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص۴۵۵
۶۲۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص،۴۳۹
۶۳۔ رشحات عین الحیات، ج۲،ص،۴۵۲
۶۴۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند۴۲۹
۶۵۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند۴۴۷
۶۶۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند۴۶۵
۶۷۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند۶۴۶

۶۸۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند ۲۷۰

۶۹۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاوّل)، بند ۲۴۰

۷۰۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، بند ۸۶،۸۵

# مکتوباتِ خواجہ احرار
## (انتخاب)

۲۸۔ [illegible]

۲۹۔ [illegible]

۳۰۔ [illegible]

## سلطان ابوسعید کے نام خطوط

(۱)

نیاز کے بعد، اس فقیر کی عرضداشت یہ ہے کہ دشمن پر غلبہ پانے کے لیے حق سبحانہٗ کی بارگاہ میں حُسنِ التجا کے بغیر اس کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ پہلے ہمّت باندھ کر اپنے معنوی دشمنوں پر غلبہ پائیں پھر ظاہری دشمنوں پر غلبہ آسان ہو جائے گا۔ یہ مقصد سوائے شریعت محمدی کی پاسداری کے میسر نہیں ہے، لہٰذا میری درخواست ہے کہ شریعت کی ترویج کو اپنے وقت کا لازمی تقاضا قرار دیں۔ والسّلام۔ (۱)

(۲)

نیاز کے بعد، اس فقیر کی عرضداشت یہ ہے کہ سلاطین اخلاقِ الٰہی کا مظہر ہوتے ہیں۔ ان کے حضور حاجت اور ضرورت کا اظہار اس طرح کرنا چاہیے کہ بے ادبی کا پہلو نہ نکلے۔ حاجت اور ضرورت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایسی کمر ہمّت باندھیں کہ تمام مسلمان سُکھ کا سانس لیں اور سب ارشادِ نبوی ''**الاحسان ان تعبد الله کانک تراه**'' کے مطابق فریضہ ہائے بندگی انجام دے سکیں۔ باقی حاجات اور ضروریات کا اظہار حامل رقعہ ہٰذا آپ کی خدمت میں کر دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اپنی اور مسلمانوں کی دونوں جہان کی سعادت کے لیے آپ اسے شرفِ قبولیت بخشیں گے۔ والسّلام۔ (۲)

(۳)

نیاز کے بعد، اس فقیر کی اپنے مخدوم زادہ کے آگے عرضداشت یہ ہے کہ اکابر نے سمرقند کو ''محفوظ شہر'' قرار دیا اور لکھا ہے۔ لہٰذا آپ کی طرف سے سمرقند پر حملے کا ارادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ خدا نے ایسا نہیں فرمایا ہے۔ شریعت محمدی بھی ایسا حکم نہیں دیتی۔ آیا اپنے بھائیوں کی گردن پر تلوار چلانا آپ کے شایانِ شان ہے؟ اس عاجز نے آپ کی خیر خواہی میں خدمت کاری کی، بہت درخواست کی، لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا۔ لوگوں کی باتوں میں آ کر حملے کا ارادہ کرنا اور میری

خدمت کو نظر انداز کرنا بہت عجیب معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ میں آپ کی خدمت کرتا ہوں۔ لوگ اپنے مطلب کی بات اُڑاتے ہیں۔ سمرقند میں بے شمار عزیز لوگ ہیں، بے شمار صلحا ہیں، فقرا و مساکین بھی کافی ہیں۔ انھیں اس سے زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ خدا نہ کرے کوئی دل دُکھے۔ اگر دل دُکھا تو معلوم نہیں کیا ہو جائے۔ صلحا کے دل دُکھنے سے ڈرنا چاہیے۔ اس عاجز کی التماس، جو محض بے لوث خدمت ہے، خالصاً لوجہ سبحانہ قبول کریں۔ ایک دوسرے کی مدد سے وہ کام کریں جس سے حق سبحانہٗ راضی ہو۔ سب متحد اور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر جو کام ادھورے پڑے ہیں انھیں مکمّل کریں۔

حق سبحانہٗ کے کچھ پیارے بندے ایسے ہیں کہ حق سبحانہٗ کو ان کے حال پر جو کمال مہربانی ہے، اس کی وجہ سے اگر کوئی شخص اُن بندگانِ خدا کو تکلیف اور ایذا پہنچاتا ہے اور ان کے خلاف جنگ کا ارادہ کرتا ہے تو حق سبحانہٗ اسے اپنے خلاف اعلانِ جنگ اور اپنے کو ایذا پہنچانا کہتا ہے۔ صحیح احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہے۔

به پیش چشم تو خاکسترم، میا گستاخ — که هست در ته او آتشی و دریایی

(ترجمہ: تمہاری نظروں میں مَیں راکھ ہوں۔ میری طرف مت بڑھنا۔ کیوں کہ اس راکھ کی تہہ میں آگ اور دریا ہے۔)

مجھے یقین ہے کہ آپ حکم خداوندی ''فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا'' [پھر اُس سے نرمی سے بات کرنا، طٰہٰ/۴۴] کا خیال رکھیں گے اور لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى [شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے، طٰہٰ/۴۴] پر غور کر کے اپنی ساری ہمت تبلیغ کے اثرات کو پایدار بنانے میں صرف کریں گے۔ سلطنت و حکومت کے ادب کی پاسداری موجب تاثر ہے۔ (۳)

## بنام سلطان حسین بایقرا

عرضِ نیاز کے بعد واضح ہو کہ:

ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق سلاطین کی خدمت کرتا ہے۔ ہم جیسے فقیروں کی خدمت اس کے سوا کچھ نہیں کہ جس چیز کو ہم سعادت دارین کا نقصان سمجھیں، اسے نیاز مندی کے ساتھ [بادشاہ کے حضور] بیان کر دیں کہ از راہ کرم فلاں چیز ترک کر دی جائے تا کہ دولتِ دارین کے

اضافہ کا سبب بنے۔

کچھ عرصہ سے ہم بہت کچھ سن رہے ہیں جس کے بارے میں ہمارا گمان ہے کہ وہ چیزیں باعثِ نقصان ہوں گی۔ اب جسارت سے کام لیتے ہوئے ہم آپ سے التماس کرنا چاہتے ہیں کہ وہ امور ترک کر دیے جائیں۔ اس لیے کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ سب کام کسی فتویٰ کی بنا پر کیے جا رہے ہیں۔ اس بارے میں ہم کچھ کہنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ اگر [فتویٰ کی] یہ رکاوٹ نہ ہوتی تو جرأت کر کے کہتے کہ ہمیں نہیں معلوم فتویٰ ان کاموں کے جواز پر ہے یا وجوب پر؟ اگر وجوب پر ہے تو کیا علاج؟ اگر کسی ضرورت کے باعث ہے کہ اگر وہ کام انجام نہ دیے گئے تو کثیر خلقت کا بے حد نقصان ہوگا۔ اگر بقدر ضرورت اس میں تصرّف کر دیا جائے تو وہ دوسری بات ہے۔ ہمیں ایسی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔

آپ اہتمام کریں کہ ایسی ضرورت ہی نہ پڑے۔ میرا گمان ہے کہ ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امید واثق ہے کہ حق سبحانہٗ آپ کو اس چیز کے ترک کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو وقت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں [سمرقند میں] بھی علما موجود ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ انھوں نے (بذریعہ فتویٰ) ان امور کا جواز فراہم کیا ہو۔

الفقیر عبیداللہ (۴)

## بنام میر علی شیر نوائی

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ، مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهُ.

[ترجمہ: جس نے خدا کے سامنے عاجزی کی، خدا نے اس کو بلند کیا، جس نے خدا کے لیے مدد کی، اللہ نے اس کی مدد کی۔]

عرضِ نیاز کے بعد، فقیر کی عرضداشت خالصاً لوجہ سبحانہٗ یہ ہے کہ حق سبحانہٗ نے محض اپنے فضل سے بادشاہت کا جو انعام عنایت فرمایا ہے وہ سب سے عمدہ اور قوی سبب ہے سعادت دارین حاصل کرنے کا۔ اس انعام کو حق سبحانہٗ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کام میں لایا جائے۔ یعنی ہر لحاظ سے کوشش یہ کی جائے کہ شاہ دولت کی تمام توجہ شریعت محمدی کی ترویج میں مصروف ہوتا کہ ہر

جگہ نور بھر جائے اور کسی تاریکی کو نور کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہے۔

اِس وقت جب کہ مسلمانوں کی جان اور ایمان کے دشمن قریب آ پہنچے ہیں اور خرابی کر رہے ہیں، سلاطین کے لیے اس سے مکمّل اور مناسب عبادت، نماز کے بعد اور کوئی نہیں ہے کہ وہ ان آدم خور[(۵)] ظالموں کو ختم کرنے میں مشغول ہوں۔ اس لیے میری التماس ہے کہ شما بدولت اور تمام اراکین حکومت[(۶)]، بلکہ تمام مسلمان، سب کام چھوڑ دیں اور ان ظالموں کے خاتمے میں لگ جائیں۔

مجھے یقین ہے کہ شما بدولت نے وہاں [ہرات میں] یہ کام اپنے ذمّہ لے رکھا ہے، اگر آپ ولی عہد [مخدوم زادہ] کی اس طرح مدد کریں کہ ان کی بھی شان وشوکت ہو تو یہ دیکھ کر دیگر اراکینِ حکومت (مخدوم زادگان) بھی ساتھ دیں گے اور اِن بد بخت ظالموں کا قلع وقمع بہت جلد ممکن ہو سکے گا....

الفقیر عبید اللہ[(۷)]

## بنام خواجہ محی الدین عبد الحق (خواجہ احرار کے پوتے)

غیر حق ہر ذرّہ کان مقصود تست
تیغِ ''لا'' برکش کہ آن معبود تست

(ترجمہ: غیر حق کے سوا جو ذرّہ بھی تمہارا مقصود ومطلوب ہو اُس پر ''لا'' کی تلوار چلاؤ۔ اس لیے کہ تم نے اسے معبود بنالیا ہے۔)

فرزند، نورِ چشم، تمہاری ساری ہمّت یہ ہونی چاہیے کہ دل میں حق سبحانہٗ کے علاوہ، کچھ اور نہ ہو۔ حق سبحانہٗ کے علاوہ جو چیز تمہارا دل لبھائے اُسے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ کر دل سے ایسا دور کرو کہ گویا وہ تمہاری دشمن ہے۔ ہمیشہ حق سبحانہٗ سے پوری نیاز مندی سے یہ دعا مانگو کہ اپنے سوا تمہیں کس اور کا محتاج نہ کرے۔ صاف ستھرے رہو، خلوت میں نماز پڑھو، زمین پر سر رکھ کر حق سبحانہٗ سے مانگو کہ تمہیں اپنے خاص بندوں کے دل میں جگہ دے۔ اس کے سوا کسی چیز کو سعادت نہ سمجھو کہ بندگانِ حق سبحانہٗ تمہیں اپنے دل میں جگہ دے دیں اور وہ حق سبحانہٗ سے تمہارے لیے یہ دعا مانگیں کہ تمہارے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو۔

ترا یک بندہ بس در ہر دو عالم — کہ بر ناید ز جانت بی خدا دَم
اگر تو یاد داری پاس انفاس — بسلطانی رسانندت ازین پاس

تو مباش اصلا کمال اینست و بس　　　تو زخود گم شو وصال اینست و بس

(ترجمہ: ہر دو عالم میں تجھے ایک بندہ (مرشد) ہی کافی ہے۔ تا کہ بغیر خدا کی یاد کے تمہاری ایک سانس بھی نہ نکلے۔ اگر تم ''پاس انفاس'' کو یاد رکھو تو یہ تمہیں بادشاہت کے مقام تک پہنچادے گا۔

تم درمیان میں نہ رہو، بس یہی کمال ہے۔ تم اپنے آپ کو بھول جاؤ، بس یہی وصال ہے۔)(۸)

## بنام مولانا جامی

[بے شک مولانا جامی اپنے آپ کو خواجہ احرار کا ایک راسخ العقیدہ نیاز مند سمجھتے تھے لیکن مندرجہ ذیل خط سے معلوم ہوتا ہے کہ خود خواجہ احرار کو مولانا سے کیا قربت حاصل تھی اور ان کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ خواجہ احرار نے الفاظ کا چناؤ اس طرح کیا ہے گویا وہ مرید اور مولانا جامی مراد ہوں۔ مرتّب]

نیاز کے بعد، اس بے چارے، گرفتار کی عرض داشت یہ ہے کہ کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ گستاخی کر کے اپنی خرابی احوال آپ کے آستانہ تک پہنچاؤں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس فقیر کی خرابی احوال آنجناب کے لیے ملال آور ہوگی۔ ''ذکر الوحشة وحشة'' [وحشت کا ذکر خود وحشت ہے] بہ ہر حال میرے ملحوظ ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس درماندہ کی خرابی احوال پر نظر کریں اور اس ضعیف سے ہمدردی، جو کہ اخلاقِ کریمہ ہے، کا اظہار کریں۔ میں اپنی گرفتاری کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں جانتا کہ:

ہر کہ را دیو از کریمان وا برد　　　بی کسش سازد، سرش را وا خورد

(ترجمہ: جسے دیو، کریموں کے پاس سے اٹھا کر لے جاتا ہے اسے بے کس بنا دیتا ہے اور اس کا سر چبا لیتا ہے۔)

والسلام والاکرام(۹)

## حواشی

۱۔ احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار، ص ۵۵۰

۲۔ ایضاً، ص ۵۵۰

۳۔ ایضاً، ص ۵۵۳-۵۵۴

۴۔ < خواجہ عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط >، ص ۱۵۲

۵۔ خط کی انگریزی مترجم پروفیسر جو۔این گروس کا خیال ہے کہ اس ''دشمن'' سے مراد وہ اُزبک اور مُغتے ہیں جو مشرقی ترکستان میں آلِ تیمور کے خلاف کاروائی کرتے تھے۔ < خواجہ عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط >، ص ۱۸۶، حاشیہ نمبر ۱۲۴

۶۔ جس لفظ کا میں نے اراکین حکومت ترجمہ کیا ہے، متن میں وہ لفظ ''مخدوم زادگان'' ہے۔ انگریزی مترجم نے Princes (شہزادے) ترجمہ کیا ہے۔ < خواجہ عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط >، ص ۱۸۶

۷۔ < خواجہ عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط >، ص ۱۸۶-۱۸۷

۸۔ احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار، ص ۵۶۴-۵۶۵ منقول از فقرات

۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۴۸

فہرستِ مآخذ

## حواشی

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ [illegible]

۵۔ [illegible]

۶۔ [illegible] Princes [illegible]

۷۔ [illegible]

۸۔ [illegible]

۹۔ [illegible]

# فہرست مآخذ

(عربی، فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، روسی کتب و رسائل)

دو بریکٹ < > کے اندر غیر ملکی کتب کے اسماء کے مخففات درج ہیں۔

**آثار الصنادید**، سرسیّد احمد خان، بہ اہتمام خلیق انجم، دہلی، اردو اکادمی دلّی، ۱۹۹۲ء
**آئین اکبری**، ابو الفضل علاّمی، مطبع منشی نول کشور، ۱۸۹۳ء
**احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار**، بہ تصحیح و مقدمہ و تعلیقات عارف نوشاہی، تہران، مرکز نشر دانشگاہی، ۱۳۸۰ش/۲۰۰۲ء
**<ادبیات ترکی>**

***Turkish Literature: A Bio-Bibliographical Survey,***
H. F. Hofman, Utrecht, 1969

**اردو دائرۂ معارف اسلامیہ**، بہ اہتمام دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۵ء، ج ۱۱: ۱۹۸۵ء، ج ۱۸
**<استوری>**

***Persian Literature: A Bio-Bibliographical Survey,***, C. A. Storey, London, 1935

**اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید**، محمد بن منور بن ابی سعد بن ابی طاہر بن ابی سعید میہنی، مقدمہ، تصحیح و تعلیقات محمد رضا شفیعی کدکنی، تہران، آگاہ، ۱۳۶۶ش، ۲ حصّے
**<اسناد سمرقند>**

**اسنادِ سمرقند: ۱۵ - ۱۶ ویں صدی**، او-ڈی- چیخووچ، O.D.Chekhovich, *Samarkandskie dokumenty XV-XVI vv.*، [روسی ترجمہ، فارسی نقل، اصل اسناد کا عکس]، ماسکو، ۱۹۷۴ء

**اسناد و مکاتبات تاریخی ایران (از تیمور تا شاہ اسماعیل)**، عبدالحسین نوایی، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب، ۱۳۵۶ش
**اکبرنامہ**، ابوالفضل علامی، بہ تصحیح مولوی آغا احمد علی و مولوی عبدالرحیم، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۷۷ء، ج ۱
**الغ بیگ و زمان وی**، بارتھولڈ، فارسی ترجمہ حسین احمدی پور، تبریز، چہر، ۱۳۳۶ش؛ اصل کتاب کے کوائف یہ ہیں:

***Ulug Beg i Ego Vermya***, by V. V.Barthold, Moscow, 1964 (reprint)

**انیس الطالبین وعدۃ السالکین**، صلاح بن مبارک بخاری، بہ تصحیح خلیل ابراہیم صاری، بہ کوشش توفیق ہاشم پور سبحانی، تہران، کیہان، ۱۳۷۱ش
**ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون**، اسماعیل باشا بغدادی، بہ تصحیح محمد شرف الدین بالتقابا، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۰ء، ج ۱،۲[کشف الظنون کی تیسری اور چوتھی جلد کے طور پر شایع ہوئی ہے۔]
**بابرنامہ (ترکی)**، ظہیرالدین محمد بابر، بہ اہتمام اے۔ ایس۔ بیورج، لندن، لوزاک، ۱۹۷۱ء، یہ سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد کے نسخہ کی عکسی اشاعت ہے۔
انگریزی ترجمہ:

***B bur N ma* (Memoirs of Babur)**,Zahirud din Muhammad B bur P dshah Gh zi,Tr.Annette Susannah Beveridge,Dehli,1979 (reprint).

**برصغیر میں تصوّف کے نادر مخطوطات پر جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات**، باضمیمہ "ہندوستان کے کتابخانوں میں مخطوطات تصوّف فارسی و عربی"، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۲ء
<بہاءالدین نقشبند>

***Bahaeddin Naksbend:***

***Hayati, (XII-XVII Asirlar),***

Necdet Tosun, Istanbul, Insan Yayinlari, 2002.

**تاریخ رشیدی**، میرزا محمد حیدر دوغلات، تصحیح عباس قلی غفاری فرد، مرکز نشر میراث مکتوب، تہران، ۱۳۸۳ش/۲۰۰۴ء

**تاریخ نظم ونثر درایران ودرزبان فارسی تا پایان قرن دہم ہجری**، سعید نفیسی، تہران، فروغی، ۱۳۶۳ش

**تجارب الملوک** (ترجمہ بابرنامہ)، ظہیر الدین محمد بابر، فارسی ترجمہ عبدالرحیم خانخانان، بمبئی، بہ اہتمام میرزا محمد ملک الکتّاب، ۱۳۰۸ھ

**تحایف قدسیہ**، پیر کمال لاہوری، قلمی، مکتوبہ سید بشیر احمد بشارت نوشاہی، ۶ رمضان ۱۳۵۶ھ، کتب خانۂ سید شریف احمد شرافت نوشاہی، ساہن پال شریف، ضلع منڈی بہاء الدین

**تحفۃ الاحرار**، عبدالرحمٰن جامی، مشمولہ مثنوی ہفت اورنگ، بہ تصحیح و مقدّمہ آقا مرتضی مدرس گیلانی، تہران، سعدی، [۱۳۵۱ش]

**تذکرۂ ہمایون و اکبر**، بایزید بیات، بہ سعی و تصحیح محمد ہدایت حسین، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۹۴۱ء

**تصوّف وادبیات تصوّف**، یوگنی ایڈورڈو یچ برٹلس، فارسی ترجمہ سیروس ایزدی، تہران، امیر کبیر، ۱۳۵۶ش

**تقویم البلدان**، ابوالفدا، فارسی ترجمہ عبدالمحمد آیتی، تہران، بنیاد فرہنگ ایران، ۱۳۴۹ش

**ثمرات القدس من شجرات الانس**، لعل بیگ بدخشانی، بہ تصحیح وتعلیقات سیّد کمال حاج سیّد جوادی، تہران، پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی، ۱۳۷۶ش

**جادۃ العاشقین**، شرف الدین حسین خوارزمی، قلمی، مملوکہ پیر ابوالخیر عبداللہ جان مجدّدی، پشاور

**جامی**، علی اصغر حکمت، تہران، توس، ۱۳۶۳ش

**الجانب الغربی فی حل مشکلات الشیخ محی الدین ابن عربی**، ابوالفتح محمّد بن مظفر الدّین محمد بن حمید الدّین عبداللہ مشہور بہ شیخ مکّی، بہ اہتمام وحواشی نجیب مایل ہروی، تہران، مولیٰ،

۱۳۶۴اش/۱۴۰۵ھ

جغرافیای تاریخی سرزمین ہای خلافت شرقی، لسترنج، فارسی ترجمہ محمود عرفان، تہران، شرکت انتشارات علمی وفرہنگی، ۱۳۶۷اش، طبع سوم

حامدالگار <تاریخ مختصر نقشبندیہ>

Hamid Algar, "A brief History of the Naqshbandi Order", in *Naqshbandis*, Istanbul-Paris, 1990, pp. 3-44

حامدالگار <متقدم نقشبندیوں پر ابن عربی کے اثرات>

"Reflections of Ibn 'Arabi in early Naqshbandi tradition", *Islamic Arastirmalar*, Ankara, vol. 5, No. 1, Jan. 1991, pp. 1-20

حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، غیاث الدین بن ہمام الدین حسینی المدعو بہ خواند امیر، زیر نظر محمد دبیر سیاقی، تہران، خیام، ۱۳۶۲اش، طبع سوم، ج ۳، ۴

حدائق الشقائق، مجدی محمد افندی، بہ اہتمام عبدالقادر اوزجان، استنبول، دارالدعوۃ، ۱۹۸۹ء، یہ شقائق النعمانیہ کا ذیل ہے۔

حورائیہ، عبیداللہ احرار، قلمی، ابوریحان بیرونی انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 507۔ اسلام آباد اور تہران سے شائع ہو چکا ہے۔

خردنامہ اسکندری، عبدالرحمان جامی، مشمولہ مثنوی، ہفت اورنگ، بہ تصحیح ومقدمہ آقا مرتضی مدرس گیلانی، تہران، سعدی، [۱۳۵۱اش]

خزینۃ الاصفیاء، غلام سرور لاہوری، لکھنؤ، مطبع ثمر ہند، ۱۸۷۳ء، ج ۱

خواجہ احرار ولی، باتور خان خلعت پورولی، بہ اہتمام رحیم مسلمانیان قبادیانی، تہران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۷۶اش

<خواجہ عبیداللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط>

***The Letters of Khwaja 'Ubayd Allah Ahrar and his associates***/by Jo-Ann Gross and Asom Urunbaev,

Published in coopration with the Al-Beruni Institute of Oriental Studies of the Academy of Sciences of the Uzbekistan.-Leiden;Boston;Koln;Brill,2002

**خوارق عادات احرار**، مولانا شیخ، قلمی، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، H.L.2480
تہران اور ٹوکیو سے شائع ہو چکی ہے۔

**تذکرۂ خوش معرکہ زیبا**، سعادت خان ناصر، بہ اہتمام مشفق خواجہ، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء

**دانش**، فصلنامہ رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد، شمارہ ۲، ۱۳۶۴ش/۱۹۸۵ء

**دائرۃ المعارف فارسی**، بہ سرپرستی غلام حسین مصاحب، تہران، شرکت سہامی کتابہای جیبی باہمکاری مؤسسہ انتشارات فرانکلین، ۱۳۴۵ش، ج۱: ۱۳۵۶ش، ج۲

**دلائل السلوک**، اللہ یار خان، مرتبہ حافظ عبد الرزاق، ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ، دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، ۱۹۹۲ء

**دیوان بہرام سقا**، بہرام سقا بخاری، قلمی، بادلیان، Whinfield 39، مکتوبہ ۱۰۲۸ھ

**دیوان جامی**، نورالدین عبدالرحمان جامی، مقدمہ و تصحیح اعلا خان افصح زاد، مرکز نشر میراث مکتوب، تہران، ۱۳۷۸ش/۱۹۹۹ء، ۲ جلد

**رشحات عین الحیات**، فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی، بامقدمہ و تصحیحات وحواشی وتعلیقات علی اصغر معینیان، تہران، بنیاد نیکوکاری نوریانی، ۱۳۵۶ش، ۲ جلد

**روضات الجنات فی اوصاف مدینۃ ہرات**، معین الدین محمد زمجی اسفزاری، با تصحیح وحواشی و تعلیقات محمد کاظم امام، تہران، دانشگاہ تہران، ۱۳۳۸-۳۹ش، ۲ جلد

**روضات الجنات و جنات الجنان**، حافظ حسین کربلائی تبریزی معروف بہ ابن الکربلائی، بہ اہتمام جعفر سلطان القرائی، تہران، بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب، ۱۳۴۴ش

**روضۃ الریاحین**، درویش علی بوزجانی، بامقدمہ وتعلیقات حشمت مؤید، تہران، بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب، ۱۳۴۵ش

**تاریخ روضۃ الصفا**، میر محمد بن سید برہان الدین خواوندشاہ الشہیر بہ میر خواند، تہران، مرکزی وخیام

وپیروز، ۱۳۳۹ش، ج ۵، ۶، ۷

**ریاض الانشاء**، عمادالدین محمود گاوان ملقب بہ صدر جہان، بہ تصحیح وتحشیہ شیخ چاند بن حسین، بہ اہتمام غلام یزدانی، حیدرآباد دکن، مجلس مخطوطات فارسیہ، ۱۹۴۸ء

**ریاض العارفین**، رضا قلی خان ہدایت، تہران، محمودی، بلا تاریخ۔

**ریاض الفصحاء (تذکرۂ ہندی گویان)**، غلام ہمدانی مصحفی، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۴ء

**زاد المتقین فی سلوک الطریق الیقین**، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، قلمی، قومی عجائب گھر پاکستان، کراچی، شمارہ N.M.1966-135

**زبدۃ المقامات (برکات الاحمدیہ الباقیہ)**، محمد ہاشم کشمی، کان پور، نول کشور، ۱۸۹۰ء

**سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر**، بہ اہتمام سعید نفیسی، کتاب خانۂ سنائی، تہران ۱۳۶۹ش، طبع سوم

**سلسلۃ الذہب**، عبدالرحمان، جامی، مشمولہ مثنوی ہفت اورنگ، بہ اہتمام آقا مرتضی مدرس گیلانی، تہران، سعدی، [۱۳۵۱ش؟]

**سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدیقین**، مولانا محمد قاضی سمرقندی، قلمی، گنج بخش، اسلام آباد، ۲۹۵۱

**سلسلہ نامہ خواجگان نقشبند**، محمد بن حسین بن عبداللہ قزوینی، قلمی، لالہ لی (Laleli)، استنبول، 1381

**سمریہ**، ابوطاہر سمرقندی، بہ کوشش ایرج افشار، تہران، فرہنگ ایران زمین، ۱۳۴۳ش طبع اوّل؛ تہران، مؤسسہ فرہنگی جہانگیری، ۱۳۷۰ش، طبع دوم

**سنوات الاتقیا**، بدرالدین سرہندی، قلمی، ذاتی کتب خانہ الیف اللہ عثمانی، سرگودھا، بقلم شیخ محمد یسین پانی پتی، مکتوبہ غرّہ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ، اس کا عکس ڈاکٹر ساجد اللہ تفہیمی، کراچی کے پاس ہے جس سے استفادہ کیا گیا۔

**الشقایق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ**، عصام الدین ابی الخیر احمد الشہیر بطاش کوپری زادہ، تحقیق احمد صبحی فرات، استنبول یونیورسٹی، ۱۴۰۵ھ

**طبقات شاہ جہانی**، محمد صادق کشمیری ہمدانی، قلمی، برٹش میوزیم، لندن، Or1673، اس کا عکس ڈاکٹر محمد اسلم خان، دہلی یونیورسٹی کے پاس تھا جس سے استفادہ کیا گیا، نیز مطبوعہ: بہ

اہتمام محمد اسلم خان، شعبہ فارسی، دہلی یونی ورسٹی، (طبقہ تاسعہ) ۱۹۹۳ء؛ (طبقہ عاشرہ)، ۱۹۹۰ء

**طریقہ خواجگان نقشبند**، شیخ احمد سرہندی، قلمی، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، ۴۳/۷۴۳

**عرفات العاشقین و عرصات العارفین**، تقی الدین محمد اوحدی بلیانی، قلمی، کتابخانہ ملّی ملک، تہران، ۵۳۲۴

**عمل صالح الموسوم بہ شاہجہان نامہ**، محمد صالح کنبو، ترتیب وتحشیہ غلام یزدانی، ترمیم و تصحیح وحید قریشی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء

**فقرات**، عبید اللہ احرار، قلمی، قومی عجائب گھر پاکستان، کراچی N.M.1974-108، مکتوبہ ربیع الآخر ۱۰۹۰ھ۔ حیدر آباد دکن سے شائع بھی ہو چکا ہے۔

**<فہرست اُزبکستان>**:

**<فہرست نسخہ ہای خطی عربی، فارسی وترکی موجود در اکادمی علوم ازبکستان>**، مختلف مؤلفین، تاشقند، ۷۵-۱۹۵۲ء، ۱۰ جلد، کتاب روسی زبان اور کریلیر رسم الخط میں ہے۔

**<فہرست تاجیکستان>**:

**<فہرست نسخہ ہای خطی عربی و فارسی موجود اکادمی علوم تاجیکستان>**، دوشنبہ، ۱۹۶۸ء، ۲ جلد، کتاب روسی زبان اور کریلیر رسم الخط میں ہے۔

**<فہرست دانشگاہ تاشقند>**:

***A Descriptive catalogue of the Persian, Arabic, Turkish Manuscripts Preserved in the Library of Middle Asiatic State University,* A. A. Semenov, Tashkent, 1935.**

**فہرست کتابہای چاپی فارسی**، خانبابا مشار، تہران، ناشر مصنف، ۱۳۵۱ش، ج ۲؛ ۱۳۵۲ش، ج ۳

**فہرست المخطوطات الترکیہ العثمانیہ التی اقتنتھا دار الکتب القومیہ منذ عام ۱۸۰۰ حتی نھایۃ ۱۸۰۰م**، مصنف نا معلوم، قاہرہ، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۸۷ء، القسم الاوّل

**فہرست مخطوطات شفیع (بہ فارسی واردو وپنجابی) در کتابخانہ مرحوم پروفسور دکتر مولوی محمد شفیع**،

محمد بشیر حسین، لاہور، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۷۲ء

**فہرست المخطوطات الفارسیہ التی تقنیھا دارالکتب حتی عام ۱۹۶۳م**، مصنف نامعلوم، قاہرہ، ۱۹۶۶-۶۷ء، ۲ جلد

<**فہرست موزۂ مولانا**>

**Mevlânâ Müzesi Yazmalar Katalogu**, Abdülbaki Gölpinarli, M.E.B (Milli Egitim Bakanligi),Ankara, 1971,Vol.2

**فہرست نسخہ ہای خطی فارسی**، احمد منزوی، تہران، آرسی ڈی، ۱۳۴۸ش، ج۱: ۱۳۴۹ش، ج۲: ۱۳۵۱ش، ج۵

**فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان**، احمد منزوی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۱۹۸۴، ج۳: ۱۹۸۶، ج۷: ۱۹۸۷، ج۸: ۱۹۹۰، ج۱۱: ۱۹۹۱، ج۱۲

**فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانۂ بروسہ**، توفیق ھ۔ سبحانی، دانشگاہ گیلان، رشت ۱۳۶۸ش

**فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانۂ رضا، رامپور**، [بلا مصنف]، رام پور رضا لائبریری، ۱۹۹۶ء

**فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانۂ ہمدرد کراچی**، خضر عباسی نوشاہی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۱۹۸۸ء

**فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزۂ ملّی پاکستان کراچی**، عارف نوشاہی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۱۹۸۳ء

<**فہرست نسخہ ہای خطی فارسی وتاجیکی در انستیتو آسیایی، مسکو**>، ماسکو، ۱۹۶۴ء، کتاب روسی زبان اور کریلیی رسم الخط میں ہے

**فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانۂ گنج بخش**، احمد منزوی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۸ء، ج۲: ۱۹۸۲ء، ج۴

**فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ ملّی ملک وابستہ بہ آستان قدس**، زیر نظر ایرج افشار ومحمد تقی دانش پژدہ، باہمکاری محمد باقر حجّتی واحمد منزوی، مشہد، آستان قدس، ۱۳۶۳ش، ج۵: ۱۳۶۹ش، ج۷

**فہرستوارۂ کتابہای فارسی**، احمد منزوی، مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، تہران، ۱۳۸۲ش، ج ۷، ۸

**قدسیہ**، (کلمات بہاء الدین نقشبند)، جمع کردۂ محمد بن محمد پارسای بخارائی، مقدمہ و تصحیح و تعلیق احمد طاہری عراقی، تہران، طہوری، ۱۳۵۴ش؛

دوسری اشاعت: ''رسالہ **قدسیہ**، با مقدمہ و تحشیہ و تصحیح و تعلیقات ملک محمد اقبال، راول پنڈی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۵ء

**کتابخانہ ہای پاکستان**، محمد حسین تسبیحی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۷ء

**کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون**، مصطفیٰ بن عبداللہ معروف بہ حاجی خلیفہ، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۰ء، ۲ جلد

**الکواکب السائرہ بأعیان المئۃ العاشرہ**، نجم الدین غزی، بہ اہتمام جبرائیل سلیمان جبور، بیروت، ۱۹۴۵ء

**کلیّات باقی باللہ یعنی مجموعہ کلام و رسایل و ملفوظات و مکتوبات**، خواجہ محمد باقی معروف بہ خواجہ باقی باللہ، مرتّبہ ابوالحسن زید فاروقی و برہان احمد فاروقی، لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز، ۱۹۶۷ء

**لمحات من نفحات القدس**، محمد عالم صدیقی علوی، پیشگفتار و فہارس محمد نذیر رانجھا، اسلام آباد/ لاہور، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، مؤسسہ انتشارات اسلامی، ۱۹۸۶ء، فاکسے میلہ ایڈیشن

**مآثر الامراء**، صمصام الدولہ شاہ نواز خان، بہ تصحیح مولوی عبدالرحیم و مولوی میرزا اشرف علی، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۹۰ء، ج ۲

**مجالس العشاق**، کمال الدین حسین گازرگاہی، قلمی، گنج بخش، اسلام آباد، ۳۰۷؛
مطبوعہ: بہ اہتمام غلام رضا طباطبایی، تہران، زرّین، ۱۳۷۶ش

**تذکرۂ مجالس النفائس**، میر نظام الدین علی شیر نوائی، فارسی ترجمہ سلطان محمد فخری ہراتی و حکیم شاہ محمد قزوینی، بہ اہتمام علی اصغر حکمت، تہران، منوچہری، ۱۳۶۳ش

**مجمع الفضلاء**، محمد عارف بقایی بخارایی، قلمی، تہران یونیورسٹی سنٹرل لائبریری، ۶۵۴۶، ایک جدید نسخہ جو محمد انور نے ۱۳۳۰ش/۱۹۵۱ء میں کابل میں تحریر کر کے سعید نفیسی کو پیش کیا۔

**مجمع النفائس**، سراج الدین علی خان آرزو، بہ کوشش زیب النساء سلطان علی، اسلام آباد، مرکز

تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۲۰۰۴ء، ج ا
تذکرۂ **مخزن الغرایب**، احمد علی خان ہاشمی سندیلوی، بہ اہتمام محمد باقر، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۸ء، ج ا؛ ۱۹۷۰، ج ۲
**مرآت الادوار و مرقات الاخبار** مشہور بہ **تاریخ لاری**، مصلح الدین لاری، قلمی، آستان قدس رضوی، مشہد، ۴۱۵۵؛ خواجہ احرار سے متعلقہ حصّہ شایع ہو چکا ہے، دیکھیے: **مقالات عارف**، عارف نوشاہی، تہران، بنیاد موقوفات دکتر محمود افشار، ۲۰۰۶ء، ج ۲، ص ۸۵-۱۰۲
**مرآت التصوّف (تصوّف پر اہم مخطوطات کی جزوی فہرست)**، محمود حسن قیصر امروہوی، زیر نگرانی محمد حسین رضوی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۸۵ء
**مطلع سعدین و مجمع بحرین**، کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی، بہ تصحیح محمد شفیع، لاہور، مطبع برقی گیلانی، ۴۹-۱۹۴۶ء
**معجم البلدان**، شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی، طهران، اسدی، ۱۹۶۵ء، طبع عکسی
**معجم المولفین**، عمر رضا کحالہ، بیروت، مکتبہ المثنی و دار احیا التراث العربی، بلا تاریخ، ج ۶ و ۸
**مقامات جامی**، نظام الدین عبدالواسع نظامی، بہ اہتمام نجیب مایل ہروی، تہران، نشرنی، ۱۳۷۱ش
**مکتوبات امام ربانی**، شیخ احمد سرہندی، حواشی و شرح نور احمد امرتسری، تصحیح و نظر ثانی محمد سعید احمد نقشبندی، لاہور، مکتبہ سعیدیہ، بلا تاریخ، دفتر ۳
**ملفوظات احرار**، جمع و تحریر میر عبدالاوّل نیشاپوری، مشمولہ **احوال و سخنان خواجہ عبیداللہ احرار**، بہ اہتمام عارف نوشاہی، تہران، مرکز نشر دانشگاہی، ۱۳۸۰ش
**منتخب التواریخ**، عبدالقادر بداؤنی، بہ تصحیح ولیم ناسو لیس و احمد علی، کلکتہ، ۱۸۶۵ء
تذکرۂ **منتخب اللطایف**، رحم علی خان ایمان، با مقدمہ تاراچند، بہ اہتمام محمد رضا جلالی نائینی و امیر حسن عابدی، تہران، ۱۳۴۹ش
**منشآت میبدی**، حسین بن معین الدین میبدی، قلمی، تہران یونیورسٹی سنٹرل لائبریری، ۵۰۰۷، مجموعہ مکتوبہ ۱۰۸۷ھ؛ [طبع نصرت اللہ فروہر، تہران، ۱۳۷۶ش بھی دستیاب ہے]
**مہمان نامہ بخارا**، فضل اللہ بن روز بہان خنجی، بہ اہتمام منوچہر ستودہ، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر

کتاب، ۱۳۵۵ش
**نامہ ہا و منشآت جامی**، نورالدین عبدالرحمان جامی، مقدمہ و تصحیح عصام الدین اورون بایف واسرار رحمانوف، مرکز نشر میراث مکتوب، تہران، ۱۳۷۸ش/۲۰۰۰ء
**نامہ ہای دست نویس عبدالرحمان جامی از مرقّع علیشیر نوائی**، تہیہ و تنظیم از عصام الدین اورون بایف، تاشقند، فن، ۱۹۸۲ء
**نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر**، عبدالحیّ بن فخر الدین حسنی، حیدر آباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۹۷۶ء، ج ۴ و ۵
<**نسایم المحبۃ من شمایم الفتوۃ**>، امیر علی شیر نوائی، بہ اہتمام کمال ارسلان، استنبول، ۱۹۷۹ء (رومن ترکی رسم الخط میں)
**نسب نامہ احرار**، عبدالحیّ بن ابوالفتح قلمی، گنج بخش، اسلام آباد، ۴۹۶؛ قلمی، اسعد افندی، سلیمانیہ، استنبول، ۱۶۸۸
**نسخہ ہای خطی**، (نشریہ)، کتابخانہ مرکزی و مرکز اسناد دانشگاہ تہران، ۱۳۶۲ش، دفتر ۱۱ و ۱۲
**نسمات القدس من حدایق الانس**، محمد ہاشم کشمی، قلمی، گنج بخش، اسلام آباد، ۱۰۴۷۰
**نفحات الانس من حضرات القدس**، عبدالرحمان جامی، بہ اہتمام محمود عابدی، تہران، اطلاعات، ۱۳۷۰ش
**نقشی از خالد نقشبندی و پیروان طریقت او**، تحقیق و تصحیح و ترجمہ مہین دخت معتمدی، تہران، پاژنگ، ۱۳۶۸ش
رسالۂ والدیہ ترجمہ سی، عبیداللہ احرار، ترکی ترجمہ ظہیر الدین محمد بابر، بہ اہتمام اکمل ایوبی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۶۸ء
**ہدیۃ العارفین (اسماء المولفین و آثار المصنّفین من کشف الظنون)**، اسماعیل باشا بغدادی، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۰ء، ۲ جلد [کشف الظنون کے ساتھ جلد ۵ و ۶ کے طور پر شایع ہوئی]
**ہفت اقلیم**، امین احمد رازی، با تصحیح و تعلیق جواد فاضل، تہران، علی اکبر وادبیہ، بلا تاریخ
**یوسف و زلیخا**، عبدالرحمان جامی، مشمولہ مثنوی ہفت اورنگ، بہ تصحیح و مقدمہ آقا مرتضی مدرس گیلانی، تہران، سعدی، [۱۳۵۱ش]

# ضمیمہ
## مزید مطالعہ کے لیے

یہاں مختلف زبانوں میں لکھی گئی چند ایسی کتابوں کی فہرست دی جا رہی ہے جن میں خواجہ احرار کا ذکر ہے۔ ان کتب سے موجودہ تحقیق میں استفادہ نہیں کیا گیا، کیوں کہ یہ میری دسترس میں نہیں تھیں یا یہ درجہ دوم کے مآخذ میں شمار ہوتی ہیں۔ اپنے مأخذ کا حوالہ ساتھ دے دیا ہے۔

### فارسی

**احوال بزرگان**، شاہ غلام علی دہلوی، قلمی، کتابخانۂ جی معین الدین، لاہور (**مقامات مظہری**، بہ تصحیح محمد اقبال مجدّدی، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۷۱)

**احوال حضرت مولانا محمد قاضی [سمرقندی]**، **قلمی**، موزۂ بریتانیا، ش Add 26267، <فہرست ریو، ۲: ۸۵۹>

**بدایۃ السالکین**، مصنف نامعلوم، قلمی، کتابخانۂ مرکزی دانشگاہ تہران، ش ۵۸۷۷، (**فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانۂ مرکزی دانشگاہ تہران**، ۱۶: ۱۱۸)

**بیان سنن رواتب مشائخ نقشبندیہ تاعبید نقشبندی**، **قلمی**، اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، ماسکو، ش C 2210، تاریخ ۱۱۳۳ھ <فہرست نسخہ ہای فارسی وتاجیکی>، از میکلوخہ، بہ زبان روسی، ۱: ۸۰

**تاریخ ابوالخیر خانی**، مسعود بن عثمان کوہستانی، قلمی، دانشگاہ لنینگراد، ش 852 <**انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا**، ۱: ۶۶۹>

**تاریخ خواجہ عبیداللہ احرار**، مصنف نامعلوم، قلمی، دوشنبہ، ش 548/1 <**ہسٹری اف صوفی ازم ان انڈیا**، اطہر عباس رضوی، ۲: ۱۷۶>

**(تاریخ سلسلۂ نقشبندیہ)**، ابوالمحسن محمد باقر بن محمد علی، **سال تصنیف ۹۴۷ھ**۔ مصنف نے کتاب کا کوئی نام مقرر نہیں کیا۔ اس کے مضامین **رشحات عین الحیات** سے مشابہ ہیں۔ اس کا ''مقصد'' چہارم حالات وملفوظات وکرامات احرار میں ہے۔ **قلمی**، انڈیا آفس لندن، ش 1426، ۲۷۷ ورق۔ <**فہرست اتھے**، ۶۳۶>۔ میرے خیال میں اتھے نے تاریخ تصنیف لکھنے میں

غلطی کی ہے کیوں کہ اسی مصنف نے مقامات خواجہ نقشبند، ۱۰۶۴ یا ۱۰۸۴ھ میں لکھی اور ان تاریخوں (۹۴۷ھ و ۱۰۸۴ھ) میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔

**تذکرۃ الاتقیاء و میسرۃ الاصفیاء و لذیذۃ الازکیاء**، محمد امین بن محمد عظیم مرغینانی نقشبندی، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ش 9037۔ ایک متاخر تذکرہ جس میں غلام سرور لاہوری کی خزینۃ الاصفیاء سے استفادہ کیا گیا ہے۔ <فہرست اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ۸: ۶۰۰۴>

**تذکرۂ عبید اللہ احرار**، مصنف نامعلوم، قلمی، حبیب گنج، کتابخانۂ آزاد، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ش ۲۲/۸۱: ۶، ۲۶ ورق (مرآۃ التصوف، ۱۱۵)

**تذکرۂ نقشبندیہ بہ طریق نظم**، محمد طاہر بن محمد طیّب، قرن ۱۲ھ، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ش 855/III، مورخ ۱۳۱۱ھ <**فہرست اکیڈمی آف سائنسز آف** ازبکستان، تاشقند، ۲: ۱۵۲۹>

**تراجم المشائخ الاحراریہ المجدّدیہ**، میرزا مقصود دہبیدی، قلمی، کتابخانۂ عارف حکمت، ملک عبدالعزیز لائبریری، مدینہ منورہ (نسخہ خود دیکھا ہے)

**تراجم المشائخ المذکورین فی السلسلہ المجدّدیہ**، خلیل صاحب افندی، قلمی، کتابخانہ عارف حکمت، ملک عبدالعزیز لائبریری، مدینہ منورہ (نسخہ خود دیکھا ہے)

**خلاصۃ الاحباب**، محمد افضل سہروردی، سال تصنیف ۱۱۶۶ھ، قلمی کتابخانۂ مرکزی دانشگاہ تہران، ش ۷۹۱۴، ورق ۲۱۱پ-۲۱۲ر (نسخہ خود دیکھا ہے)

**رشحات القدس فی شرح نفحات الانس**، درویش علی بوزجانی، قلمی، ورق ۴۵۱-۴۵۸؛ نصف اوّل، کتابخانۂ مجلس شورای اسلامی، تہران، ش ۲۹۶۳، (نسخہ خود دیکھا ہے)

**روضۃ السالکین**، علی بن محمود ابیوردی، تصنیف دسویں صدی ہجری، ''روضۂ دہم'' خواجہ احرار کے بارے میں ہے۔ قلمی، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، ش ۴۰۴۹ دیکھا ہے، دیگر نسخے: نیشنل لائبریری (بوہار)، کلکتہ، ش ۱۷۶، تاریخ ۹۴۸ھ (نسخہ ہای خطی، دفتر ۵: ۵۶۸)؛ کتابخانۂ عارف حکمت، مدینہ، ش ۵۶۱ (ایضاً)؛ انڈیا آفس، لندن، ش 632/10 <**اسٹوری**، ۱: ۹۶۴>

**زبدۃ الحقایق**، محمد موسیٰ بن عیسیٰ دہبیدی، ۱۲۵۳ھ، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف

از بکستان، تاشقند، ش 3808، دوسرا نسخہ نیز، ش ۹۰۴۴۔ (**نسخہ ہای خطی**، ۹: ۳، ۱۷۳، ۱۸۶)

**سلسلۂ علیہ حضرات خواجگان نقشبند**، عباداللہ بن سلطان علی بلخی، ۱۲۱۴ھ، قلمی، آکادمی علوم از بکستان، تاشکند، ش 1974 < **فہرست اکیڈمی آف سائنسز آف از بکستان**، ۳: ۱۷۲ >

**سلسلہ نامہ خواجگان نقشبند**، محمد بن حسین بن عبداللہ قزوینی، خواجہ احرار کے مریدوں کے اسما پر مشتمل ہے، ورق ۱۴-۱۰، قلمی، لالہ لی (Laleli)، استانبول، ش 1381

**ظواہر السرایر**، محمد عمر بن ابراہیم چمکنی پشاوری، ۱۱۱۲ھ، قلمی، شیرانی، جامعہ پنجاب، لاہور، ش ۳۸۸/۳۳۹۲۔ (نسخہ خود دیکھا ہے)

**عمدۃ المقامات**، محمد ملقب بہ فضل اللہ سرہندی، تصنیف: ۱۱۲۶ھ، مطبوعہ لاہور، بلا تاریخ، ص ۸۲-۷۷، حالات وملفوظات احرار۔ مصنف نے رشحات عین الحیات اور نسمات القدس سے استفادہ کیا ہے۔

**مجموع التواریخ**، تالیف ملّا سیف الدین بن ملّا شاہ عباس اخسیکندی، مرید مولانا اعظم سیّد میر جلیل متوفی ۸۴۰ھ۔ تکمیل از نور (نوروز) محمد بن ملّا سیف الدین۔ یہ کتاب مخدوم اعظم احمد کاسانی کی وفات (۹۴۶ھ) کے ذکر پر ختم ہوتی ہے۔ قلمی، اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، لنین گراڈ، ش 963۔ ورق 95b-97a پر عنوان ''باب در واقعہ [وفات] عبیداللہ احرار''، ورق 97a-98b ''باب در آمدن خواجہ عبیداللہ احرار بہ شاش و مدرسہ کردن''، ورق 98a-99a ''باب در بیان خواب دیدن خواجہ عبیداللہ احرار''۔ < فہرست نسخہ ہای خطی تاجیکی وفارسی انستیتو شرق شناسی کتابخانۂ لنینگراد در زمینہ تاریخ، تذکرہ وجغرافیا > تالیف تاگرجان اف، طبع ۱۹۶۲، ص 159-153

**مختصر الولایۃ**، سیّد محمد سمرقندی، نسخہ عکسی مملوکہ ڈاکٹر حامد الگار، استادہ کالیفرنیا یونی ورسٹی، برکلی (اس کی اطلاع خود حامد الگار نے اپنے ایک خط مکتوبہ ۱ دسمبر ۱۹۹۱ء میں مجھے دی ہے)

**مزارات ولایت سمرقند وعدد مواضع آنہا**، تصنیف: میر محمد نسقی، جمع وتدوین: محمد صدیق بن امیر مظفر حشمت، تیرہویں صدی ہجری، قلمی، آکادمی علوم از بکستان، تاشکند، ش xix/79۔ < **فہرست آکادمی علوم از بکستان**، ۱: ۱۹۷ >

**مقامات خواجہ احرار**، خواجہ عبدالحق، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف از بکستان، تاشقند، ش 3735/II؛ بہ قلم میر عبداللہ سمرقندی، ۱۰۸۶ھ۔ < **فہرست اکیڈمی آف سائنسز آف از بکستان**،

۸:۵۹۷۷>، اس کا آغاز ملفوظات احرار بہ تدوین عبدالاوّل نیشابوری کے ساتھ ملتا ہے۔

**مقامات خواجہ احرار**، قلمی، تاشکند، ش 8537، <**ہسٹری اف صوفی ازم ان انڈیا**، ۲:۱۷۷>

**پارہ ای از مقامات خواجہ احرار**، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ش 3808، تاریخ کتابت ۱۲۵۳ھ، (**نسخہ ہای خطی**، ۹: ۱۷۳)

**مقامات عبیدی**، خطی، سالار جنگ میوزیم، حیدر آباد دکن، ش Tas-235/1-3، ۱۱ صدی ہجری، در مجموعہ، ورق ۱-۴، <**فہرست نسخہ ہای قلمی فارسی موزۂ سالار جنگ**، ۸: ۲۷۸>

**منقبت خواجہ عبداللہ** [ کذا] **احرار و خواجہ بہاء الدین** (منظوم)، شاعر نامعلوم، آغاز: بشنوای سالک خدا آگاہ/ شائق وصف اولیاء اللہ، قلمی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ش ۳۱۸۔ (**فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانہ ندوۃ العلماء**، ۴۶۹)

## عربی

**ارغام المرید فی شرح النظم العتید لتوسل المرید** (برجال الطریقہ النقشبندیہ الخالدیہ الضیائیہ)، محمد زاہد بن حسن دُوزجَوی، ۱۴ صدی ہجری، طبع استانبول، حسین حلمی، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء طبع عکسی از روی طبع استانبول ۱۳۲۸ ق فی مطبعہ بکر افندی، حالات احرار، ص ۶۶-۶۴

**الانوار القدسیہ فی مناقب السادۃ النقشبندیہ**، یاسین بن ابراہیم سنہ وتی نقشبندی، طبع مصر، ۱۳۶۶ھ، ص ۱۷۵-۱۵۷

**جامع کرامات الاولیاء**، یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۳۵۰-۱۲۶۵ھ)، تحقیق و مراجعۃ ابراہیم عطوہ عوض، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء، (**نسخہ ہای خطی** ۲: ۲۵۸)

**الحدائق الوردیہ فی حقائق أجلاء النقشبندیہ**، عبدالمجید بن محمد الخانی الخالدی النقشبندی، ۱۳۰۶ھ، طبع دمشق، عبدالوکیل دروبی، ۱۳۰۸ھ، ص ۱۷۴-۱۵۶، خواجہ احرار، ان کی اولاد اور مریدوں کے حالات ہیں۔

**الضوء اللامع لاهل القرن التاسع**، شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی، ۹۰۲ھ، بیروت، دار مکتبہ الحیاۃ، ب ت، ۵: ۱۲۰: "عبیداللہ بن محمود الشاشی مات فی سلخ ربیع الاوّل او مستهل الثانی سنة خمس و تسعین و ترجمته عندی بخط بعض الاحدین

عنہ ممن أخذ عنی کما فی حوادثھا او فی حوادث التی بعدھا مع موت یعقوب۔"

**الطریقۃ النقشبندیہ واعلامھا**، محمد احمد درنیقہ

**الکواکب السائرہ باعیان المئۃ العاشرہ**، نجم الدین غزی (م ۱۰۱۶ھ)، بہ اہتمام جبرائیل سلیمان جبور، بیروت، ۱۹۴۵ء

## تُرکی

(الف۔عربی رسم الخط میں)

**فتوح المجاہدین لترویح قلوب المشاہدین** (ترجمہ نفحات الانس جامی)، محمود بن عثمان بن علی الشہیر بہ لامعی (م ۹۳۸ھ)، طبع استانبول، ۱۲۸۹ھ، ص ۴۴۴ حالات خواجہ احرار؛ ص ۴۵۸ اولادِ خواجہ احرار کے حالات، مترجم نے جامی کی معلومات پر اضافہ کیا ہے۔

**قاموس الاعلام**، ش۔سامی، طبع استانبول، مہران مطبع سی، ۱۳۱۱ھ، ۴: ۳۰۹۸ "عبداللہ [کذا] احرار"، ۴: ۳۱۱۹ "عبیداللہ احرار"

**لغات تاریخیہ وجغرافیہ**، احمد رافعت، استانبول، ۱۳۰۰ھ، ج ۵، ص ۲۶

**مرآۃ المقاصد**، احمد رفاعی

**نقشبندیہ طریقتی کارعائد قولیازمہ اثرلار فہرستی**، شمس الدین خان ضیاء الدین خان اوغلی بابا خانف؛ عبدالعزیز منصور، ماوراء النہر نشریاتی، تاشقند، ۱۹۹۳ء، ۱۲۷ صفحہ، ابوریحان بیرونی انسٹی ٹیوٹ تاشقند میں موجود سلسلۂ نقشبندیہ کے بارے میں مخطوطات کی فہرست ہے۔

(ب۔رومن رسم الخط میں)

Turkiya Gazetesi, *Islam Alimleri Ansiklopedisi*, Istanbul, vol. 13, pp. 107-137

Turkiya Gazetesi, *Islam Tarihi Ansiklopedisi*, Istanbul, vol. 10, pp. 94-100

## روسی

J.M. Rogers نے مقالہ Ahrar مشمولہ "انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا"، ۱: ۶۶۷-۶۷۰ میں حسب ذیل روسی مآخذ کی فہرست دی ہے:

M. Aydarov, "Svyatiye, chtimiye tuzemtsami, preimushchestvenno sartami Turkestanskogo kraya: Khodzha Akhrar i ego ucheniki, Sheykh Khasan-Shashi i Sheykh Makhmud Sogdi (legenda)," with additions by P.A. Komarov in Sbornik materialov dlya statistiki Syr-Dar'yinxkoi oblasti VI, Taskhkent, 1870, pp. 3-90

O.D. Chekhovich, "K voprosu o gramotakh Khodzhi Akhrara," Istoricheskie Zapiski Akademii Nauk SSSR 29, Moscow, 1949, pp. 236-43

R.N. Nabiyev, "Iz istorii politichesko- ekonomicheskoi zhizni Maverannakhra xv v. (zametki o Khodzha Akhrare)," in Veliky Uzbeksky poet, Tashkent, 1948, pp. 25-49

I.E. Pletnev and Yu.Z.Shvab, "Arkhitekturny ansambl'u mazara Khodzha Akhrara v Samarkande," in Srednyaya Aziya v drevnosti i Srednevekov'e, ed. B.G. Gafurov and B.A. Litvinsky, Moscow, 1977, pp. 160-64

N.I. Veselovsky, "Pamyatnik Khodzhi Akhrara v Samarkande," in Vostochnie zametki. Sbornik statei i issledovanii professorov i prepodavatelei fakul'teta vostochnykh yazykov Imp. S.-Peterburgskogo Universiteta, St. Petersburg, 1895, pp. 321-35

V.L. Vyathin, "Iz biografii Khodzhi Akhrara," Turkestanskiye Vedomosti, Taskhkent, 1904, no. 147

Idem, "O Khodzhe Akhrara," Turkestanskie Vedomosti, Tashkent, 1898, no. 3

## انگریزی

John P. Brown, *The Darvishes or Oriental Spiritualism,* Edited with an Introduction and Notes H.A. Rose, London, 1968, pp. 435-46

J.M. Rogers, "Central Asian Waqfiyyas of the Fifteenth and Sixteenth Centuries. The Endowments of Khwaja Ahrar," in International Seminar on Social and Economic Aspects of the Muslim Waqf, ed. Gabriel Baer, Jerusalem, in Press.

<انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا، ۱: ۶۷۰>

## جاپانی

مقالہ ''وقفیہ خواجہ احرار''، نوشتہ Kawamoto Masatowo، ۱۹۸۹ء

مقالہ ''خواجہ احرار و ابوسعید (شیخ و حاکم عہد تیموری)''، نوشتہ Kawamoto Masatowo، ۱۹۸۶ء۔ (مجلہ آیندہ، ۱۸: ۱۶۷، ۱۶۹)[1]

## فرانسیسی

مقالہ ''خواجہ عبیداللہ احرار کی تحریریں''، در مجلہ Cahiers d'Asie Centrale، تاشقند، [۱۹۹۸ء][2]

---

۱۔ مجلّہ آیندہ، تہران نے یہ معلومات The Books and Articles on Oriental Studies ناشر Toho Gakkai، مطبوعہ جاپان سے نقل کی ہیں۔

۲۔ مجلّہ بخارا، تہران، ش ۱۳ و ۱۴، مرداد۔ آبان ۱۳۷۹، ص ۴۷-۴۴

# اشاریہ

## انگریزی

John P. Brown, *The Darvishes or Oriental Spiritualism*, Edited with an Introduction and Notes H.A. Rose, London, 1968, pp. 435-46

J.M. Rogers, "Central Asian Waqfiyyas of the Fifteenth and Sixteenth Centuries: The Endowments of Khwaja Ahrar," in International Seminar on Social and Economic Aspects of the Muslim Waqf, ed. Gabriel Baer, Jerusalem, in Press.

[illegible]

## جاپانی

مقالہ "خواجہ احرار" از Kawamoto Masatowo ۱۹۸۹ء

مقالہ "خواجہ احرار و صحبہ (شیخ و مرید کا تعلق)" از Kawamoto Masatowo ۱۹۸۶ء (مجلہ [illegible] ۱۸، ۱۹۹۰)

## فرانسیسی

مقالہ "خواجہ عبیداللہ احرار" در مجلہ Cahiers d'Asie Centrale شمارہ ۱۹۹۸ء

---

۱۔ [illegible] The [illegible] Books and Articles on Oriental Studies [illegible]

[illegible] Toho Gakkai [illegible]

۲۔ [illegible]

## اشخاص

ابراہیم شاشی ۸۵
ابنِ عربی ۱۰۵
ابواسحاق کازرونی ۱۸۷
ابوالاعلیٰ ۱۳۰
ابوالبقابن بہاءالدّین ۱۷
ابوالحسن بن الیاس ۱۱۷
ابوالحسن خرقانی ۹۰
ابوالخیر بن دولت شیخ بن شیبانی ۴۷
ابوالخیر سیونج خواجہ بہادر خان ۵۵
ابوالعلا اکبرآبادی ۱۳۱
ابوالفتح حسینی ۶۴
ابوالفتح محمد شیبانی، دیکھیے: شاہی بیگ خان
ابوالفیض بن خواجکا ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۳۰
ابوالقاسم بابر ۱۱۱، ۱۱۲
ابوالقاسم حکیم سمرقندی ۲۲۳
ابوالقاسم گرگانی طوسی ۹۰
ابوایوب محمد صالح ۱۳۳
ابوبکر صدیق ۸۱، ۸۲، ۹۰
ابوبکر قفال شاشی ۹۱
ابوبکر مودب ۱۶۹
ابوجہل ۲۲۲
ابورافع فرغانی، دیکھیے: عبداللہ
ابوسعید ابوالخیر ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۹۴
ابوسعید اوبہی ۱۰۲، ۱۹۴
ابوسعید، سلطان ۳۵، ۸۳، ۹۳، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۵۰، ۱۹۴، ۱۹۳، ۲۳۱
ابوسعید مجلّد ۸۴، ۹۶
ابوعلی فارمدی ۹۰
ابولیثی سمرقندی ۸۵، ۱۲۳
ابونصر پارسا ۹۷
اجری دیوانہ بلخی ۱۰۹
احرار، عبیداللہ تقریباً تمام صفحات پر
احمد اردوگن سَویم ۴۱
احمد بخاری حسینی ۱۰۸، ۱۴۹
احمد بہمن یار کرمانی ۱۷۲
احمد سرہندی، مجدّد الف ثانی ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۱۲۷، ۱۳۲، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۶، ۱۶۴، ۱۸۱
احمد صادق ۱۶۴
احمد عارف بیگ افندی معروف بہ حکمت اللہ ۶۵
احمد کاسانی ۴۰، ۴۸، ۵۲، ۷۰، ۱۰۱، ۱۶۸
احمد مشتاق ۱۱۵، ۱۸۹
احمد میرزا ۳۵، ۴۸، ۷۱، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۹۳

احمد یسوی ۴۰
ادا، دیکھیے: سلطان خواجہ
اسحاق ختلانی ۸۷، ۲۱۸
اسماعیل شروانی ۱۰۲
اسماعیل شمسی ۱۰۲
اسماعیل صفوی ۵۸
اسماعیل فرکتی ۱۰۲
اسماعیل قمری ۴۱، ۱۰۲
اسمعیل حاکمی ۱۵
اشرف الدین حسین ۱۳۰
اشرف بن عبدالهادی ۱۲۹
اشرف جہانگیر سمنانی ۱۷۰
اقبال احمد فاروقی ۱۷۴
اکبر بادشاہ ۶۱، ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱
اکمل ایوبی ۱۶۸
الغ بیگ ۱۵۰
اللہ دین مدنی ۱۳۳
اللہ یار خان ۱۳۳
الیگزینڈر بولدراف ۶۶
امام ربانی، دیکھیے: احمد سرہندی
امیر الدین حسن کشمیری ۲۲۶
امیر خان ۱۳۱
امیر خسرو ۱۱۰
امیر کلال ۹۰
امیر محمد بن امیر عالم ۱۶۶
امیری بن خواجگی نظامی بلخی ۵۱
امین الدین ۱۰۲
اورنگ زیب عالمگیر ۱۳۱
اوزن حسن بیگ ۱۱۲
اویس جلایر ۱۸۱
ایوب علیہ السّلام ۲۱۰
آذری طوسی ۱۷۰
آغا مختوم ۱۲۴
باب ماچین ۸۱
بابا خواجہ ۱۰۲
بابا نعمت اللہ بن شیخ محمود نجوانی ۱۰۵
بابر بادشاہ ۳۹، ۶۱، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۹
باتور خان خلعت پورولی خواجہ ۵۱، ۶۶
بارتھولڈ ۱۱۸
باقی باللہ کابلی دہلوی ۶۴، ۶۵، ۱۴۶، ۱۵۶، ۱۷۶
بایزید بسطامی ۹۰
بختیار ایم باباجان اف ۶۸، ۷۷
بدر الدین سرہندی ۹۷
برہان الدین آبریز ۸۶
برہان الدین ختلانی ۱۰۲
بلغاری ۱۸۹
بوصالح ۱۶۹
بہاء الدین عمر ۸۶، ۹۷، ۱۰۹، ۱۱۷، ۱۵۲، ۱۸۶، ۱۸۷

بہاءالدین نقشبند ۴۰، ۸۹، ۱۴۵، ۱۷۶، ۲۰۰،
۲۲۰
بہرام سقا بخاری ۹۷
بہروز ایمانی ۵۲
بیگم آغا ۱۲۴
تاج الدین کوسوئی کاشغری ۱۰۳
تخماق ۱۸۹
تقی الدین بلیانی ۱۰۹
تقی الدین محمد کرمانی ۱۲۳،۱۲۴،۱۵۴،۱۹۲
تیمور ۸۳
جامی عبدالرحمان ۱۳، ۱۹، ۳۵، ۴۵، ۴۸، ۸۴،
۹۷، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۵،
۱۳۲، ۱۳۳، ۱۴۸، ۱۵۵، ۱۶۴، ۱۶۷، ۱۷۴،
۱۷۵، ۱۹۱-۱۹۳، ۲۳۵
جعفر بن زین العابدین میر سلطانی ۶۱
جعفر بن محمد الصادق ۹۰،۱۰۳
جلال الدین امیر بایزید ۱۷۰
جلال الدین سید مزید ۱۸۱
جلال الدین حافظ ۱۰۳
جلال الدین محمد دوانی ۱۲۵،۱۵۵
جنید بغدادی ۲۰۵،۲۲۲
جو۔این گروس ۳۶، ۱۷، ۲۲، ۲۷، ۲۹، ۷۷،
۱۹۲، ۱۹۳، ۲۳۶
جہانگیر بادشاہ ۱۳۱
حاجی اعتبار ۵۲
حاجی عمر لورستانی ۱۸۷
حاجی محمود ۸۴
حاجی منشی ۱۰۳
حارث بن حراث ۸۱،۱۳۴
حافظ ابراہیم ۷۰،۱۳۹
حافظ صالح بن صنع اللہ ارزنجانی ۶۲
حافظ عمر ۱۸۷
حافظ کپنکی ۲۱۲
حامد الگار ۱۸۲
حبیب اللہ پشاوری ۶۵
حبیب نجار تاشقندی ۱۰۳
حسام الدین بخاری شاشی ۸۷، ۱۰۰، ۱۶۲
حسام الدین پارسا ۸۷
حسامی خوارزمی ۱۰۹
حسن بیگ ۱۷۹
حسن عطّار ۴۰
حسین بایقرا ۱۱۴، ۱۲۱، ۱۸۱، ۲۳۲
حسین بن معین الدین میبدی ۱۰۸، ۱۲۳، ۱۷۰
حسین تاشقندی ۱۰۳
حسین ترک مطایبہ گو ۹۵،۱۰۳
حسین قاشقی ۷۶
حسین واعظ کاشفی ۴۶
حمید الدین شاشی ۸۷،۱۶۲
حیدر دوغلات ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۴، ۵۵، ۱۲۵،
۱۲۶، ۱۲۸

حیدر سمرقندی ۱۰۳، ۱۴۴
حیدر علی آتش لکھنوی ۱۳۲
خادم ۸۷
خارپولکو بیگ زادہ علی ۴۰، ۱۶۸
خالد نقشبندی ۹۷
خانزادہ بیگم ۱۲۴
خاوند شاہ ۱۰۳
خاوند طہور ۸۱، ۸۲، ۱۰۰
خاوند محمود، شہاب الدین محمود ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۴۸، ۱۵۵
خاوند محمود نقشبندی المعروف حضرت ایشان ۱۵۷
خدا بخش ملتانی ۱۷۵
خراسانی ۱۰۳
خضر بیگ ۱۶۳، ۱۶۸
خلیل اللہ خواجگی ۱۰۳
خواجکا، دیکھیے: خواجہ کلان
خواجہ احمد ۸۲
خواجہ خُرد، خواجہ عبداللہ ۱۸۲
خواجہ خُرد، دیکھیے: ظہیر الدین
خواجہ خُرد، محمد عبداللہ ۱۷۶
خواجہ داؤد ۸۱، ۸۲
خواجہ زادۂ احراری ۱۳۱
خواجہ علی ۱۲۴، ۱۹۱، ۱۹۲
خواجہ قیوم کلان ۱۲۷
خواجہ کلان بن سعد الدین کاشغری ۴۷، ۵۸
خواجہ کلان بن عبد الباقی ۱۲۹
خواجہ کلان میر بن مولانا محمد ۱۶۸
خواجہ کلاں، شمس الدین محمد عبداللہ ۵۸، ۱۲۲-۱۲۴، ۱۳۰، ۱۹۲، ۱۹۳
خواجہ محمد النامی بغدادی ۸۲
خواجہ محمود ۸۲
خواجہ ملاّ ۱۲۴
خواجہ مولانا ۴۹، ۷۱، ۱۱۷، ۱۱۸
خواجہ مولانا قاضی، دیکھیے: عبداللہ
خواجہ میر، دیکھیے: زین العابدین
خواجہ میر خرد ۱۲۷
خواجہ میر میانہ ۱۲۷
خیر الدین طاہر ۴۶
دانیال ۶۱
داؤد ۸۷
درویش احمد سمرقندی ۸۷، ۲۱۲
درویش حسین البسنوی ۱۴۳
درویش سقا ۱۰۳
درویش علی بوزجانی ۱۰۸
درویش محمد ۶۵
درویش محمد بخاری ۱۰۳، ۱۵۶
درویش محمد ترخان ۱۱۵
درویش محمد خان ۱۱۷
درویش محمد سرپلی ۱۰۳
دوست محمد فالیز کار بن نوروز محمد الاخسیکتی ۷۰

ذکریا خان صوبہ دار ۶۲
رابعہ بصریہ ۱۶۵
رحمت اللہ بیگ ۱۰۹
رحیم مسلمانیان قبادیانی ۶۶
رسول اللہ/رسولِ اکرم ۸۱، ۱۳۴
رمزی بن مست علی کابلی ۱۵۵
زکریا خان ۳۹، ۱۳۱
زین الدین خوافی ۸۷، ۸۹، ۱۰۹، ۱۸۶، ۱۹۲، ۲۰۷
زین العابدین المعروف خواجہ میر ۱۳۱
زین العابدین، سیّد ۸۷، ۲۱۸
زینب سلطان آغا ۱۲۴
سراج الدین پیرسی ۸۷
سرمست ۳۹
سعد الدین کاشغری ۴۷، ۶۴، ۸۷، ۱۰۸
سعد الدین (غالباً کاشغری) ۱۹۲
سعدی ۱۳۲
سعید خان ۱۲۶
سعید نفیسی ۱۷۳
سلطان احمد ۱۰۳
سلطان بخاری ۱۵۵
سلطان خواجہ شیخ الاسلام سمرقندی متخلص بہ ادا ۱۱۰
سلمان فارسی ۹۰
سلیمان غازی ۱۴۵
سلیمان نبی ۲۰۴
سیتل سنگھ بیخود ۱۷۵
سیّد احمد ۱۰۹
سیف الدین مناری ۱۰۲
شافعی ۲۲۲
شاہ بیگ خان ۵۸، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۲۸
شاہ جہان ۱۳۰، ۱۳۱
شاہ رخ ۱۱۱، ۱۵۰، ۱۸۶، ۱۸۷، ۲۱۲
شاہ نقشبند ۱۲۱
شاہی بیگ خان ۵۸، ۵۹، نیز: شاہ بیگ خان
شعیب احمد ۲۰، ۲۲
شفیعی کدکنی محمد رضا ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۸۰
شمس الدین محمد ۸۷، ۱۰۱، ۱۸۷
شمس الدین محمد عبداللہ، دیکھیے: خواجہ کلان
شہاب الدین سیرامی ۲۰۷
شہاب الدین شاشی ۸۱، ۸۲، ۱۰۳
شہاب الدین محمود، دیکھیے: خاوند محمود
شیخ ابوسعید ۱۷۰
شیخ زادہ الیاس ۷۰، ۱۱۷
شیخ ظہور حاجی حضور ۳۹
شیخ علوان ۱۰۵
شیرین مغربی ۱۷۰
صدر الدین ترکہ ۱۰۴
صفی الدین احمد قشاشی ۳۹
صلاح الدین احراری ۱۳۲
صلاحی عبداللہ ۱۶۸

صنع اللہ نعمت اللہی ۷۲
صوفی علی خراسانی ۱۹۲
ضیاء الدین ۱۰۴
ظل الرحمان، حکیم ۷۲
ظہیر الدین المعروف خواجہ خُرد ۵۸
عارف نوشاہی ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۲۹، ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۱۶۶، ۱۷۳
عاشق ۸۸، ۲۱۲
عبدالحی بن ابوالفتح ۶۱، ۱۲۶
عبدالاوّل نیشابوری ۱۵، ۳۴، ۳۷، ۴۶، ۴۷، ۵۱، ۵۷، ۵۸، ، ۶۰، ۱۰۳، ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۴۲، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۸۵، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۳
عبدالباری ۱۵۷
عبدالباقی ۱۲۶، ۱۲۷
عبدالحق ۱۲۴، ۱۲۸
عبدالحمید پولادی سمرقندی ۵۱
عبدالخالق غجدوانی ۴۰، ۹۰، ۹۱، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶
عبدالرحیم خانِ خانان ۱۷۹
عبدالرحیم ۱۳۳
عبدالرحیم ملقب بہ نواب سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ ۶۲، ۱۳۱
عبدالرزاق سمرقندی ۱۰۹، ۱۱۸
عبدالرشید بن محمد سکا کی مشہدی ۱۶۲، ۱۷۲
عبدالشہید ۶۱، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۵۵
عبدالصمد خان ۶۲
عبدالعلی ۱۱۵
عبدالعلیم ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۰، ۱۵۶، ۱۵۷
عبدالغفار طباطبایی ۱۰۳
عبدالغنی بن میر مخدوم ۱۲۹
عبدالقدوس ۱۱۵
عبدالقیوم صاحب آغائی ابوالعلائی ۱۶۳
عبدالکریم احراری ۶۲، ۱۳۱
عبدالکریم (خواہر زادۂ احرار) ۱۰۳، ۱۳۴
عبداللطیف معنوی بخارایی ۱۲۹
عبداللہ احرار [ی] ۱۳۰
عبداللہ المشہور بہ ابورافع فرغانی سمرقندی ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۷۲
عبداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی ۵۴، ۱۰۳
عبداللہ المعروف مولانا زادہ اتراری ۱۰۳، ۱۹۳
عبداللہ انصاری ۱۹۹
عبداللہ الٰہی سماوی حنفی ۱۰۵، ۱۰۸
عبداللہ بن عبدالسلام ۱۳۰
عبداللہ بن عمر فاروق ۸۲
عبداللہ حورا مغربی ۱۷۶، ۱۸۲
عبداللہ خان فیروز جنگ ۱۳۱
عبداللہ سرپلی ۱۰۳
عبداللہ یمنی ۱۰۳
عبداللہ، میر ۵۸، ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۲۹
عبدالملک بن خواجہ ابونصر پارسا ۱۱۷
عبدالمنعم ۱۳۰

عبدالواحد ۵۸
عبدالوہاب سمرقندی ۱۰۳، ۱۰۴
عبدالوہاب ہمدانی ۱۴۶
عبدالہادی بن خواجکا ۶۱، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۵۷
عبیداللہ ۱۵۶
عبیداللہ خان ۱۶۸
عبیداللہ ملتانی ۱۷۵
عثمان علی خان ۱۷۸
عزیز اللہ بوزجانی ۱۰۸
عزّ الدین طاہر نیشاپوری ۴۶
عصام الدین اورن بایف ۱۷، ۱۷۳، ۱۹۲، ۱۹۳
عطار (فریدالدین) ۹۵
علاءالدین غُجدَوانی ۴۵، ۸۸، ۹۶، ۱۰۰، ۲۰۱
علاءالدین عطار ۴۰، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۱۴۸
علیؓ ابن ابی طالب ۹۵
علی تاشقندی ۱۰۴، ۱۹۲
علی تبریزی ۴۹
علی رامیتنی ۹۰
علی شیرنوائی ۳۵، ۴۶، ۱۱۴، ۱۲۱، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۹۱، ۱۹۳
علی طوسی ۱۰۵
علی عران ۱۰۵
علی عماری کردی ۱۰۴
علی مصری ۱۶۳
علی ہمدانی ۱۸۱
علیکہ ۲۱۲
عمادالدین ۱۰۴
عمادالدین محمود شیرازی ۱۲۵
عمادالدّین مسکین سمرقندی ۴۷
عمادالملک ۸۱، ۸۸
عمرالوہبی ۱۶۳، ۱۸۶، ۲۲۲
عمر باغستانی ۸۱، ۸۲، ۹۱، ۱۲۲
عمر خواجہ ۱۱۰
عمر شیخ ۹۹، ۱۰۱، ۱۱۳
عمر شیخ میرزا ۴۸، ۷۱
عمر فاروق ۸۱، ۲۰۹
عمر ماتریدی ۸۸
عم زادِ احرار ۱۰۴
عیان کازرونی ۱۰۴
عیسیٰؑ ۸۵، ۲۱۷
غزالی ۱۲۰، ۲۱۱، ۲۲۲
غلام علی نقیب الاولیا ۱۳۱
غلام مصطفیٰ خان ۶۵
غیاث الدین آل کرت ۱۳۴
فخرالدین علی کاشفی ۱۴، ۱۹، ۳۴، ۵۰، ۵۶، ۹۶، ۱۰۴، ۱۸۹، ۲۰۶، ۲۱۶
فرغانی ۹۶
فضل اللہ خنجی ۱۰۹
فیروزشاہ ۲۱۲

فیضی بخارایی ۱۰۴، ۱۲۷، ۱۵۶
قاسم انوار تبریزی ۴۵، ۸۸، ۱۰۹، ۱۷۰، ۲۲۰
قاسم بن خاوند محمود ۱۲۸
قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ۹۰، ۱۰۴
قاسم فرکتی ۱۹۲
قباد ہروی ۱۰۴
قتلق تیمور ۱۸۸
قطب الدین احمد ۴۹، ۵۵
قطب الدّین محمد یحییٰ ۵۹، ۱۱۳، ۱۲۲ - ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۹۲
کامران ۱۶۸
کرم اللہ بن لطف اللہ بلگرامی ۱۳۹
کرم اللہ بن معین الدین بلگرامی ۱۳۹
کلاویخو ۸۳
کمال ارسلان ۶۹
کمال الدین اقانی ۸۹، ۱۰۹
کمال الدین حریری زادہ ۳۹
کمال الدین حسین خوارزمی ۱۲۵
کمال محمد سنبھلی ۱۳۰
کوکہ ۱۳۰
کوہی خراسانی ۱۰۴
گلبدن بیگم ۱۲۹
لادن بیژنی ۲۱۰
لالہ بیژنی ۲۱۰
لطف اللہ ۹۵
لطف اللہ ختلانی ۱۰۴
لعلی زادہ محمد افندی ۵۳
ماسوتو موکا وا موتو ۱۸، ۶۰
مبارک ناگوری ۱۵۶
مجتبیٰ حیدر ۵۴
مجدد الف ثانی، دیکھیے: احمد سرہندی
محبوب حسن واسطی ۱۹، ۶۵
محمد ارغون ۱۲۶
محمد اقبال مجددی ۱۷۵
محمد اکرم اعوان ۱۳۳
محمد الحسینی ۵۲
محمد املنگی ۱۵۶
محمد امین توقادی ۴۰، ۱۶۸، ۱۸۹
محمد امین کرکی ۱۵، ۳۸، ۱۸۹
محمد امین بلغاری ۱۰۴، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۸
محمد بابای سمایی ۹۰
محمد باقر بن محمد علی ۱۷۴، ۱۷۸
محمد باہر ۱۷
محمد بن امین الدین ۱۹۲
محمد بن حسن بن علاء العطار ۱۹۲
محمد بن حسین بن عبد اللہ قزوینی ۱۴۳
محمد بن عبد الملک ۱۹۲
محمد پارسا ۹۶
محمد تابادکانی/محمد تبادکانی ۸۹، ۱۹۲
محمد تقی انور علوی کاکوروی ۱۹، ۵۳، ۶۸

محمد جمال ملتانی ۱۷۵
محمد جوگی ۱۱۲
محمد جہانگیر ۹۱
محمد خلیل فاروقی پشاوری ۶۵
محمد خوارزم شاہی ۸۳
محمد دوّم فاتح ۸۴، ۱۱۵
محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ۸۲، ۹۰، ۱۳۴
محمد رفعت ۴۰، ۱۶۸
محمد زاہد وخشی ۶۵، ۱۰۴، ۱۴۷، ۱۵۶
محمد زعفرانچی ۱۰۴
محمد زکریا ۱۲۶
محمد سعید ۱۶۶
محمد شاہ ۱۳۱
محمد شفیع مولوی ۱۸۹
محمد شیرازی ۱۰۴
محمد شیرین مغربی تبریزی ۱۸۲
محمد صادق بن یحییٰ ۱۳۰
محمد صادق خان اختر ہوگلوی ۱۳۲
محمد صادق کشمیری ۶۳
محمد صالح زواوی نقشبندی مجدّدی مظہری ۵۷
محمد عبدالرسول للّہی ۲۰
محمد عبداللہ، دیکھیے: خواجہ کلان
محمد علی خواجہ سمرقندی ۱۱۰
محمد عمر پشاوری ۱۴۷
محمد غوث ۳۹
محمد فواد کوپریلی ۱۶۸
محمد قاضن ۳۹
محمد قاضی سمرقندی ۳۹، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۴، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۶۴، ۶۶، ۷۰، ۷۱، ۷۴، ۸۵، ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۸۹، ۱۹۳
محمد مراد قزانی ۵۷، ۱۶۴
محمد معمائی ۱۱۸
محمد موسیٰ بن خواجہ عیسیٰ دہ بیدی ۱۶۴
محمد نذیر رانجھا ۱۳۷
محمد نور بخش قاینی ۸۷، ۲۱۸، ۲۱۹
محمد ہاشم کشمی ۱۹، ۵۷، ۶۲، ۶۳، ۱۴۷
محمد یحییٰ، دیکھیے: قطب الدین محمد
محمد یوسف ۶۱، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۵۶
محمد بن برہان الدّین، دیکھیے: محمد قاضی سمرقندی
محمد شاہ بخاری ۶۲
محمد نعمان ۶۳
محمد ہاشم کشمی ۶۰
محمد یوسف ۱۲۶
محمود افندی ۴۱، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۸۹
محمود خان ۴۸، ۷۱
محمود سندھی ۱۰۹
محمود شاشی ۱۶۵
محمود گاوان ۱۱۶
محمود مجلّد ۹۶
محمود میرزا ۱۱۶

محی الدین عبدالحق ۱۲۵، ۱۹۳، ۲۳۴
مسافر خوارزمی ۸۹
مسافر (ترک شیخ) ۸۹، ۱۰۱، ۱۸۸
مصطفیٰ حسین صادقی ۱۶۳، ۱۶۴
مصطفیٰ رومی ۱۰۴، ۱۱۵
مصلح الدین نقشبندی ۱۶۳
مظاہر مصفا ۱۵
معصوم غازی ۱۲۲
معین الدین احمد ۱۲۸
معین الدین اسفزاری ۹۷
معین الدین بن خواجہ خاوند محمود ۶۱
معین نظامی ۲۰، ۱۹۵
مغربی تبریزی، دیکھیے: محمد شیرین
مغربی، دیکھیے: عبداللہ حورا
منصور ۸۳، ۱۳۴
منیر جہان ملک ۷۷
موسیٰ، مولانا ۱۰۴
مولانا خواجگی ۶۵
مولانا روم/مولوی ۹۶، ۱۳۲، ۱۳۹، ۱۶۵
مولانا زادہ اتراری، دیکھیے: عبداللہ
مولانا زادہ مولانا عثمان ۱۰۴
مولانا شیخ ۱۶، ۳۸، ۵۰، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۷۵، ۱۰۴، ۱۲۰، ۱۴۷
مولانا شیخ احمد ۵۸
مولایی شیخ ۱۴۷
مولوی ۱۳۲
مہدی محقق ۱۵
مہرداد چترایی ۱۷
میرزا نشاط ۶۲
میرک ۶۰
نادر کریمیان ۱۳۷
ناصر ۶۰
ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بیضاوی ۱۳۵
ناصر الدین اتراری ۱۰۵
ناصر الدین عبید اللہ احرار ۸۱، ۱۳۴
ناصر بن عبد السید مطرزی النحوی ۱۳۵
ناصر الدین عمر ۱۸۷
ناصر علی سرہندی ۱۷۵
نجدت طوسون ۱۶، ۱۷، ۳۷، ۱۴۳، ۱۸۰
نجم الدین ۱۰۵
نجم بن قطب الاسلام شریحی ۱۷۰
نجیب مائل ہروی ۱۷۵
نصیر الدین چراغ دہلی ۱۷۶
نظام الدین احمد بن حسین بن محمد شاہ ۱۳۹
نظام الدین خاموش ۸۹، ۹۱، ۱۲۲، ۲۰۹، ۲۲۲
نعمت اللہ خوقندی ۶۵
نعمت اللہ کرمانی ۴۷، ۱۷۰، ۱۸۱
نعمت واعظ ۱۱۷
نور الدین تاشقندی ۱۰۵
نور الدین [قاسم] تاشقندی ۱۱۹، ۱۴۷

نورالدین محمد ۱۵۲
نوراللہ احراری ۱۳۲
نوراللہ شوشتری ۱۷۰
نورسعید ۱۱۲
نوشہ گنج بخش ۳۹، ۱۳۱، ۱۵۸
والنتین ژوکوفسکی ۱۷۲
وحید اشرف ۱۷۰
ہاشم بن ابوالفیض خواجکا ۱۲۸
ہدیۃ اللہ ۳۹
ہلال ۱۰۵
ہمایون ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۶۸
ہندال ۶۱، ۱۶۸
ہندوخواجہ ترکستانی ۱۰۵
یاقوت [مستعصمی] ۸۶
یحییٰ بن ابوالفیض ۱۲۹
یحییٰ معرفت ملقب بہ اعتضادالاسلام کرمانی ۵۸
یعقوب چرخی ۳۹، ۴۵، ۸۹، ۱۰۱، ۱۳، ۱۷۰، ۱۷۴
یوسف ہمدانی ۴۰
یونس جعفری ۱۷۹
یونس خان ۱۰۱، ۱۱۳، ۱۱۵
یونس محمد صوفی مروی ۵۱
یوسف ہمدانی، ابویعقوب ۹۰

Denison Ross, E. ۱۶۸
Kadyrova Mukhlisabony Turgunova ۱۸، ۶۷

## مقامات

اجین ۱۳۰
احاطہ ملایان ۵۸، ۱۲۰، ۱۲۱
اخسی ۴۸
ارزنہ ۱۶۶
ازبکستان ۳۸، ۸۳، ۸۴
استنبول ۱۶، ۲۲، ۱۰۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۹، ۱۸۹
اسلام آباد ۱۴، ۱۵، ۲۳، ۷۷
اشبیلیہ ۸۴
افغانستان ۷۷
اکبر آباد ۱۲۹، ۱۳۱
الٰہ آباد ۱۳۱
امریکہ ۱۸
اندجان ۴۸، ۱۲۳
انقرہ ۱۶
ایران ۱۴، ۱۶، ۳۶، ۳۷، ۷۷، ۲۱۰
ایشیائے صغیر ۲۲
آذربایجان ۴۶، ۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۲
آک محل ۱۲۹
آگرہ ۱۰۹، ۱۱۵، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۵۵
باخرز ۱۶۶
بازارِ سوزن فروشان ۱۲۰
بازارِ کہنہ فروشان ۱۸۸
بازار مسگران ۱۸۸
باغستان ۸۱
بخارا ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۸۳، ۸۶، ۸۷، ۸۹، ۱۰۰، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۶۴، ۱۸۹
بدخشان ۶۳
برصغیر پاک و ہند ۳۶، ۳۹، ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۷۶
بروسہ ۷۳
برہان پور ۶۳
بُزاوَرد ۹۳
بغداد ۲۲، ۲۱۱، ۲۲۴
بلخ ۸۶، ۸۷، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۸۹
بنکث ۸۳
بنگال ۱۳۲
بورسہ ۷۳
بہار ۱۳۱
بیت اللہ ۸۱
بیکث ۸۳
پاکستان ۱۹، ۳۶
پل قرشی ۱۱۵
پنجاب ۱۲۶، ۱۳۴
پھلواری شریف ۱۸۹، ۱۹۰
تاجیکستان ۳۶، ۷۷، ۸۹

تاشقند ۱۷، ۱۸، ۲۲، ۴۸، ۴۹، ۶۷، ۸۳-۸۶، ۸۹، ۹۱، ۹۷-۱۰۱، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۳۴، ۱۹۱، ۱۹۳
تاشکنت ۱۳۴
تاشگند ۱۳۴
تبریز ۱۰۴
ترکستان ۹۹، ۱۱۰، ۱۲۱، ۱۳۲، ۲۱۸
ترکی ۳۸، ۷۳
ترمذ ۱۲۱
تہران ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱
تہران یونی ورسٹی ۲۱۰
ٹوکیو ۱۸، ۶۰
جالور ۱۳۰
جامع سلطان احمد ۱۶۳
جامع مسجد ہرات ۸۷
جنوبی ایشیا ۲۲
جوے عباس ۱۶۱
جیحون ۱۲۱
چاچ ۸۳
چرخ ۸۹
چشمہ ناوہ دان ۱۲۲
چغانیان ۸۶، ۱۰۱
چکوال ۱۳۲
چماری/چمیاری ۱۲۶
چین ۴۶، ۲۰۸
حجاز ۱۲۵
حرمین شریفین ۱۰۳
حیدرآباد ۱۷۸
خانقاہ شیخ ابواللیث ۸۸
خجند ۱۲۱
خراسان ۴۶، ۴۷، ۵۱، ۵۶، ۶۳، ۸۶، ۸۸، ۱۰۰، ۱۰۵، ۱۸۷، ۱۹۱، ۱۹۳، ۲۱۳
خطا ۴۶، ۲۰۸
خوارزم ۴۹، ۱۸۹
داہیچ ۱۵۲
داتیج ۱۱۶، ۱۵۵
دردیہ ۱۸۷
دروازۂ احرار ۱۲۲
دروازۂ سوزان گران ۱۲۲
دروازۂ گازران ۱۲۲
دریاے خجند ۱۷
دریاے جمنا ۱۲۹
دریاے سُغد ۸۳
دریاے سیحون ۸۳
دشت عباس ۱۰۱
دکن ۱۱۶
دمشق ۱۰۳
دوازۂ موردستان ۱۸۷
دوشنبہ ۲۹، ۳۶، ۸۹
دِہ بید ۵۲

دہِکمان گران ۱۱۹، ۱۲۰
دہلی ۲۲، ۱۲۸، ۱۳۲
راج گھاٹ ۱۲۹
رباط میر ۱۲۰
روسی ۱۱۸
روم ۴۶، ۱۰۵، ۱۱۵، ۱۲۵، ۱۴۵
ریوگروی ۱۰۱
رَے ۲۱۹
سبزوار ۴۶، ۵۶
سپین ۸۳
سرہند ۲۲، ۶۳
سعدسمرقند ۱۱۶
سغناق ۴۱، ۱۰۹
سلیم پور ۱۳۰
سماسی ۱۰۱
سِماو ۱۰۵
سمرقند ۱۴، ۲۲، ۲۳، ۴۶، ۴۷، ۴۹، ۵۲، ۵۴، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۶۲، ۶۶، ۸۳، ۸۵-۸۹، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۴-۱۲۳، ۱۲۵-۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۵۵، ۱۶۴، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۱-۱۹۳، ۲۱۲، ۲۳۱-۲۳۳
سنگاپور ۲۱۰
سنوجرد/سنوگرد ۸۷، ۱۰۱
سولقان ۲۱۹
سیال کوٹ ۱۹
سیر دریا ۸۳
شادمان ۴۷
شاش ۸۳، ۹۹، ۱۰۰
شام ۱۰۳، ۲۲۲
شاہجہان آباد ۱۳۲
شاہرخیہ ۴۸، ۹۴، ۱۰۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۸۸
شبرغان ۸۶، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۱۹
شکرقشلاق ۱۰۱
شہرِ افراسیاب ۸۳
شہرِ سبز ۸۷
شیراز ۱۲۵، ۱۸۷
صنوجرد، دیکھیے: سنوجرد
صنوگرد، دیکھیے: سنوجرد
طاشکند ۱۳۴، نیز: تاشکند
طرخان ۱۲۵
عالم اسلام ۳۶
عراق ۴۶، ۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۲۱
علیاباد ۱۰۰، ۱۰۱
غجدوان ۱۰۱
غزنہ ۸۹
فاراب ۱۰۱
فارس ۱۲۱
فتح پور ۱۳۱
فرغانہ ۴۸، ۴۹

فرکت ۱۰۱
قرشی ۱۱۳
قزان ۶۵
قسطنطنیہ ۱۰۵، ۱۴۵
قلعۂ شاہزحیہ ۱۱۲
کابل ۲۲، ۶۰، ۹۸، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۲۸
کاسان ۱۰۱
کاشغر ۶۲، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۰، ۱۵۶
کاکوری ۱۹، ۶۸، ۷۳
کالاپانی ۱۲۸
کش ۹۳، ۱۰۱
کمان گران، دیکھیے: دہ کمان گران
کوچہ Balci Yokusu ۱۴۴
کوہ تون ۱۱۷
کِشم ۶۳
کُتاہیہ ۱۰۵
گجرات ۱۲۸، ۱۳۱
گنجش خانہ ۸۷
گیلان ۱۱۶
لائیش ۱۵۲
لاہور ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۳۹، ۶۲، ۱۳۱، ۱۵۷
لُرستان ۱۸۷
لکھنو ۱۳۱
لنین کالخوز ۸۹
ماوراءالنہر ۳۴، ۴۶، ۴۹، ۵۹، ۶۳، ۷۴،
۸۱، ۸۶، ۱۰۰، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۸، ۱۲۷-
۱۲۹، ۱۵۵، ۱۸۵، ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۳، ۲۲۳
محلہ ایوب سلطان ۱۴۴
محلہ خیابان ۲۱۸
محلہ فاتح ۱۴۹
محلہ قوچیان ۱۱۹
محلہ کفشیر ۵۸، ۱۱۹، ۱۲۱
محمود آباد مرو ۵۸
مدرسۂ احرار ۱۲۲
مدرسۂ اُلغ بیگ ۹۵، ۱۲۲
مدرسۂ امیر شاہ ملک ۸۸
مدرسۂ تیمور لنگ ۱۶۴
مدرسۂ جامع علیک کوکلتاش ۱۲۲
مدرسۂ زیرک ۱۰۵
مدرسۂ قطب الدین ۸۸، ۱۰۱، ۱۱۹
مدرسۂ مبارک شاہ ۱۱۹
مدینہ ۷۷، ۱۲۵
مرتہ ۱۳۰
مرغینان ۱۰۱، ۱۱۳
مرو ۸۶، ۸۹، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۱۳
مزار خواجہ ابوالولید ۱۸۶
مزار خواجہ عبداللہ انصاری ۲۱۸
مسجدِ احرار ۱۲۱
مسجدِ نگارین ۱۲۰
مشرق ۲۱۰

مشرقی ترکستان ۲۳۶
مصر ۴۶، ۱۱۹، ۲۰۷
مکّہ معظّمہ ۵۷، ۶۱، ۷۶، ۱۰۲، ۱۲۵، ۲۲۰،
۲۲۱
ملتان ۶۲، ۱۳۱
ملک دروازہ ۲۰۸
منارہ ۱۳۲
منیٰ ۲۲۰
نارنول ۱۳۰
ناگور ۱۰۴، ۱۲۷، ۱۳۰
نسف ۱۰۲
نیشاپور ۴۶، ۱۰۲
نیوجرسی ۱۸، ۲۷
وابکن ۱۰۲
وادی زرافشاں ۲۹
وسطی ایشیا ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۲۲، ۵۱، ۸۳، ۸۴،
۱۱۸
وسطی یوروایشیا ۳۴، ۳۵، ۳۶
ولایت ۱۱۷
وخش ۲۲
ہالینڈ ۱۹۲، ۱۹۳
ہری/ہرات ۴۸، ۸۶، ۸۷، ۸۹، ۹۱، ۹۴، ۹۷،
۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۷–۱۱۹، ۱۵۲،
۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۳، ۲۰۸، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۳۴
ہلغتو ۸۶، ۸۹، ۱۰۲
ہند/ہندوستان ۱۴، ۳۶، ۳۸، ۴۶، ۶۱، ۶۲،
۶۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۵–۱۲۹، ۱۳۱
یمن ۲۱۳
یونان ۱۰۵
Vardar Yenicesi ۱۰۵

## کتب

ابدالیہ ۸۹، ۱۳۷
احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار ۱۹، ۲۹، ۳۴، ۳۵، ۴۷، ۵۱، ۶۰، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۴
ارشاد السالکین ۱۶۱
اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید ۱۷۲
اسراریہ ۱۳۰
اعتقادنامہ ۱۰۷
انسیہ ۸۹، ۱۳۷، ۱۷۴
انشاے جامی ۱۰۶
انفاسِ نفیسہ ۱۶۱، ۱۷۴، ۱۷۸
انوار التنزیل واسرار التاویل ۱۳۵
انیس السالکین ۱۶۱، ۱۷۴
انیس الطالبین ۷۰
آداب وشرائطِ شیخ ومرید ۱۰۹
آئینہ میراث ۱۷
بابرنامہ ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۶۷، ۱۷۹
بابریہ ۴۰، ۱۶۸
برکات احمدیہ ۶۵
بیاض کرم اللہ کریمی قادری بلگرامی ۱۳۹
پاس انفاس ۱۹، ۱۷۵
تاریخ رشیدی ۲۱، ۵۰، ۵۵، ۶۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸
تاریخ مشایخ نقشبندیہ ۲۰
تبیان وسائل الحقائق ۳۹
تجارب الملوک ۱۷۹
تحفۃ الاحرار ۱۳
تحفۂ خانی ۱۲۵
تحفۂ محمدی ۲۲۶
تحفۃ الاحرار ۱۰۷، ۱۶۱، ۱۷۴
تذکرۂ آفتاب عالمتاب ۱۳۲
تذکرۂ خواجہ عبیداللہ احرار ۱۹، ۱۶۱، ۱۷۵
تذکرۂ خواجہ ناصر الدین عبیداللہ احرار ۶۰
تذکرۃ الاولیاء ۵۶
تذکرۃ الصدیقین ۵۴
تصحیح ملفوظات خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی ۱۵
تصوف ۱۶
تفسیرِ چرخی ۱۳۷
تفسیرِ قاضی ۸۵
تفسیرِ قرآن کریم ۸۹
تکملہ نسب نامہ خواجہ احرار ۶۲
تنبیہ الضالین والمضلین ۷۰
جامع المقامات ۷۱
جمالیہ ۱۳۷
جمع ۱۸۵
جمیع ۱۸۵

جواہر الذات ۹۵
جہان کتاب ۱۷
حضرت سلطان الاولیاء خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی ۶۸،۱۹
حورائیہ ۴۱، ۸۹، ۱۶۱، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۸۰
خرد نامہ اسکندری ۱۰۸
خمسہ ۱۱۰
خواجہ احرار ولی ۵۱، ۶۶
خواجہ عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط ۸۵
خوارق عادات احرار ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۳۵، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۱۲۰
خیط السبحات فی تنظیم بقیۃ الرشحات ۵۷، ۵۸، ۷۴
دیوانِ جامی ۱۰۷، ۱۱۰
ذوقیات ۱۶۱، ۱۷۵
ذوقیہ ۱۷۵
رسالہ ارقام نجوم ۱۰۹
رسالہ حضرت مولانا محمد قاضی ۵۶
رسالہ خواجہ عبید اللہ احرار ۱۷۵
رسالہ در بیان توبہ و اعمال طریقۂ خواجہ ہا ۱۷۴
رسالہ در شرایط سلطنت ۵۵، ۱۵۵
رسالہ طریقۂ خواجگانِ نقشبند ۱۶۴
رسالہ عرفانی ۱۷۳
رسالہ کلیات ۱۶۱
رسالہ والدیہ ترجمہ سی ۱۶۸
رسائلِ احرار ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷
رسائلِ نقشبندیہ ۱۷۴
رشحات القدس شرح نفحات الانس ۱۰۸
رشحات عین الحیات ۱۴، ۱۹، ۳۴، ۴۰، ۵۰، ۵۶، ۵۸، ۶۳، ۶۴، ۶۷، ۱۰۴، ۱۱۰، ۱۸۹
رقعات احرار ۱۶، ۳۸، ۱۶۱
روضۃ الریاحین ۱۰۸
روضۃ الشہدا ۴۶
زاد المعاد ۱۱۰
زبدۃ المقامات ۶۴، ۶۵، ۷۶
سبحۃ الابرار ۱۶۷، ۱۷۹
ستہ ضروریہ ۱۷۴
سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر ۱۷۲
سلسلۃ الصدیقین و انیس العاشقین ۷۰
سلسلہ نامہ خواجگان نقشبند ۱۴۳
سلسلۃ الاحرار ۱۵۶
سلسلۃ الذہب ۱۰۷
سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین ۱۸، ۴۷، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۶۷، ۷۱، ۷۲، ۱۰۴، ۱۸۹
السمط المجید ۳۹
السواد الاعظم ۲۲۳
شرح اسماء الحسنیٰ ۱۳۷، ۸۹
شرح اشعارِ مشکلِ فصوص الحکم ۱۶۱، ۱۷۵، ۱۸۲

صحیح بخاری ۱۲۳
صدائے دل ۱۶۱، ۱۷۵
طرق الوصول فی شریعۃ الرسول ۶۳
ظواہر السرایر ۱۴۷
عرفات العاشقین ۱۰۹
عروۃ الوثقیٰ لارباب الارتقا ۱۶۹
فتوحاتِ مکّیہ ۱۰۵
فصوص الحکم ۲۰۷، ۲۰۸
فقرات ۴۰، ۴۵، ۱۲۵، ۱۳۹، ۱۶۱-۱۶۴، ۱۶۶، ۱۷۳، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۲
فقرات العارفین ۱۶۱
فقرات شریف، دیکھیے: فقرات
فکر ونظر ۱۶
قصیدۂ تائیہ فارضیہ ۹۶
قصیدۂ بردہ ۱۶۷، ۱۷۹
کلمات قدسیہ ۱۸۵
کلماتِ قدسیہ خواجہ عبید اللہ ۱۶۴
گلستان ۱۳۲
مثنوی معنوی ۹۶، ۱۳۲، ۱۴۵، ۲۰۸
مثنویات عطّار ۱۳۹
مجالس العشاق ۸۴، ۹۶
مجموعہ مراسلات ۳۵
مجموعۃ الشعرا ۱۱۰
مجموعۃ الفوائد ۱۶۴
مذکر احباب ۶۴
مرقّع نوائی ۱۱۴، ۱۲۳، ۱۹۱
مسموعاتِ قاضی محمد زاہد از عبید اللہ احرار قدس سرہما ۱۸۹
مسموعاتِ میر عبد الاوّل ۳۴، ۶۷، ۷۲، ۱۸۵
المصباح ۱۳۵
مصباح ۸۵
مطلع سعدین و مجمع بحرین ۱۰۹
معدن الدرر فی سیرۃ الشیخ حاجی عمر ۱۸۷
مغل مخطوطہ ۸۵
مفتاح التوحید ۱۴۵
مقالات عارف ۱۶۶، ۱۷۳
مقامات احمد کاسانی ۷۰
مقامات باقیہ احمدیہ ۶۴
مقامات حضرت خواجہ نقشبند ۱۷۴، ۱۷۸
مقامات خواجہ احرار ۱۸، ۶۰، ۶۷
مکتوباتِ امام ربانی ۱۶۴، ۱۷۴
مکتوبات باقی باللہ ۱۴۶
ملفوظات خواجہ احرار ۱۴، ۱۵، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۴۶، ۵۱، ۵۷، ۱۲۳، ۱۶۱، ۱۸۵، ۱۸۹
مناقبِ احرار ۳۵
منشآت ۱۰۸، ۱۲۳
نائیہ ۸۹، ۱۳۷
نسایم المحبۃ من شمایم الفتوۃ ۴۶، ۱۱۴
نسب نامہ حضرت خواجگان ۶۱، ۷۵
نسب نامہ خواجہ احرار ۶۱، ۶۳، ۶۴، ۷۵

نسمات القدس من حدایق الانس ۱۹، ۵۷، ۶۰، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۷۶
نفحات الانس من حضرات القدس ۱۹، ۴۵، ۴۶، ۱۰۸، ۱۶۴
نقاش وصورت ۷۵
نوادر المعارف ۱۶۴
نورِ وحدت ۱۶۱، ۱۷۶
والدیہ ۴۰، ۱۱۵، ۱۳۹، ۱۵۷، ۱۶۱، ۱۶۵-۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۹، ۱۸۱
وقائع بابر ۱۷۹
یوسف وزلیخا ۹۷، ۱۰۸، ۱۳۲
The Letters of Khwaja 'Ubayd Allah Ahrar and his associates ۱۹۴
Zhitiia Khodja Akhrara: Opytsistemhogo analiza po rekonstuktsii biografii Khodja Akhrara iistorii roda Akhraridov ۱۸، ۶۷

## معاشرتی وتہذیبی اعلام
## (اقوام، سلاسل، طبقات، پیشے، مناصب، زبانیں)


احراری ۱۴، ۳۶، ۵۲، ۶۶، ۱۰۹، ۱۱۵، ۱۲۷، ۱۳۲
احراریہ ۳۹، ۱۲۷
احناف ۱۷۹
اردو ۱۶، ۱۸-۲۰، ۲۹، ۳۵، ۵۷، ۶۵، ۶۷، ۶۸، ۷۳، ۱۳۲، ۱۳۷، ۱۵۸، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۹
ازبک ۱۴، ۱۸، ۹۹، ۱۲۳، ۱۲۹، ۱۶۸، ۲۳۶
اُزبکی (زبان) ۶۶
اویسیہ نقشبندیہ ۱۳۲
آلِ تیمور ۱۷، ۲۳۶
آلِ محمد ۱۳۴
بہمنیانِ دکن ۱۱۶
تاجیکی (زبان) ۶۶، ۱۷۷
تجارت ۸۱، ۱۱۷، ۱۵۱
تدریس ۱۰۵، ۱۲۲
ترکستانی ۹۹
تُرک مشائخ ۸۹، ۲۰۵
ترکی (زبان) ۱۵، ۱۶، ۴۰، ۴۱، ۴۶، ۵۳، ۵۷، ۱۱۵، ۱۳۴، ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۵۷، ۱۶۳، ۱۶۷، ۱۶۸
تورانی ۱۲۹
تیموری ۳۵، ۱۱۲
جلدساز ۸۴، ۱۲۱
چغتائی ترکی (زبان) ۴۶، ۱۶۷، ۱۶۸
چُغتے ۲۳۶
خانہ بدوش ۱۸۷
خطاط ۱۲۹
خواجگان نقشبند ۴۸، ۵۶، ۶۹، ۱۴۳
دری ۷۷
دہقان/ دہقانی ۹۱
زراعت ۹۷، ۱۲۵، ۲۰۶، ۲۰۷
زمین داری ۴۶
سپاہی ۱۱۲، ۱۳۰
سجادہ نشین ۶۲
سلسلۂ خواجگان ۴۵، ۵۰، ۶۹، ۱۳۷
شریفی ۱۲۸
شیخ الاسلام ۱۱۶، ۱۱۷
صوبہ دار ۳۹، ۶۲، ۱۳۱
صوفیہ ۵۰، ۵۵، ۸۶، ۱۲۹، ۱۷۰، ۲۰۱، ۲۱۰، ۲۲۳
طبقہ صوفیہ ۴۵

طبقہ مشائخ ۱۳
طریقتِ خواجگان ۹۸، ۱۲۳
طریقۂ خواجگان ۱۵۶، ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۷۸، ۲۱۴، ۲۱۷، ۲۱۹
عرب قبائل کی زبانیں ۱۲۳
عربی ۱۷، ۵۷، ۷۲، ۷۳، ۹۶، ۱۰۵، ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۷۸، ۱۸۲، ۲۰۰، ۲۲۱
عطّار (پیشہ) ۴۰، ۴۲، ۸۸، ۹۵، ۱۳۹
فارسی ۱۴-۲۲، ۳۶-۳۸، ۵۲، ۵۷، ۶۰، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۷۳، ۷۶، ۷۷، ۹۰، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۵۰، ۱۶۲، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۹۳
قاشقی ۷۶
قریش ۱۳۴
قزاق ۹۹
قزلباش ۴۹
قضا ۴۷، ۷۰
کاغذفروش ۱۲۱
کاغذگر ۱۰۴
کبرویہ ۶۳
کہنہ فروش ۱۸۸
کھیتی باڑی ۸۱، ۹۷، ۱۱۷
مجلّد ۹۶
مسگر ۱۸۸
مصوّر ۸۴، ۱۱۵، ۲۱۵
مطبخ کے مہتمم ۴۷
مغل ۱۱۷، ۱۳۲
مکتب دار ۲۱۴
ملامتیہ ۲۱۹
منگول ۳۵
مہدویت ۸۷، ۲۱۸
نقشبندان ۶۵
نقشبندیۂ احراریہ ۴۸، ۵۰
نقشبندیۂ مجدّدیہ ۱۹
نقشبندی/نقشبندیہ ۱۳، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۳۴، ۳۷، ۳۹، ۴۲، ۴۷، ۵۷، ۶۳، ۶۴، ۶۸، ۷۴، ۷۵، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۷، ۱۲۷، ۱۳۱، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۴، ۱۷۸، ۱۸۲، ۱۹۳، ۲۰۲
نقیب الاولیا ۱۳۱، ۱۳۲
نوربخشیہ ۲۱۹
نوشاہیہ ۳۹، ۱۳۱
واعظ ۱۱۷
ہفت ہزاری ۱۳۱

# تصاویر

# فہرست تصاویر

## شخصیات


۱۔ خواجہ احرار (برٹش میوزیم، لندن، اٹھارہویں صدی کا مغل مخطوطہ، (MS.1974-617-010(2) ۲۸۹

۲۔ خواجہ احرار و مولانا جامی (خدا بخش لائبریری، پٹنہ، قلمی مرقع 2005) ۲۹۰

۳۔ خواجہ احرار محمود جلد ساز کی دکان پر، ایک خیالی تصویر، (مجالس العشاق، مخطوطہ، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، ۷۳۰) ۲۹۱

۴۔ سلطان حسین بایقرا (عمل استاد بہزاد ہروی) ۲۹۲

۵۔ امیر علی شیر نوائی (عمل محمود مذ۔ بّ) ۲۹۳

۶۔ عبد الرحمان جامی (عمل دولت جہانگیر شاہی، استاد بہزاد ہروی کی بنائی ہوئی تصویر کی نقل) ۲۹۴


## مزارات

### بہاالدین نقشبند:


۱۔ خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان (بخارا)، بیرونی منظر (تصویر: V.Klepko,A.Zuev) ۲۹۵

۲۔ خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، ہوائی منظر (تصویر: جو۔ این گروس) ۲۹۶

۳۔ خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، اندرونی منظر (تصویر: جو۔ این گروس) ۲۹۷

۴۔ خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، اندرونی منظر (تصویر: جو۔ این گروس) ۲۹۸


### یعقوب چرخی:


۱۔ قبر مولانا یعقوب چرخی، مضافات دوشنبہ (تصویر: جو۔ این گروس) ۲۹۹

۲۔ سنگ قبر مولانا یعقوب چرخی، مضافات دوشنبہ (تصویر: جو۔این گروس) ۳۰۰

**خواجہ احرار:**

۱۔ خواجہ احرار اور دیگر متعلقین کے قبور کا چبوترہ، سمرقند (تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء) ۳۰۱
۲۔ خواجہ احرار اور دیگر متعلقین کے قبور کا چبوترہ، سمرقند (تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء) ۳۰۲
۳۔ قبر خواجہ احرار، سامنے کا منظر (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۴ء) ۳۰۳
۴۔ سنگ مزار خواجہ احرار، عقبی منظر (تصویر: جو۔این گروس) ۳۰۴
۵۔ سنگ مزار خواجہ احرار کی تحریر ۳۰۵
۶۔ احاطہ مزار خواجہ احرار کی عمارت (تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء) ۳۰۶
۷۔ احاطہ مزار خواجہ احرار کی عمارت کا ایک خوبصورت دروازہ
(تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء) ۳۰۷
۸۔ احاطہ مزار خواجہ احرار کی عمارت میں حجروں کے خوبصورت دروازے
(تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء) ۳۰۸
۹۔ احاطہ مزار خواجہ احرار (تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء) ۳۰۹
۱۰۔ احاطہ مزار خواجہ احرار کی ایک مسجد (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۴ء) ۳۱۰
۱۱۔ احاطہ مزار خواجہ احرار میں نذر دیوان بیگی مدرسہ کا دروازہ
(تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۴ء) ۳۱۱

**بابا حیدر:**

۱۔ سنگ مزار (بزبان ترکی) بابا حیدر خلیفہ خواجہ احرار، استنبول
(تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء) ۳۱۲
۲۔ سنگ مزار (بزبان عربی) بابا حیدر خلیفہ خواجہ احرار، استنبول
(تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء) ۳۱۳
۳۔ بابا حیدر جامع (مسجد)، استنبول (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء) ۳۱۴

**عبدالرحمٰن جامی:**

۱۔ سنگ مزار عبدالرحمان جامی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء) ۳۱۵

## سعدالدین کاشغری:


۱۔ سنگ مزار سعدالدین کاشغری، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء) ۳۱۶


## حسین واعظ کاشفی وعلی واعظ کاشفی:


۱۔ مزار حسین واعظ کاشفی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء) ۳۱۷

۲۔ سنگ مزار فخرالدین علی بن حسین واعظ کاشفی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء) ۳۱۸


## مخطوطات


۱۔ رقعات خواجہ احرار ان کے اپنے سواد تحریر میں (مرقّع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178) ۳۱۹

۲۔ رقعات احرار، ملفوظات احرار کے آخر میں، گنج بخش، اسلام آباد، ۵۸۶۶ ۳۲۰

۳۔ ملفوظات خواجہ احرار (مرتّبہ میر عبدالاول)، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، ۵۸۶۶ (ابتدا) ۳۲۱

۴۔ ملفوظات خواجہ احرار (مرتّبہ میر عبدالاول)، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، ۵۸۶۶ (ترقیمہ) ۳۲۲

۵۔ ملفوظات خواجہ احرار (مرتّبہ محمد امین کرکی)، قونی کتب خانہ پاکستان، اسلام آباد (آخر) اور ملفوظات خواجہ احرار (مرتّبہ میر عبدالاول)، انڈیا آفس لندن، D.P.890 (ترقیمہ) ۳۲۳

۶۔ سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدیقین، کتابخانہ مجلس، تہران، ۱۰۱۲۲ (ظہریہ) ۳۲۴

۷۔ سلسلۃ العارفین وتذکرۃ الصدیقین، کتابخانہ مجلس، تہران، ۱۰۱۲۲ (ترقیمہ) ۳۲۵

۸۔ میر عبدالاول نیشاپوری کا خط، مرقّع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، (2178) ۳۲۶

۹۔ خواجہ محمد یحییٰ کے خطوط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، (2178) ۳۲۷

۱۰۔ محمد تقی الدین کرمانی کا خط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، (2178) ۳۲۸

۱۱۔ خواجہ علی کا خط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، (2178) ۳۲۹

۱۲۔ مولانا عبدالرحمان جامی کے خطوط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، (2178) ۳۳۰

۱۳۔ عبداللہ خواجکا کے خطوط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، (2178) ۳۳۱

۱۴۔ مولانا قاسم کے خطوط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، (2178) ۳۳۲

۱۵۔ العروۃ الوثقیٰ للارباب الارتقیٰ (عربی ترجمۂ رسالۂ والدیہ)، کتب خانۂ ملت، استنبول، 1041 (اوّل و آخر) ۳۳۳

## مطبوعات

۱۔ تذکرۂ خواجہ عبیداللہ احرار، لاہور، (ایک غلط انداز سرورق) ۳۳۴

۲۔ خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی، کاکوری شریف، ۱۹۸۶ء (سرورق) ۳۳۵

۳۔ مسموعات قاضی محمد زاہد از عبیداللہ احرار، استنبول، ۱۹۹۳ء، (ایک غلط انداز سرورق) ۳۳۶

۴۔ خواجہ احرار ولی، تہران، ۱۹۹۷ء (سرورق) ۳۳۷

۵۔ احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار، تہران، ۲۰۰۰ء (سرورق) ۳۳۸

۶۔ خواجہ عبیداللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط، لائیڈن، ۲۰۰۲ء (سرورق) ۳۳۹

۷۔ مقامات خواجہ احرار، ٹوکیو، ۲۰۰۴ء (سرورق فارسی متن) ۳۴۰

۸۔ مقامات خواجہ احرار، ٹوکیو، ۲۰۰۵ء (سرورق جاپانی ترجمہ) ۳۴۱

۹۔ حیات خواجہ احرار: خواجہ احرار کی حیات اور ان کے خاندان کی تاریخ کی تشکیل نو کا ایک نظامیاتی جائزہ، تاشقند، ۲۰۰۷ء (سرورق) ۳۴۲

## نقشے

۱۔ شاہرخ تیموری کی سلطنت، (مأخذ: اطلس تاریخی ایران) ۳۴۳
۲۔ شاہرخ تیموری کے جانشینوں کی سلطنت، (مأخذ: اطلس تاریخی ایران) ۳۴۴

٩۔ [illegible] (2178) ۳۳۳ (مردوں)

١٠۔ [illegible]

(2178) [illegible]

١١۔ [illegible]

(2178) ۳۳۳ [illegible]

١٢۔ مولانا [illegible]

(2178) [illegible] ۳۳۰

١٣۔ عبداللہ [illegible]

(2178) ۳۳۱

١٤۔ مولانا [illegible]

(2178) ۳۳۲

١٥۔ [illegible]

[illegible] (اول و آخر) ۳۳۳

## مطبوعات


١۔ تذکرہ خواجہ عبید اللہ احرار، لاہور (ایک مقالہ از مردوں) ۳۳۴

٢۔ خواجہ عبید اللہ احرار [illegible] ١٩٨٦ء (مردوں) ۳۳۵

٣۔ [illegible] عبید اللہ احرار [illegible] ١٩٩٣ء (ایک مقالہ از مردوں) ۳۳۶

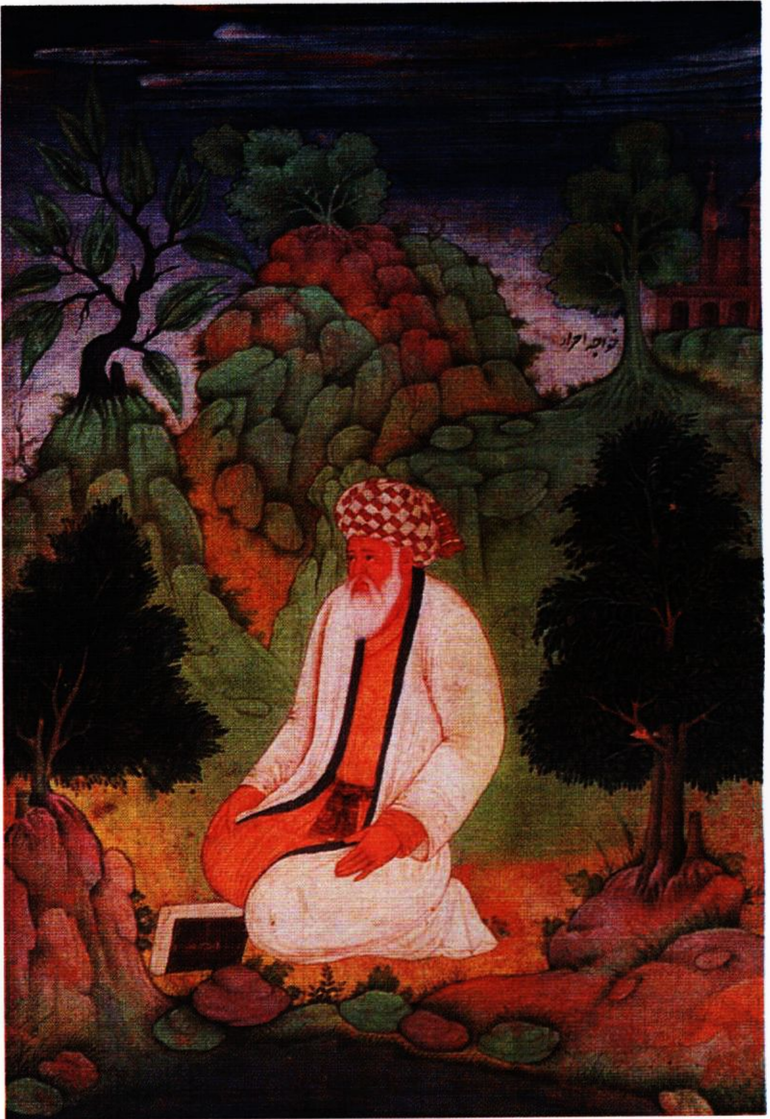
٤۔ خواجہ احرار [illegible] ١٩٩٥ء (مردوں) ۳۳۷

٥۔ احوال [illegible] خواجہ عبید اللہ احرار، تہران ٢٠٠٠ء (مردوں) ۳۳۸

٦۔ خواجہ عبید اللہ احرار [illegible] ٢٠٠٠ء (مردوں) ۳۳۹

٧۔ مقامات خواجہ احرار [illegible] ٢٠٠٣ء (مردوں [illegible]) ۳۴۰

٨۔ مقامات خواجہ احرار [illegible] ٢٠٠٥ء (مردوں [illegible]) ۳۴۱




خواجہ احرار (برٹش میوزیم، لندن، اٹھارہویں صدی کا مغل مخطوطہ، MS.1974-617-010(2))



خواجہ احرار و مولانا جامی (خدا بخش لائبریری، پٹنہ، قلمی مرقع 2005)



خواجہ احرار محمود جلد ساز کی دکان پر، ایک خیالی تصویر،

(مجالس العشاق، مخطوطہ، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، ۷۳۰)



سلطان حسین بایقرا (عمل استاد بہزاد ہروی)




امیر علی شیر نوائی (عمل محمود مذہبؔ)



عبدالرحمان جامی (عمل دولت جہانگیر شاہی، استاد بہزاد ہروی کی بنائی ہوئی تصویر کی نقل)



خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان (بخارا)، بیرونی منظر (تصویر: V.Klepko,A.Zuev)



خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، ہوائی منظر (تصویر: جو۔این گروس)



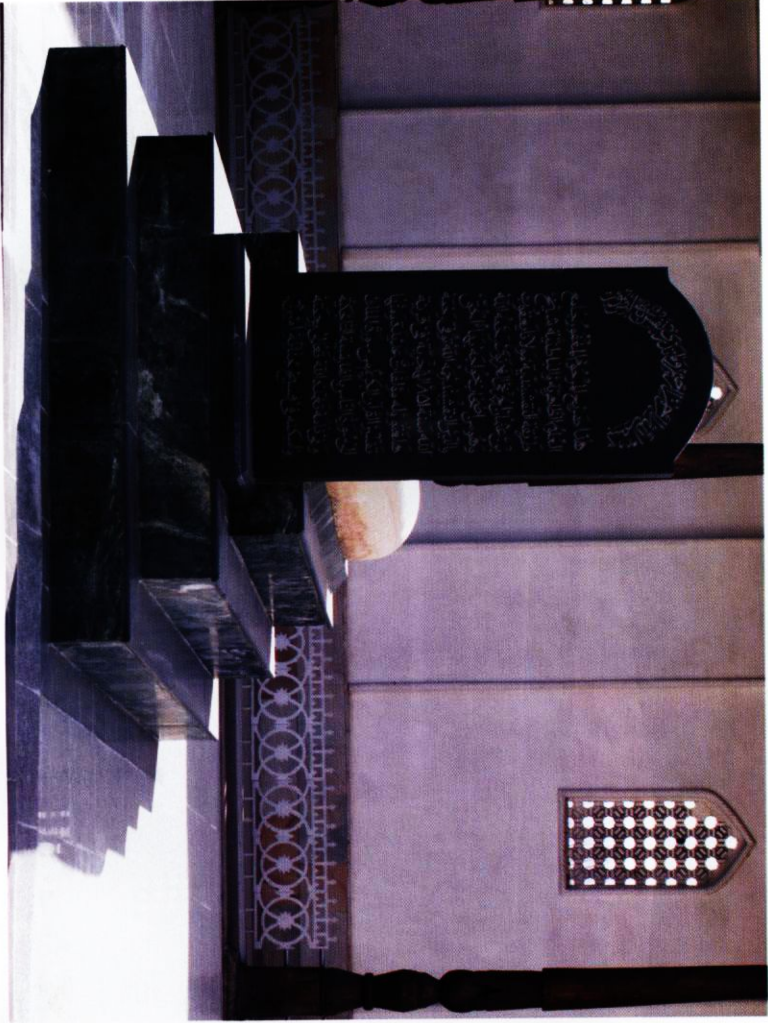
خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، اندرونی منظر (تصویر: جو۔این گروس)



خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، اندرونی منظر (تصویر: جو۔این گروس)



قبر مولانا یعقوب چرخی، مضافات دوشنبہ (تصویر: جو۔این گروس)



سنگ قبر مولانا یعقوب چرخی، مضافات دوشنبہ (تصویر: جو۔این گروس)



خواجہ احرار اور دیگر متعلقین کے قبور کا چبوترہ، سمرقند (تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء)



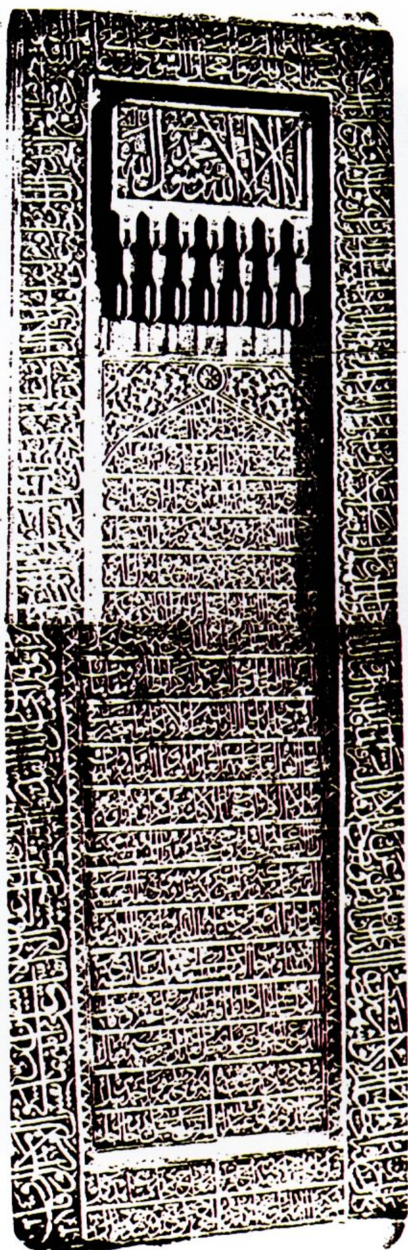
خواجہ احرار اور دیگر متعلقین کے قبور کا چبوترہ، سمرقند (تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء)



قبر خواجہ احرار، سامنے کا منظر (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۴ء)



سنگ مزار خواجہ احرار، عقبی منظر (تصویر: جو۔این گروس)



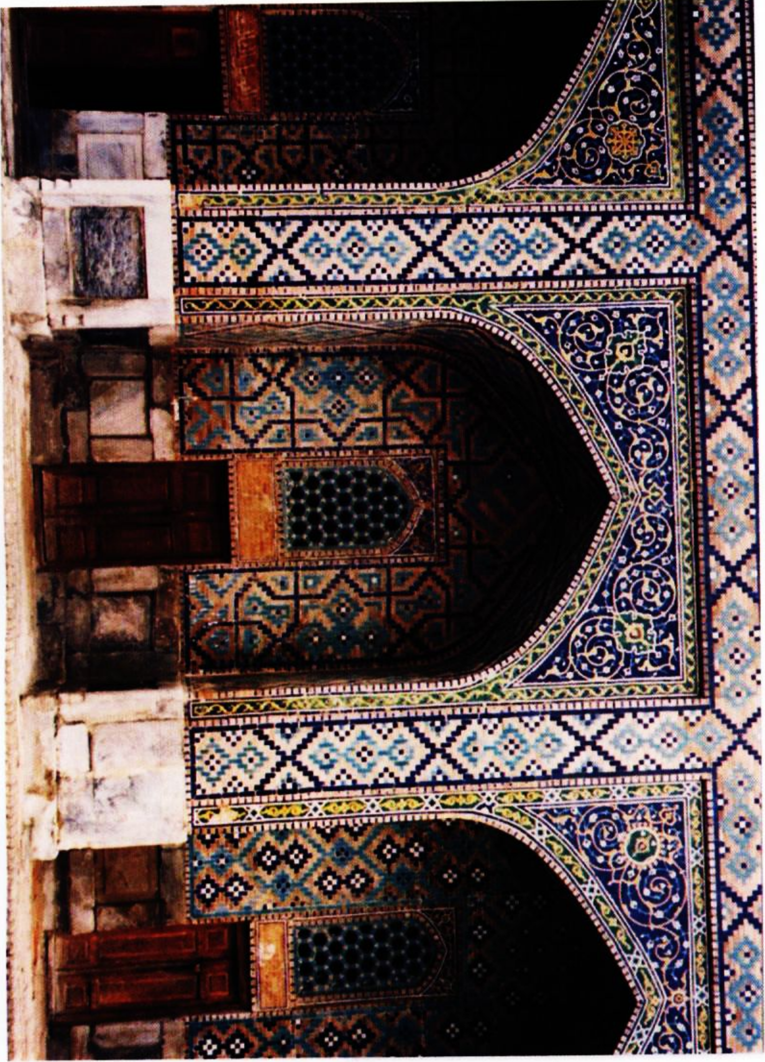
سنگ مزار خواجہ احرار کی تحریر



احاطۂ مزار خواجہ احرار کی عمارت (تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء)



احاطۂ مزار خواجہ احرار کی عمارت کا ایک خوبصورت دروازہ (تصویر: ساچیو کُماکی، ۱۹۹۹ء)



احاطۂ مزار خواجہ احرار کی عمارت میں حجروں کے خوبصورت دروازے (تصویر: ساچیو کُما کی، ۱۹۹۹ء)



احاطۂ مزار خواجہ احرار (تصویر: ساچیو کما کی، ۱۹۹۹ء)



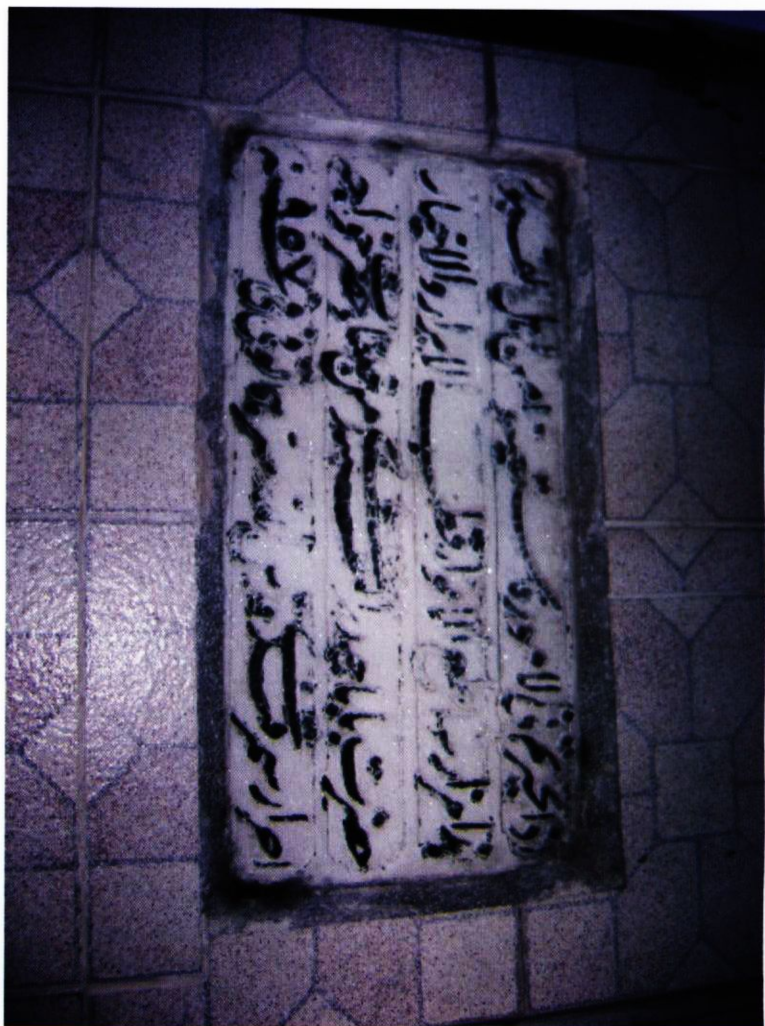
احاطۂ مزار خواجہ احرار کی ایک مسجد (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۴ء)




احاطۂ مزار خواجہ احرار میں نذر دیوان بیگی مدرسہ کا دروازہ (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۴ء)



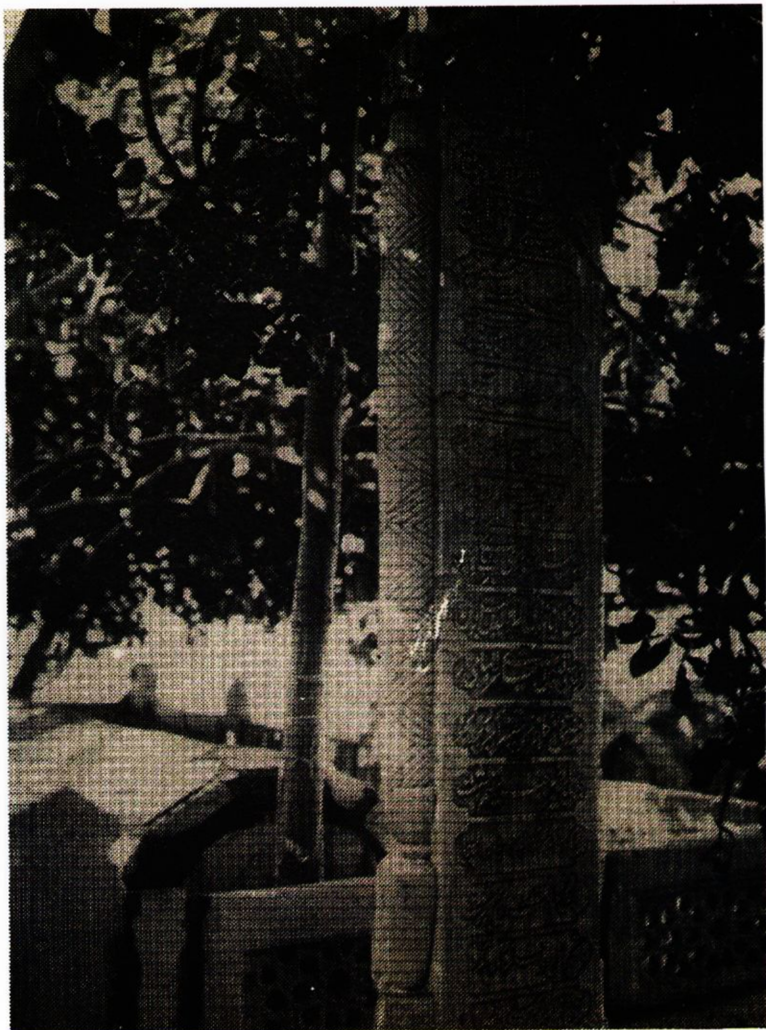
سنگ مزار (بزبان ترکی) بابا حیدر خلیفۂ خواجہ احرار، استنبول (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)



سنگ مزار (بزبان عربی) بابا حیدر خلیفۂ خواجہ احرار، استنبول (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)



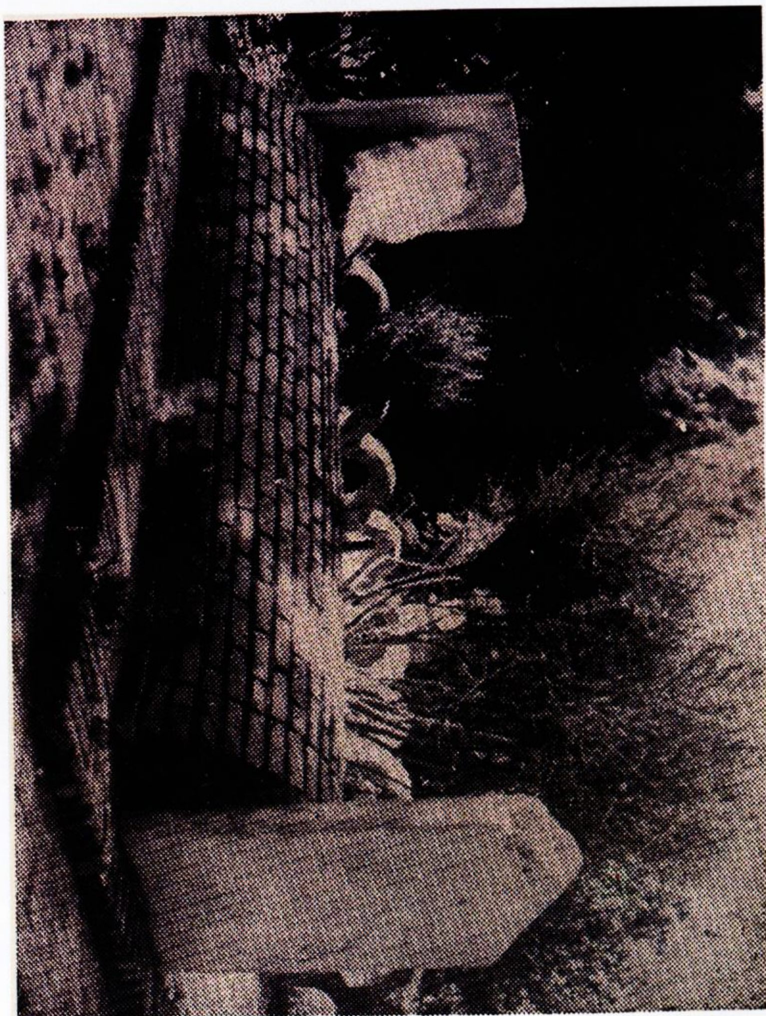

باباحیدر جامع (مسجد)، استنبول (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)



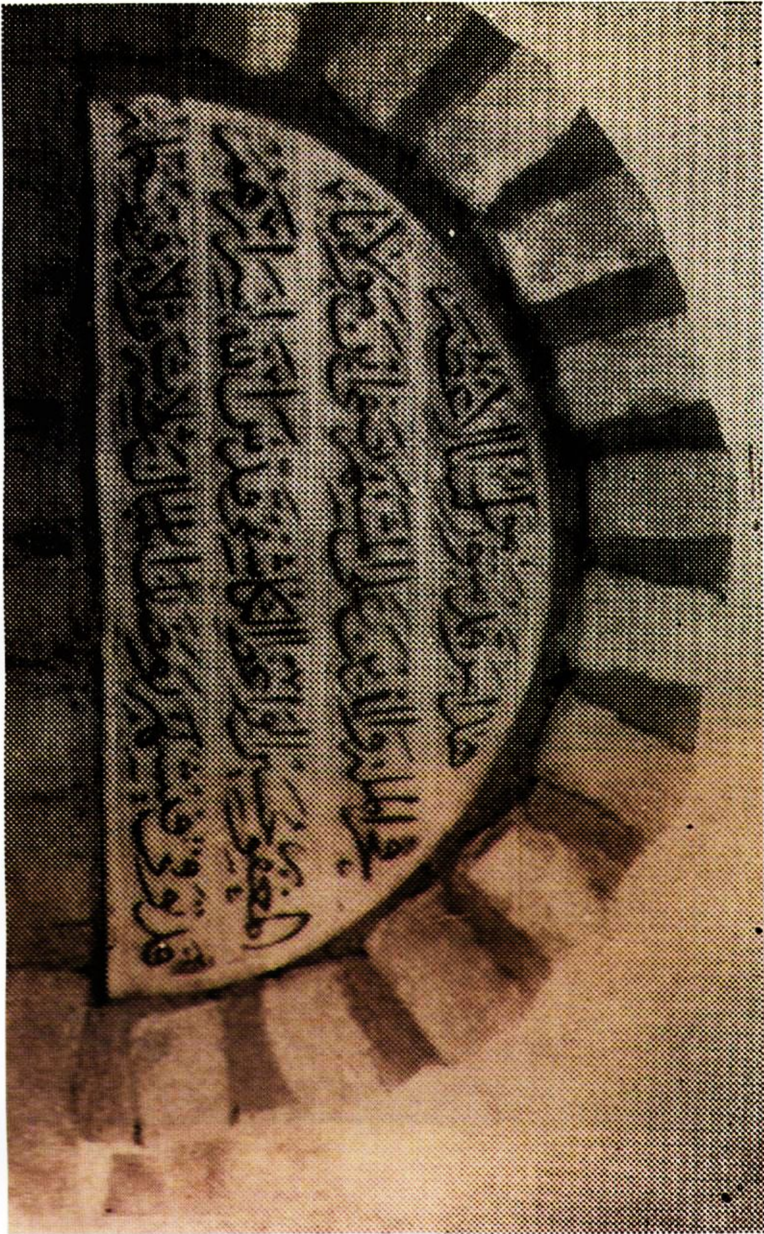
سنگ مزار عبدالرحمان جامی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)



سنگ مزار سعد الدین کاشغری، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)



مزار حسین واعظ کاشفی، ہرات (ماخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)



سنگ مزار فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی، ہرات (ماٗخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)

رقعات خواجہ احرار ان کے اپنے سواد تحریر میں

(مرقّع نوائی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

اکابر صوفیه قدس الله ارواحهم [illegible] رضا و [illegible] که صفهٔ اهل ظلال [illegible]
آمده که در سجاده افضلیه [illegible] کنند بدین باب اقتدا بامر الحق
حین عمارت مسجد کرده التماس آنکه دعوت [illegible] اجابت [illegible] صاحب
اهل جنت رضوان الله علیهم اجمعین اختیار فرمایند و ملاحظه ما و [illegible]
بکنند والسلام

بعد از رفع نیاز مرفوع آنکه از صحبت شما فرزند خود قوی شرمنده ام
سبب آنکه خدمت مناسب از من بنده حاله او نیامد او تشویشها
اسباب الطاف آلهی آنکه من بعد خدمت مناسب او که حق سبحانه خواسته باشد
بباید التماس آنکه خاطر او پریشان نباشد [illegible]

خدمت میرم دعا و نیاز این فقیر را پیش مادر کلان و مادر خود
رسانند و خواهران را از این فقیر پرسند والسلام الفقیر عبیدالله
میرم و نور دیده دعا این فقیر را قبول کرده دعا و نیاز بخدمت
امیر و مادر خود و خواهران خود رسانند بخواندن مشغول باشند
والسلام الفقیر عبیدالله

خدمت امیر از این فقیر دعا و نیازمندی قبول فرموده دعا و نیاز
این فقیر را بهمه متعلقان کرم فرموده رسانند تخصیص بفرزندان
امید چنان است که بسعادت بشرف ملازمت مشرف گردانند والسلام الفقیر عبیدالله
خدمت امیر از این فقیر تحیت قبول فرموده چنان کنند که [illegible]

رقعات احرار، ملفوظات احرار کے آخر میں، گنج بخش، اسلام آباد، ۵۸۶۶

۸۹۰
۵۸۶۶

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لولیه والصلوة علی نبیه حضرت ایشان [illegible] اسعدهم العزیز
می فرمودند انما حادث بقا بعد الاصرار است جددوا ایمانکم بلا اله
الا الله حضرت خواجه محمد علی حکیم ترمذی قدس الله روحه فرموده اند که
بتوبه مشغول است [illegible] حقیقت ایمان کمی و نقصانی می پذیرد

[illegible]

ملفوظات خواجہ احرار (مرتبہ میر عبدالاول)، کتابخانۂ گنج بخش، اسلام آباد، ۵۸۶۶ (ابتدا)

ملفوظات خواجہ احرار (مرتّبہ میر عبد الاول)، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، ۵۸۶۶ (ترقیمہ)

داشتند که نماز در اول وقت گزارده شود خصوصاً
در ایام ضعف داشتند از غرض بسیار اهتمام می نمودند
که تا شاید که فوت شود پرسیدند که نماز شام شده
چون عرض رسانیدند که شده نماز شام بطریق ایما
و اشارت گزاردند بیش از تحقیق وقت نماز خفتن
ضعف مستولی شد چنانچه بعد از تحقیق
وقت مجال ایما و اشارت نماند
و بعد از لحظه لحظه او
قدس انتقال فرمودند
قدس الله روحه
العزیز
م

---

[illegible] کتابت [illegible] حضرت قطب
سالکان [illegible] مرشدان [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
محمد و علی آله و صحبه اجمعین
[illegible] وسلم
تسلیماً کثیراً

ملفوظات خواجہ احرار (مرتّبہ محمد امین کرکی)، قومی کتب خانہ پاکستان، اسلام آباد (آخر)

اور ملفوظات خواجہ احرار (مرتّبہ میر عبدالاول)، انڈیا آفس لندن، D.P.890 (ترقیمہ)

سلسلة العارفين وتذكرة الصديقين، کتابخانہ مجلس، تہران، ۱۰۱۲۲ (ظہریہ)

سلسلة العارفین وتذکرة الصدیقین، کتابخانۂ مجلس، تہران، ۱۰۱۲۲ (ترقیمہ)

میر عبدالاول نیشاپوری کا خط (مرقّع نوائی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

455 | 454

490 | 491

خواجہ محمد یحییٰ کے خطوط (مرقّع نوائی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

محمد تقی الدین کرمانی کا خط (مرقّع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

391

392

خواجہ علی کا خط (مرقع نوائی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

مولانا عبدالرحمان جامی کے خطوط

(مرقّع نوائی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

عبداللہ خواجکا کے خطوط (مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

مولانا قاسم کے خطوط (مرقّع نوائی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

العروۃ الوثقیٰ للارباب الارتقیٰ (عربی ترجمۂ رسالۂ والدیہ)،

کتب خانۂ ملت، استنبول، 1041 (اوّل وآخر)

سلسلہ تصوف نمبر ۱

اردو ترجمہ کتاب

تذکرہ

# خواجہ عبید اللہ احرار

یعنی

مختصر حالات جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین ہادی دین اولیاء زمان پیشوائے علمائے دوران حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

کو

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککی زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں ........ بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

مشہور عالم [illegible] لاہور میں باہتمام [illegible] چھپوا کر [illegible]

تذکرۂ خواجہ عبید اللہ احرار، لاہور، (غلط انداز سرورق)

چو قصر اندر لباس شاہی آمد
بہ تدبیر عُبید اللّٰہی آمد

حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدّد
الف ثانی سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ
کے جدّ طریقت
حضرت سلطان الاولیاء

# خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی

حافظ تقی انور علوی کاکوروی

خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی، کاکوری شریف، ۱۹۸۶ء (سرورق)

# مسموعات

قاضی محمد زاهد

از عبید الله احرار

«قدس سرهما»

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالاوفست

وقف الاخلاص




HAKÎKAT KİTABEVİ
Darüşşefaka Cad. 57/A (P.K. 35)
34262 Fatih Tel: 523 45 56
İSTANBUL
1993

مسموعات قاضی محمد زاہد از عبید اللہ احرار، استنبول، ۱۹۹۳ء، (غلط انداز سرورق)





# خواجه احرار ولی

نگاشتهٔ پروفسور
باتورخان خلعت‌پور ولی‌خواجه
به‌کوشش پروفسور
رحیم مسلمانیان قبادیانی



خواجہ احرار ولی، تہران، ۱۹۹۷ء (سرورق)

# احوال وسخنان

# خواجہ عُبیداللہ احرار

(۸۰۶ تا ۸۹۵ ق.)

مشتمل بر

ملفوظات احرار بہ تحریر میر عبدالاوّل نیشابوری

ملفوظات احرار (مجموعۂ دیگر)

رقعات احرار

خوارق عادات احرار تألیف مولانا شیخ

تصحیح

بہ تصحیح و با مقدمہ و تعلیقات

عارف نوشاہی

مرکز نشر دانشگاہی، تہران

احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار، تہران، ۲۰۰۰ء (سرورق)

The Al-Beruni Institute of Oriental Studies
of the Academy of Sciences of the Republic of Uzbekistan

# THE LETTERS OF KHWĀJA 'UBAYD ALLĀH AḤRĀR AND HIS ASSOCIATES

Persian text edited by ASOM URUNBAEV
English translation with notes by JO-ANN GROSS
Introductory essays by JO-ANN GROSS and ASOM URUNBAEV




BRILL
LEIDEN · BOSTON · KÖLN
2002

خواجہ عبید اللہ احرار اوران کے متعلقین کے خطوط، لائیڈن، ۲۰۰۲ء (سرورق)

# مقامات خواجه احرار

## تذکرهٔ خواجه ناصر الدین عبید الله احرار (۸۰۶ تا ۸۹۵ ق.)

نوشتهٔ مؤلفی مخاطب به

مولانا شیخ

تصحیح ،

ماساتومو کاواموتو

مؤسسهٔ مطالعات زبان ها و فرهنگ های
آسیا و آفریقا

توکیو ۲۰۰۴

مقامات خواجہ احرار، ٹوکیو، ۲۰۰۴ (سرورق فارسی متن)

ISSN 1340-5306
*Studia Culturae Islamicae No.80*

15世紀中央アジアの聖者伝

# ホージャ・アフラールのマカーマート

マウラーナー・シャイフ
として知られる弟子
編著

川本 正知 訳注

東京外国語大学アジア・アフリカ言語文化研究所

2005年

مقامات خواجہ احرار، ٹوکیو، ۲۰۰۵ء (سرورق جاپانی ترجمہ)

Институт востоковедения имени Абу Райхана ал-Бируни
Академии наук Республики Узбекистан

КАДЫРОВА МУХЛИСАБОНУ ТУРГУНОВНА

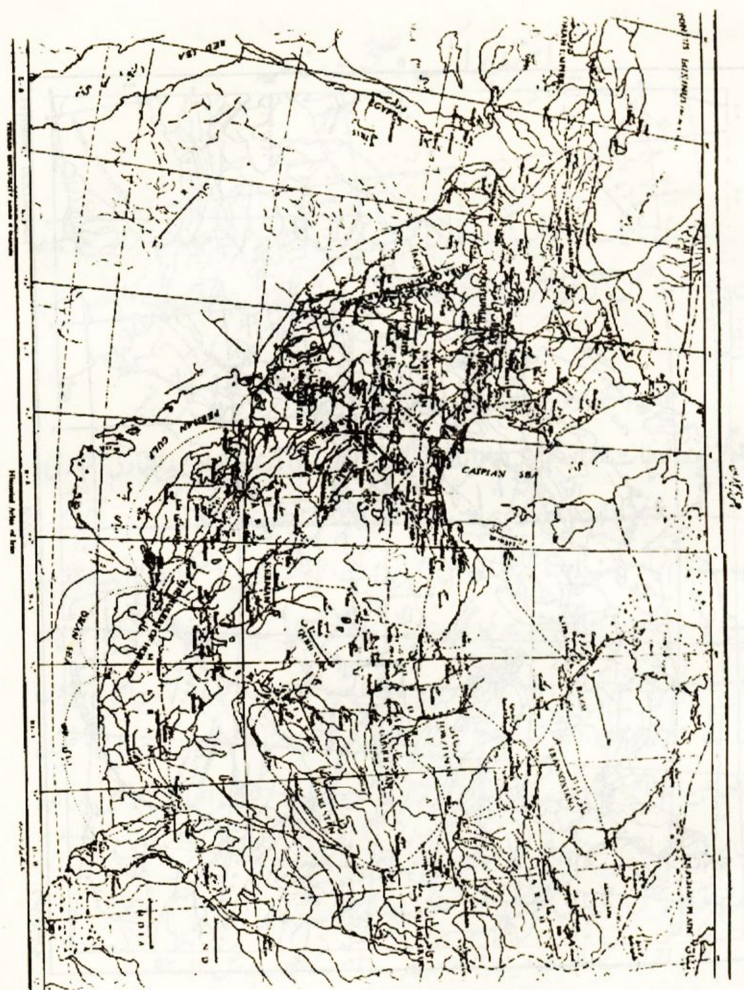
# ЖИТИЯ ХОДЖА АХРАРА

**Опыт системного анализа по реконструкции биографии Ходжа Ахрара и истории рода Ахраридов**

Ответственный редактор: Б.М. БАБАДЖАНОВ

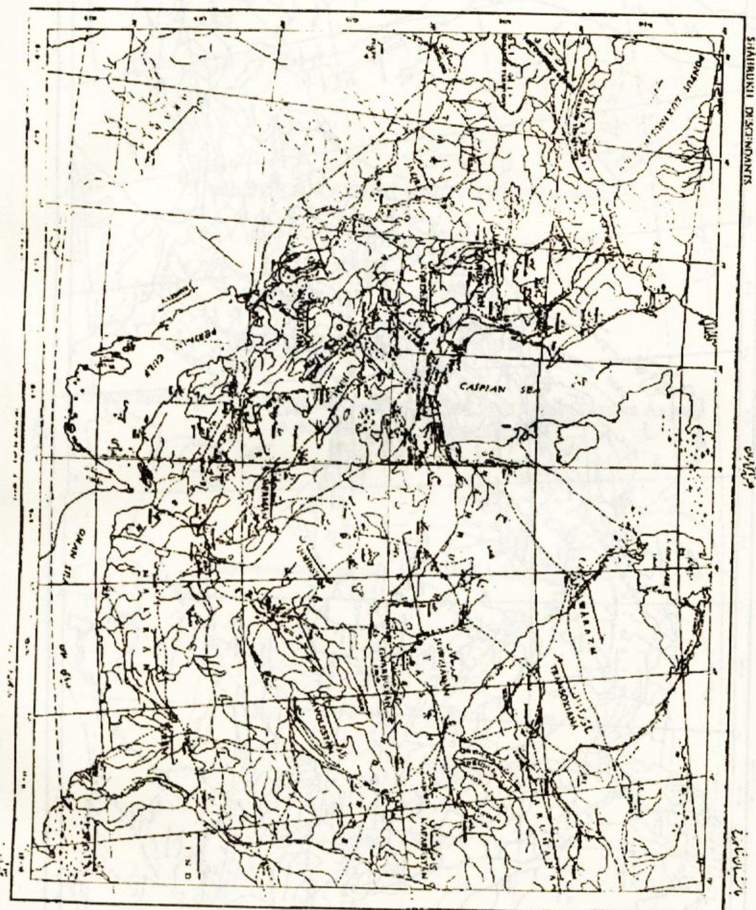
Ташкент – 2007

حیات خواجہ احرار: خواجہ احرار کی حیات اور ان کے خاندان کی تاریخ کی
تشکیل نو کا ایک نظامیاتی جائزہ، تاشقند، ۲۰۰۷ء (سرورق)




شاہرخ تیموری کی سلطنت

مأخذ: اطلس تاریخی ایران




شاہرخ تیموری کے جانشینوں کی سلطنت

مأخذ: اطلس تاریخی ایران

# استدراک وصحّت نامہ

۱۔میری تألیف اور مرتّب کردہ فارسی کتاب احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار ، مطبوعہ تہران ،۲۰۰۲ء کا ملخص جعلی ایڈیشن، ہرات، افغانستان سے شایع ہوا ہے۔اس کے کوائف حسب ذیل ہیں:

**احوال وآثار خواجہ عبید اللہ احرار: ناصر الدین عبید اللہ احرار عارف قرن نہم**
**بہ ہمراہ گزیدۂ ملفوظات احرار، خوارق عادات ورقعات احرار، گردآورندہ: خواجہ عبد الہادی احراری،**
**انتشارات احراری، ہرات، ۱۳۸۵ش (۲۰۰۶ء)، ۲۰۷ صفحات**

کتاب کے نام نہاد مرتّب اور ناشر عبد الہادی احراری نے اس ایڈیشن پر ۶ صفحات کا ایک مقدّمہ لکھا ہے اور باقی سارا مواد بلفظہٖ میری کتاب سے لے کر چھاپا ہے اور اپنی اس حرکت پر پردہ ڈالنے کے لیے مقدمہ میں یہ بات لکھ دی ہے: ''یہاں میں ان سب لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میری مدد کی، از آنجملہ ڈاکٹر محمد [!] عارف نوشاہی استاد دانشگاہ پاکستان [!] جنھوں نے خواجہ عبید اللہ احرار کا مجموعہ [آثار] جمع کرنے میں بے حد زحمت اٹھائی۔'' (ص ۸) اور سرورق پر کہیں میرا نام دینے کی ضرورت نہیں سمجھی!

سرقہ اور جعل پر مبنی اس ایڈیشن کے مشمولات اس طرح ہیں:

۱۔**خواجہ احرار کے حالات**، یہ میرا مقدمہ میرے نام کے بغیر ہے، ص ۱۳-۹۲،

۲۔**ملفوظات احرار** بہ تحریر میر عبد الاوّل نیشابوری، ۲۷۹ ملفوظ کا انتخاب، یہ میرے تصحیح کردہ ہیں لیکن صراحت کے بغیر، ص ۹۳-۱۶۰،

۳۔**گزیدۂ خوارق عادات احرار** از مولانا شیخ، ص ۱۶۱-۱۸۱، اس کے سرورق پر ناشر نے لکھا ہے ''تصحیح وتعلیقات عارف نوشاہی'' لیکن تعلیقات شامل نہیں ہیں۔

۴۔گزیدۂ رقعات احرار، ص۱۸۳۔۱۹۶، سرورق پر لکھا ہے: ''بہ تصحیح و تدوین عارف نوشاہی''

۵۔عکس ہا و خط ہا، ص۱۹۷۔۲۰۷، وہی تصاویر شامل کی ہیں جو میری کتاب میں ہیں۔ان میں ان مخطوطات کے صفحات کے عکس بھی شامل ہیں جو میرے استعمال میں رہے۔

****

۲۔محمد قاضی سمرقندی کی تصنیف سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین شایع ہوگئی ہے، بہ تصحیح احسان اللہ شکراللہی، کتابخانۂ موزہ و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی، تہران، ۲۰۰۹ء، ۴۵۲ص، یہ ایڈیشن، کتابخانۂ مجلس، تہران، ۱۰۱۲۲ کے نسخہ پر مبنی ہے اور کسی دوسرے نسخہ سے مقابلہ نہیں کیا گیا۔

****

۳۔موجودہ کتاب خواجہ احرار کے کمپوز شدہ مواد کی ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر کو انتقال کے مرحلے کے دوران، فنی وجوہات کی بنا پر بعض حروف اُڑ گئے ہیں۔قارئین کی سہولت کے لیے ان کی نشان دہی کی جاتی ہے:

۔بعض جگہ کمپیوٹر حروف ''ک'' اور ''گ'' کو کھا گیا ہے، جیسے: شیخنک (ص۱۱۷، س۱۸)؛ کریلیک (ص۶۶، س۱۲، ۲۳)؛ ملک (گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق، ص ۱۶۵، س ۲۳)؛ جنگ (ص۱۲۹، س۳)

۔ کہیں کہیں حرف ''ھ'' یا ''ۂ'' یا ''ۃ'' والے بعض الفاظ متاثر ہوئے ہیں، جیسے: اتھے، چھپا، دیکھیے، المشہور، شہر، ماوراءالنہر، نوشاہیہ، اشارۃ، وہ فیضان (ص۵۰، س۱۵)

۔انگریزی اسماء میں الف کی آواز کے لیے ā یا Ā کی علامت استعمال کی گئی تھی جو طباعت میں ظاہر نہیں ہوئی۔اسی طرح روسی رسم الخط والے حروف بھی متاثر ہوئے ہیں۔

ص۲۲، س۱۸ کے بعد ان الفاظ کا اضافہ کیا جائے: کا شکریہ بھی واجب ہے۔

ص ۲۷، س ۷:

*Ahval o Sokhnan-i Khwāja 'Ubayd Allah Ahrār.*

نیز ص ۳۱، س ۴، ۱۶؛

ص۳۸،س۹: اشاریہ دیا ہے جو

ص۷۲،س۵: مان لینے میں

ص۹۴،س۲۰: سکتی ہے

ص۱۰۰،س۱۲: وجہ نظر

ص۱۱۶،س آخر: سغد

ص۱۱۹،س۲۰: سمرقند کے محلۂ کفشیر

ص۱۲۰،س۱۷: ۲۹ ربیع الاوّل ۸۹۵ھ

ص۱۳۷،س۶: "ČARKI"

ص۱۳۸،س۲:

Jo-Ann Gross, "Authority and miraculous behavior: Reflections of *Karāmāt* stories of Khwāja 'Ubaydullah Ahrār" in *The legacy of Mediaeval Persian Sufism*

ص۱۳۹،س۴: (πHC-256)IV-2-57

ص۱۴۰،س۱۴-۱۵:

O.A. YEXOBИY:CAMAPKAHACK ИE AOKYMEHT b1 XV-XVI BB, MOCKBA, 1974

ص۱۴۰،س۱۹: مقالہ "AHRĀR"

ص۱۴۴،س۶: محلۂ ایوب سلطان

ص۱۴۷،س۱۶: Bâhaeddin Nakşbend

ص۱۵۰،س۱:

Jürgen Paul, "Forming a Faction: The *himāyat* system of Khāwja Ahrār"

ص۱۵۳،س۱۲: "مطابق ۶۲ سلخ" کو صرف "مطابق سلخ" پڑھا جائے۔

ص۱۶۳، س۶: ПИТ.ЯКОВПеВа

ص۱۶۵، س۶: حقیقی علوم

ص۱۶۷، س۲: ИНВ.Kat09/934

ص۱۶۸، س۵: محمد فواد

ص۱۸۹، س۱: سے سمرقند

ص۱۹۹، س۱: خواجہ احرار

ص۱۹۹، س۱۰: باطنی طور پر

ص۱۹۹، س۱۹-۲۰: ذکر اللہ کو "ذکرِ خاص" اور ذکرِ ھُو کو "ذکرِ خاص الخاص" کہا ہے۔ حالاں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر، ذکرِ خاص الخاص ہو سکتا ہے،

ص۲۱۰، س۶: بہنوں نے

ص۲۱۶، س۱۴: میری عمر

ص۲۲۱، س۳: مُلک

ص۲۴۰، س۱۶، ۱۷:

***Bābur Nāma* (Memoirs of Babur)**,Zahirud din Muhammad Bābur Pādshah Ghāzi,Tr.Annette Susannah

ص۲۴۱، س۲:

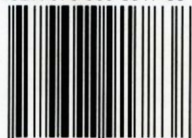
***Hayati, Görüşleri, Tarikati (XII-XVII Asirlar)*,**

اشاریوں میں کمپیوٹر نے اپنے نظام کے مطابق الفِ ممدودہ کو الفِ مقصورہ کے بعد رکھا ہے، چنانچہ اشخاص (ص۲۶۰)، مقامات (ص۲۷۰)، کتب (ص۲۷۵)، معاشرتی وتہذیبی اعلام (ص۲۷۹) کے اشاریوں میں الف ممدودہ والے تمام الفاظ واسماء، الف کی پٹی کے آخر میں چھپ گئے ہیں۔ ان اسماء کو ابتدا میں آنا چاہیے تھا۔

خواجہ عبیداللہ احرار (۸۰۶-۸۹۵ھ/۱۴۰۴-۱۴۹۰ء) سلسلۂ نقشبندیہ کی تاریخ میں ایک منفرد شخصیّت ہیں۔ وہ صوفیہ کی عام روش سے ہٹ کر، دین، دنیا اور سیاست کو ساتھ ساتھ لے کر چلے۔ پندرہویں صدی کے وسطی ایشیا کی روحانیت، سیاست، معیشت اور معاشرت پر ان کی مقتدر شخصیت کے بہت گہرے اثرات ہیں۔ دربار وقت کی معاونت اور راہ نمائی کرتے ہوئے وسطی ایشیا میں اسلامی شریعت کی بالا دستی اور مظلوم مسلمانوں کی دادرسی کو یقینی بنایا۔ مسلمان ریاستوں میں سلسلۂ نقشبندیہ کی ترویج آپ اور آپ کے اخلاف اور خلفا کی مساعی کی مرہونِ منّت ہے۔ خواجہ احرار سے یادگار چند رسائل، ملفوظات اور مکتوبات کے مجموعے اسلام اور تصوّف کی تعبیرات اور تعلیمات کا بہترین مرقع ہیں۔

ڈاکٹر عارف نوشاہی کی اس کتاب میں خواجہ احرار اور ان کے اخلاف پر دستیاب سوانحی مآخذ پر مفصّل معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں، قلمی مآخذ کی اہمیّت کو واضح کیا گیا ہے اور خواجہ احرار کا خاندانی پس منظر، حصولِ تعلیم، روحانی تربیت، دنیوی و روحانی سرگرمیاں، سیاسی اور معاشی کردار اور برّصغیر پاک و ہند میں احراری خاندان کا تاریخی ریکارڈ بیان کرتے ہوئے دراصل وسطی یورو ایشیا، پاکستان، ہندوستان، ایران، بلکہ تمام عالم اسلام میں خواجہ عبیداللہ احرار کے غیر معمولی کردار اور ان کی اہم وراثت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

Rs. 350/-
ISBN 978-969-8917-83-8









www.poorab.com.pk